متاعِ فہیم

جلد اوّل

مجموعۂ مضامین

مفتی محمد فہیم الدین صاحب بجنوری

مُرتّب

مولانا احمد رضا صاحب قاسمی مُرادآبادی

ایم ایف بجنوری پبلشرز

متاعِ فہیم

جلدِ اول

مجموعۂ مضامین

مفتی محمد فہیم الدین صاحب بجنوری

سابق استاذ دار العلوم دیوبند

مرتب

مولانا احمد قاسمی مرادآبادی

ناشر

ایم ایف بجنوری پبلشرز

تفصیلات:

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب: متاعِ فہیم جلد اول

مجموعۂ مضامین: مفتی محمد فہیم الدین صاحب بجنوری
سابق استاذ دار العلوم دیوبند

صفحات: ۵۰۰

مرتب: مولانا احمد قاسمی مرادآبادی

ناشر: ایم ایف بجنوری پبلشرز

رابطہ: 9634830797

ملنے کا پتہ: ایم ایف بجنوری پبلشرز

فہرست⬆

فہرست

عنوان نمبر	کلک کرکے صفحے پر پہنچیں	صفحہ نمبر
(۱)	فہرست	۳
(۲)	پیش لفظ	۱۳
(۳)	ہمارے مسلکی اہمیت والے فتاوی	۱۷
(۴)	إیاکم والظن	۲۰
(۵)	فکری زاویے	۲۱
(۶)	مدرسہ: وہ قطعۂ بہشت، زیارت گاہِ ملائک	۲۴
(۷)	غزہ: آتشِ سوزاں اور تیل کا چھڑکاؤ	۲۸
(۸)	مغربی کنارے کا نیا محاذ: یہ اردن کی جنگ ہے	۳۰
(۹)	نمازیوں کی کج روی	۳۲
(۱۰)	دارالعلوم اور قربتِ دارالعلوم	۳۵
(۱۱)	نوحۂ غزہ	۳۸
(۱۲)	وقف قزاقی بل (۱) ملی واجتماعی امور میں پیچھے رہنا نفاق ہے	۴۲
(۱۳)	وقف قزاقی بل (۲) وفی سبیل اللہ مالَقِیتِ	۴۳
(۱۴)	میلاد النبی	۴۵

فہرست⬆

(۱۵) سیرتِ تقدس(۱) ۴۶
(۱۶) سیرتِ تقدس(۲) ۴۸
(۱۷) حضرت مولانا کلیم صدیقی صاحب دامت برکاتہم کی اسارت ۵۱
(۱۸) محبوبِ یگانہ ویکتائے زمانہ ۵۳
(۱۹) اسرائیل کا تازہ سروے اور ایک فقہی اشکال کا حل ۵۵
(۲۰) تہواروں کی منھ زوری ۵۸
(۲۱) دو جڑواں سیرتیں: محمد رسول اللہ ﷺ اور سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ۶۰
(۲۲) "اسرائیل کو دفاع کا حق ہے" سے "اسرائیل اپنے دفاع سے قاصر ہے" تک کا معجزاتی سفر . ۶۳
(۲۳) مقامِ محمد عربی ﷺ ۶۵
(۲۴) پیجر حملہ ساری دنیا پر حملہ ہے ۶۷
(۲۵) غلطی ہائے مضامین مت پوچھ ۶۹
(۲۶) یک قطبی دنیا ۷۳
(۲۷) مضمون آفرینی کا فتنہ ۷۶
(۲۸) مشرقِ وسطی جنگ کی تازہ صورت حال ۷۸
(۲۹) اے مطربانِ کنجِ چمن ہوشیار باش ۸۰
(۳۰) تعدد ازواج کا فقہی درجہ ۸۳
(۳۱) تعدد ازواج: گفتار کی شادابی کردار کی کملاہٹ ۸۵

(۳۲) تازہ صورت حال ۹۰
(۳۳) قرآن کی مطلوبہ ڈراؤنی قوت ۹۱
(۳۴) رسول اللہ ﷺ کی معجز بیانی ۹۴
(۳۵) امریکہ اور یورپ کا کلمۂ توحید اور کلمۂ شرک ۹۶
(۳۶) ایران کا حسینی کردار ۹۷
(۳۷) سنی عقل کا ماتم ۱۰۰
(۳۸) نیتن یاہو: دنیا کا سپریم لیڈر ۱۰۳
(۳۹) اسرائیل کی طرح ایران بھی غیر اعلانیہ ایٹمی طاقت ۱۰۶
(۴۰) ایٹمی اموات کے منڈلاتے بادل ۱۰۸
(۴۱) ڈاکٹر صاحب اور پاکستانی پیج ۱۰۹
(۴۲) ڈاکٹر صاحب! یہ اسلامیات کی چھاؤنی ہے ۱۱۱
(۴۳) انجینئر: اللہ میاں توشے کوئی نہیں! ۱۱۲
(۴۴) غلطی ڈاکٹر صاحب نے بھی کی ہے ۱۱۴
(۴۵) ایران: لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں ۱۱۸
(۴۶) ملحمہ آہٹیں ۱۲۰
(۴۷) آشفتہ خیالات ۱۲۲
(۴۸) حضرت مولانا ندیم الواجدی رحمۃ اللہ علیہ دیوبند کی قلمی، علمی و کتابی کہکشاں کا پر نور ستارہ ... ۱۲۴

فہرست ⬆

(۴۹) کم ہوتے وحیدی آئینے ۱۲۹
(۵۰) تصور دیوبند اور حضرت مولانا ۱۳۱
(۵۱) سیریا: ارض محشر ارض کشت وخون ۱۳۲
(۵۲) وإسماعیل ویحیی.....! ۱۳۵
(۵۳) قری محصنہ کی روایت اور ضرب حیدری کا انتظار ۱۳۷
(۵۴) قرآن کے الفاظ کی مٹھاس مستقل اور جداگانہ ہے ۱۳۹
(۵۵) مشاہدات وتاثرات (۱) ۱۴۲
(۵۶) مشاہدات وتاثرات (۲) اسلام کی حسین نگری ۱۴۴
(۵۷) (مشاہدات وتاثرات: ۳) مغرب سے قبل دو رکعات نفل ۱۴۷
(۵۸) (مشاہدات وتاثرات: ۴) مجلس درس ۱۵۰
(۵۹) (مشاہدات وتاثرات: ۵) عورت ۱۵۳
(۶۰) ہم تو ڈوبے ہیں صنم تم کو بھی لے ڈوبیں گے ۱۵۵
(۶۱) خود سر اور خود پرست صدر کی واپسی ۱۵۸
(۶۲) مسجد شیخ زاید ابو ظبی ۱۶۰
(۶۳) مساجد اور خواتین ۱۶۲
(۶۴) گلوبل ولیج دبئ ۱۶۴
(۶۵) شارجہ کا معرکۃ الآرا کتب میلہ ۱۶۶

فہرست⬆

(۶۶) شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا سچا قصہ ۱۶۹
(۶۷) سماجی مساوات کی ہندو تحریک ۱۷۱
(۶۸) قیامت کی دستک ۱۷۴
(۶۹) شامی سنیوں کے گیسوئے پُر خم ۱۷۷
(۷۰) راہِ عمل کی تجویز ۱۷۸
(۷۱) شامی اکھاڑا ۱۸۱
(۷۲) وَنَرَاهُ قَرِيبًا ۱۸۴
(۷۳) متعہ: حرمت خداوندی پر دیوثوں کا شب خون ۱۸۷
(۷۴) بنگلور کی تہذیب ۱۸۹
(۷۵) ناممکن الوقوع خواب کی تعبیر ۱۹۱
(۷۶) دھندلی تصویر کے چند واضح خدوخال ۱۹۳
(۷۷) آثار مہدی ۱۹۶
(۷۸) تصور کی طاقت ۱۹۹
(۷۹) موسم سرما کی رنگینیاں ۲۰۱
(۸۰) ایران ملحمۂ کبری کا پہلا پڑاؤ ۲۰۴
(۸۱) ایک اور ساقی فیاض کا دور تمام ہوا ۲۰۷
(۸۲) بیرونی طعنہ کفر اور نفاق کی روایت ۲۱۲

فہرست ⬆

(۸۳) اے زہے غزہ! ۲۱۵
(۸۴) کان کھول کر سن لو ۲۱۸
(۸۵) کیا امت شاہ نے بی جے پی کشتی میں سوراخ کر دیا ہے؟ ۲۲۱
(۸۶) جان لیوا امام ۲۲۶
(۸۷) روح افزا امام ۲۲۹
(۸۸) عربوں کا امام ۲۳۲
(۸۹) عجمیوں کا امام ۲۳۶
(۹۰) تبلیغی اجتماع میں حاضری ۲۴۱
(۹۱) استوا علی العرش ۲۴۵
(۹۲) بھارتی سنسکرتی ۲۴۸
(۹۳) عذاب الحریق ۲۵۳
(۹۴) پہلا جوابی وار ۲۵۵
(۹۵) لبرلز کیا چاہتے ہیں؟ ۲۵۷
(۹۶) اسمارٹ آگ ۲۵۹
(۹۷) جذبات بھی قربان ۲۶۲
(۹۸) قطر: کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں ۲۶۴
(۹۹) ختم بخاری ۲۶۹

فہرست⬆

(۱۰۰) اردو شروحات کا استہزا ۲۷۱
(۱۰۱) ٹرمپ کا سعودی تکیہ ۲۷۸
(۱۰۲) ہمیشہ آن لائن ۲۸۰
(۱۰۳) شکرِ نعمت ۲۸۱
(۱۰۴) جس دیے میں جان ہو گی وہ دیا رہ جائے گا ۲۸۲
(۱۰۵) سیاسی خیالات ۲۸۶
(۱۰۶) انجینئر کا طوائف المذاہبی فتنہ ۲۸۹
(۱۰۷) فسادِ امت اور احیائے سنت ۲۹۳
(۱۰۸) ایلون مسک کی نطفہ جاتی انار کی: ان کا ہر عیب زمانے کو ہنر لگتا ہے ۔ ۲۹۷
(۱۰۹) گرمی کی دستک ۲۹۹
(۱۱۰) سرورِ عبادت اور شوقِ ریاضت ۳۰۳
(۱۱۱) خشوع خضوع کے درجات ۳۰۶
(۱۱۲) تو تو میں میں ۳۰۹
(۱۱۳) پہلا تاثر ۳۱۲
(۱۱۴) زبان کی صفائی ۳۱۴
(۱۱۵) ”کثرت پرستی“ کا نارملائزیشن ۳۱۶
(۱۱۶) غیر مسلم اداکار کا نماز ایپیسوڈ ۳۱۹

فہرست⬆

(۱۱۷) وقف مسخ بل: چائے فروش گیمبلر کا آخری داؤ ۳۲۲
(۱۱۸) ماقبلِ مہدی دور (۱) ۳۲۶
(۱۱۹) قاتلینِ انبیا ۳۲۹
(۱۲۰) خرقِ عادت اور خرعادت ۳۳۱
(۱۲۱) حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی بعد از وفات دارالعلوم آمد ۳۳۵
(۱۲۲) بعض تبصروں کا جواب ۳۳۷
(۱۲۳) عید اور سرخ عید ۳۳۹
(۱۲۴) الوقف للہ ۳۴۲
(۱۲۵) انجینئر مرزا: عقدہ وعقیدہ ۳۴۷
(۱۲۶) مطالعۂ وقف ترمیمی قانون (۱) ۳۵۳
(۱۲۷) مشرق وسطی کی بل کھاتی زلف گرہ گیر ۳۵۶
(۱۲۸) تلاوت: الفاظ کے پردے میں خدا خود ہے مخاطب ۳۶۰
(۱۲۹) صحت اور شعورِ صحت (۱) ۳۶۴
(۱۳۰) چین: عرب حکمرانوں کا فطری حلیف ۳۶۵
(۱۳۱) سادگی اپنوں کی دیکھ اوروں کی عیاری بھی دیکھ ۳۶۷
(۱۳۲) امن بزورِ طاقت ۳۷۲
(۱۳۳) ایمان واحتساب: عمل کی روح ہے یا ثمر؟ ۳۷۶

(۱۳۴) نماز کی درازی اور خوبصورتی فلاتسأل عن حسنِھنَّ و طولِھنَّ ... ۳۷۸
(۱۳۵) صحابہ پر جرح خدا اور رسولِ خدا کی سندِ عدالت پر اعتراض ہے ۳۸۱
(۱۳۶) کانوڑ آئینہ ۳۸۳
(۱۳۷) عدالتِ صحابہ "رسول اللہ ﷺ کی" خصوصیت ہے ۳۸۷
(۱۳۸) رجب طیب اردگان: شخصیت اور پالیسی ۳۸۹
(۱۳۹) ایتار بن گویر: جسم انسان کا کینسر ٹیومر ۳۹۳
(۱۴۰) دنیا طلبی ۳۹۵
(۱۴۱) مرگِ امریکہ ۴۰۱
(۱۴۲) رسول اللہ ﷺ کے مشفقانہ تبصرے "لَا أَشْبَعَ اللهُ بَطْنَهٗ" ۴۰۴
(۱۴۳) روح پروجیکٹ ۴۰۸
(۱۴۴) اے آئی مستقبل ۴۱۲
(۱۴۵) سیسی نے تاریخ رقم کردی ۴۱۷
(۱۴۶) دین کی مددگار جماعت ۴۱۹
(۱۴۷) اقامت صلات ۴۲۴
(۱۴۸) طنز و مزاح قبیلۂ طے کے چور ۴۲۸
(۱۴۹) الفاظِ قرآن ۴۳۲
(۱۵۰) مودی سے باہر ۴۳۵

فہرست ⬆

(۱۵۱) خشوع خضوع کی اہمیت ۴۳۹
(۱۵۲) انجینئر مرزا ہونا کیوں آسان ہے؟ ۴۴۰
(۱۵۳) تعبیر کی وحشت ۴۴۴
(۱۵۴) انجینئر مرزا پر عائد بنیادی دفعہ ۴۴۸
(۱۵۵) دجال ٹریلر ۴۵۰
(۱۵۶) میلاد اور جشن میلاد ۴۵۵
(۱۵۷) مگر تلواریں بنو امیہ کے ساتھ ہیں ۴۵۸
(۱۵۸) دو نمازیں ایک وقفہ ۴۶۱
(۱۵۹) قطر میں اسرائیل نے ٹرمپ کی ناک کاٹ لی ۴۶۵
(۱۶۰) قطر میں مسلم امہ کا اجتماع ۴۶۹
(۱۶۱) صدقہ ایک یومیہ مینٹیننس ۴۷۳
(۱۶۲) دوحہ نمائش ۴۷۵
(۱۶۳) معاہدہ سرپرائز ۴۷۹
(۱۶۴) زندہ کتب خانہ ۴۸۴
(۱۶۵) غزہ ملبہ: دورِ آخر کی تمہید ۴۸۶
(۱۶۶) مراقبہ ۴۹۰
(۱۶۷) سیاسی مجلس ۴۹۴

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامدًا و مصلیًا، أما بعد:

متاعِ فہیم کے عنوان سے پانچ سو صفحات کا یہ مجموعۂ مضامین آنکھوں کو ٹھنڈک، دل کو فرحت اور طبیعت کو سرشار کر رہا ہے، مجھے یہ کہنے میں تکلف نہیں کہ مضامین کی مدوقت گزاری سے متجاوز نہ تھی، یہی وجہ ہے کہ کبھی ذخیرے کا جائزہ تک نہ لیا، کتابی صورت کو اپنی اوقات سے بالا سمجھتا تھا، قلم کاری کو "رات گئی بات گئی" کی طرح دیکھا؛ لیکن قبولیت اصل کیمیا ہے، پھر ذرہ آفتاب اور مٹی سونا بنتی ہے، میرے کانوں میں تحسین وآفرین کی آہٹیں دستک گزار ہوئیں، سوشل قافلے قدردانی کی خبریں لائے، آفاق و اطراف بازگشت سے گونجے، ابلاغ کے نئے ذرائع نے جگہ دی، قلمی شناخت تشکیل پائی، اعتراف رونما ہوا اور کاروان حیات اچانک ایک ایسی منزل پر پڑاؤ اختیار کر رہا تھا جس کی پیشگی منصوبہ بندی نہیں کی گئی تھی۔

یہ قلم سالہاسال سے محو گردش ہے؛ مگر پہلے دیگر مصروفیات مجھے شئیر کرتی تھیں، تعطل کے بعد باقی سرگذشتیں رخصت ہوئیں تو صرف

فہرست⬆

قلم رہ گیا، اب میری سانسوں پر حصے داری کے لیے جاری رسہ کشی بے کاری اور قلم کاری کے مابین محدود ہو گئی ہے، بیشتر اوقات نکما پن فاتح رہتا ہے، کبھی قلم آنکھ بچانے میں کامیاب ہو جاتا ہے، یہ دوئی بھی برائے نام ہے؛ کیوں کہ قلم کاری بھی بے کاری سے مختلف نہیں، سطحی، لاحاصل اور بے وزن تحریر آرائی کے کوئی معانی نہیں ہوتے، درمیان میں بعض اہل خلوص نے کتاب کی تجویز دی تھی؛ مگر اپنے قلم کو فروتر محسوس کیا اور توجہ نہیں دی، ایک محسن نے خاص تدوین وترتیب کی غرض سے ٹیلی گرام چینل بھی بنایا تھا؛ مگر میری سرد مہری حائل رہی، شاید اس لیے کہ محبت کی ایک نئی آپ بیتی پروان چڑھ رہی تھی اور اس کے خلوص نے سعادت اپنے نام محفوظ کرالی تھی۔

اس سے میری مراد مولانا احمد قاسمی مرادآبادی ہیں، جو دو روز قبل ایک خوش گوار حیرت کے ساتھ نمودار ہوے، وہ فاضل دارالعلوم ضرور ہیں؛ مگر شاگردی کا رشتہ نہیں تھا، ہم ایک وقت دارالعلوم میں رہے؛ لیکن رسم وراہ نہ تھی، ہماری قلمی دل لگی ان کے دل کو لگ گئی، موصوف نے یک سالہ مضامین کو کتاب کا قالب مہیا کرا دیا، مولانا علمی وادبی ذوق کے ساتھ تکنیکی مہارت بھی رکھتے ہیں، ان کی ترتیب میں قرینہ ہے اور جدت بھی، بعض فیچرس میرے لیے نئے ہیں،

مثال کے طور پر آپ فہرست میں عنوان کو کلک کریں گے تو مضمون پر پہنچ جائیں گے، نیز ہر صفحے کے ذیل میں فہرست مرقوم ہے، اس پر کلک کریں گے تو واپس فہرستِ عناوین پر ہوں گے، یہ غیر معمولی سہولت ہے، ہم تو اول ہی پی ڈی ایف لوبی سے تھے، یہ دریافت اس کی فضیلت کو نئی بلندی بخشتی ہے اور ہمارے ایمان کو پختگی، ناچیز بہت پہلے بوجوہ کتاب سے پی ڈی ایف سوئچ کر گیا تھا، مجبوری اب طبیعت بن گئی ہے، مناسبت میں پی ڈی ایف، کتاب سے کم نہیں رہی۔

کتاب کی ترتیب میں فی الحال موضوعات کو پیش نظر نہیں رکھا گیا، زمانی ترتیب برقرار رکھی گئی ہے، اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ سوشل قلم کاری زمانے کی کروٹوں سے متاثر رہی ہے، دوسرے یہ کہ موضوعات متنوع ہیں، ان کا دائرہ علم و تحقیق سے شروع ہو کر، معاشرت وسیاست تک پھیلا ہوا ہے، بیشتر زندہ سرخیاں زیر بحث آئی ہیں، وہ عناوین بھی محفوظ نہیں رہے جن میں ہم یکسر بے سند تھے، جیسے صحت اور ٹیکنالوجی، سر دست یہ ممکن نہیں کہ موضوع وار جلد بن جائے، ابھی اسے آئینۂ وقت کی صورت پیش کیا جارہا ہے، یہ مضامین ہمارا کاروانِ حیات بھی ہے، اس میں ذاتی زندگی کے نشیب و فراز ہیں، علمی و فکری مراحل ہیں، مقامی تاثرات ہیں، عالمی تناظر ہیں، ان سطور کے مابین تغیر پذیر دنیا کی علمی،

فکری، سماجی، سیاسی، عسکری، مذہبی، تہذیبی، سائنسی اور تکنیکی گذرگاہیں رواں ہیں، یہ ایک تماشابین کی رپورٹ ہے اور اس کی ذاتی سرگذشت یا سفرنامۂ زندگی بھی۔

ناچیز، مرتبِ محترم مولانا احمد قاسمی مرادآبادی کو سلام پیش کرتا ہے اور شکریہ ادا کرتا ہے، موصوف نے اس گمنام کو تلاش کیا اور صاحب کتاب بنادیا، اللہ تعالی جزائے خیر عطا فرمائے اور باقی مضامین کو بھی کتابی پیرہن میں تبدیل کرنے کی ہمت اور توفیق عطا فرمائے، آمین، اس وقت کتاب کو پی ڈی ایف شکل میں شائع کیا جارہا ہے، اگر ورقی کتاب کی فرمائش آئی تو ان شاء اللہ وجود خارجی کی طرف بھی جائیں گے، اللہ تعالی قبولیت اور مقبولیت بخشے، متاع دو جہاں بنائے، سب کا شکریہ، سب کے لیے دعا، آمین ثم آمین۔

محمد فہیم الدین بجنوری
پناہ گزینِ بنگلور
۴ جمادی الاخری ۱۴۴۷ھ ۲۵ نومبر ۲۰۲۵ء

فہرست⬆

ہمارے مسلکی اہمیت والے فتاوی

محمد فہیم الدین بجنوری

۱۵صفر ۱۴۴۶ھ ۲۰ اگست ۲۰۲۴ء

چند سال قبل کی بات ہے میں ایک رند صفت دوست کے ہم راہ کالندی کنج (اوکھلا دہلی) میں بھٹک رہا تھا کہ ایک ضعیفہ نزدیک آئی اور طویل تحریر پیش کرتے ہوے اس کی تائید و تشریح کی طلب گار ہوئی، ناچیز نے نگاہ ڈالی تو وہ سامنے نظر نواز جامعہ سنابل کا طلاق ثلاث والا فتوی تھا، ایک ناخواندہ خاتون کو پکڑایا گیا فتوی نہایت مبسوط تھا، میں نے اپنے ہم سفر سے کہا کہ ہر سائل کے لیے یہ بسط و تفصیل ناممکن ہے، انھوں نے ضرور مسلکی بحثیں تیار کر رکھی ہیں اور وہ استفتاء والے نام تبدیل کرتے ہیں اور فتوے کے نام پر ہر مستفتی کو رسالہ تفویض کر دیتے ہیں۔

ہمارے یہاں مسلکی اہمیت کے فتاوی میں بھی روایتی اختصار جاری ہے، میں ضعیفہ کو اجمالی طور پر تشکیک زدہ تو کر سکتا تھا؛ لیکن اس کے ہاتھ میں موجود دستاویز کا تریاق فراہم کرنے کے لیے اعلاء السنن درکار تھی، ہمارا مجرد فتوی ان کے اس کتابچے کا توڑ نہیں بنتا، یہ پیشگی ذہانت کی مثال ہے؛ مگر لمحۂ فکریہ ہے، منحرف افکار بعض وجوہ سے نوائے سروش ہیں، ہمارے کسی پہلو کی خامی کو باطل

فہرست⬆

خیموں کے بلبلوں سے بھی متنبہ کیا جاتا ہے۔

میری رہائش کے نزدیک عالیشان مسجد ہے، انتظامیہ ہم خیال ہے؛ لیکن نمازیوں میں اہل حدیث کی تعداد بھی قابل لحاظ ہیں، کچھ غیر مقلد بھی ہیں، جن کی نماز والی دل چسپی آمین پر تمام ہو جاتی ہے؛ گو کہ دوران نماز راہ فرار کے فقدان کی وجہ سے وہ باقی ماندہ نماز میں بھی نیم دلی کے ساتھ شریک رہتے ہیں، حال ہی میں ان کا ایک جنازہ آیا، وہ فاتحہ بالجہر کے ساتھ نماز چاہتے تھے اور امام صاحب سے الجھ رہے تھے، ناچیز موجود تھا، امام صاحب نے مجھ سے رجوع کیا، میت کے بعض وارثین بخاری کا حوالہ دے رہے تھے، میں نے تردید کی کہ بخاری تو کجا! نماز جنازہ کی تصریح کے ساتھ فاتحہ کی کوئی صحیح حدیث موجود نہیں ہے، ان کے استدلال کا مدار حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا عمل ہے اور اس کی بیگانگی خود اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے عہد میں بھی فاتحہ نماز جنازہ کا جزو نہیں تھی، یہی وجہ ہے کہ حاضرین کو مطمئن کرنے کے لیے ان کو صفائی دینی پڑی تھی، بھلا کوئی عمل معروف سنت ہو اور ابن عباس کو متنبہ کرنے کی نوبت آئے!

صحیح بخاری کے گتوں میں دو چیزیں ہیں: صحیح بخاری اور فقہ بخاری، حدثنا سے قبل جو کچھ ہے وہ صحیح بخاری نہیں ہے، وہ امام بخاری کا مسلک ہے، صحیح بخاری حدثنا سے شروع ہوتی ہے، امام بخاری نے خاص مسائل میں تہی دامنی کے حل کے طور پر ترجمۃ الباب کا نسخہ متعارف کرایا ہے، اس میں وہ اپنی فہم، اکابر کے

حوالے اور کمزور چیزیں جمع کرتے ہیں؛ چوں کہ یہ حصہ بھی بخاری کے گتوں میں موجود ہے تو عام آدمی مرعوب ہو جاتا ہے؛ جب کہ ایسے مواقع پر حدثناوالا حصہ خاموش ہوتا ہے، لوگ یہ بھول جاتے ہیں کہ امام بخاری کی امامت حدثنا سے شروع ہوتی ہے، اس سے پہلے وہ جو کچھ کر آئے ہیں وہ صحیح بخاری نہیں ہے، وہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، ائمۂ ثلاثہ اور دیگر اساطین فقہ کا حرم ہے۔

بعد میں ایک صاحب نے کہا کہ یہاں یہ بحث گاہے گاہے سر اٹھاتی ہے، کیوں نہ مدلل فتوی آویزاں کر دیا جائے، ناچیز نے دیارِ فتاوی کا گشت لگایا؛ لیکن اس رنگ کا فتوی دست یاب نہیں ہوا جو کالندی کنج والی ضعیفہ کے فتوے میں نمایاں تھا، دلائل کے دور میں ناگزیر ہو گیا ہے کہ ہم اہمیت کے حامل فتاوی کے لیے ماہرین کی کمیٹی تشکیل دیں اور فردا فردا ہر مسئلے کی بحث و تحقیق مرتب کر لیں، مستفتی کے لیے ابتدائی چند سطروں میں متعلقہ صورت کا حکم بیان کر دیا جائے اور پھر لازمی طور پر مسئلے کی علمی، تقابلی اور تحقیقی تفصیل ہر فتوے کے ساتھ منسلک کی جائے، مسلکی نوعیت کے فتاوی کو بہ ہر صورت مفصل بحث سے ہم رشتہ کیا جائے، آن لائن بھی اس قسم کے مختصر فتاوی کو مبسوط بحث کے لنک سے مربوط رکھا جائے۔

إیاکم والظن

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۱۸ صفر ۱۴۴۶ھ ۲۳ اگست ۲۰۲۴ء

ہماری مسجد میں انتظامات عمدہ اور عالی شان ہیں، قالین بھی نہایت نفیس اور آرام دہ ہے، نماز گاہ ہر لحاظ سے راحت رساں ہے، ایسی صورت میں ایک نمازی کا گھر سے جانماز لانا اور قالین پر بچھا کر اس پر نماز ادا کرنا راقم کو بہت گراں گذرا، مجھے یہ بد ظنی ہوئی کہ وہ مسجد کی صفائی اور قالین کی طہارت کے تعلق سے شک اور وہم میں ہے۔

اس خیال نے مجھے کورونا لطیفے تک پہنچا دیا، کہتے ہیں کہ ایک دیہاتی کو ویکسین کے لیے گھیرا گیا تو اس نے مزاحمت کی، ڈاکٹروں کے سوال پر اس نے اپنا عندیہ رکھتے ہوے کہا کہ جو ویکسین لگوائے گا وہ مر جائے گا، ڈاکٹروں نے کہا کہ بھائی جب سب مر جائیں گے تو تم اکیلے زندہ رہ کر کیا کروگے؟ ظاہر ہے کہ اگر امام سمیت سب کی نماز مشکوک ہے تو تنہا تمھاری نماز کیسے درست ہوگی؟

پھر ایک روز ان کے ساتھ تخلیہ ہوا اور میں نے یہ خلجان پیش کیا تو ان کی معقول وضاحت نے شرم سار کر دیا، کہنے لگے کہ میں الرجی کا مریض ہوں اور سجدہ گاہ پر ادنی گرد وغبار بھی موجب اذیت ہے، چھینکیں آنے لگتی ہیں۔ ظاہر

فہرست⬆

ہے کہ یہ عوارض صحت کا معاملہ تھا اور ان کا یہ نظم حفظان صحت کے قبیل سے تھا؛ مگر ہم اپنی عینک کی بنیاد پر برے خیال میں مبتلا تھے۔

اسلامی اخلاقیات یہ تعلیم دیتی ہے کہ ہم بدگمانی سے گریز کریں اور دوسروں کی سرگرمیوں کو بہتر معانی پر محمول کریں، حسن ظن ہمارے اندرون کو پاکیزہ رکھتا ہے؛ جب کہ بدگمانی ہمارے اپنے آئینے کو میلا کر دیتی ہے۔

فکری زاویے

محمد فہیم الدین بجنوری

۲۱ صفر ۱۴۴۶ھ ۲۶ اگست ۲۰۲۴ء

۱- میزائل تو بڑی چیز ہے، اگر ظالموں کی طرف کوئی پتھر بھی پھینکے گا تو اس کا خیر مقدم ہے۔

۲- شیعہ تو اسلام کا دعوی کرتے ہیں، اگر ابلیس بھی بذات خود وارثین خنازیر کو نشانہ بنائے گا تو ہم اس کے تئیں بھی جزوی طور پر ممنون ہوں گے۔

۳- "شجاعت تحریک" کو امت مسلمہ کے امیر کی حیثیت حاصل ہے، اگر وہ شیعہ ملک، جماعت اور افراد سے سیاسی، سفارتی اور عسکری اتحاد کرتی ہے تو (دینی و مذہبی سخت خلیج کے باوجود) ہمارے پاس تسلیم و اطاعت کے سوا چارۂ کار

نہیں، امیر کی فرماں برداری واجب ہے؛ بالخصوص حالتِ جنگ میں۔

۴- "لبنانی جماعت" کا دعوی ہے کہ کاروائیاں کامیاب رہیں، عسکری اور جاسوسی حساس اہداف زد میں آئے، خنزیر کہتے ہیں کہ ہمارے پیشگی اور قبل از وقت حملوں نے تمام میزائل دبوچ لیے، دونوں میں کون زیادہ جھوٹا ہو سکتا ہے اس پر غور کرنے سے بین السطور والا صدق عیاں ہو جائے گا۔

۵- یہ تو مہلک ہتھیاروں کا تبادلہ تھا، اگر کوئی علامتی کارروائی بھی خنازیر کو دہشت زدہ کرتی ہے اور ملک ایمرجنسی موڈ پر چلا جاتا ہے تو وہ قواعد بھی مجرد علامتی نہیں ہے۔

۶- اتحادی جنگ کے لیے جو "لبنانی جماعت" چوٹی کے قائدین سمیت اب تک چھ سو بائیس سپاہیوں کی قربانی دے چکی ہے، اسے ڈرامہ موڈ پر سمجھنا کم نگاہی ہے۔

۷- دشمن کی توجہ اور توانائی کو متوازی محاذوں پر الجھانے والا ہمارا عظیم عسکری معاون ہے۔

۸- خنازیر کے حساس مراکز "لبنانی جماعت" سے فقط دس کلو میٹر کی دوری پر ہیں، ایسی دسترس والی قوت کی جانب سے زبانی جمع خرچ بھی دشمن کو متواتر تناؤ میں رکھنے کے لیے کافی ہے۔

۹- "لبنانی جماعت" اگر ساز باز کا حصہ ہے تو خنزیری اداروں نے جماعت

کے چنیدہ سربراہان کا اسیسینیشن (خفیہ طور پر گھات لگا کر قتل کرنا) اپنی ترجیح میں کیوں رکھا ہے؟ ساز باز تو قائدین بالا ہی سے طے پاتی ہے!

۱۰- خوں خوار، بے لگام اور سفاک پڑوسی کو برابر اشتعال دلانا سنگین جوکھم ہے؛ لیکن جماعت آٹھ اکتوبر کی صبح سے اسی راہ پر گامزن ہے اور بھاری قیمت بھی چکا رہی ہے۔

نوٹ: مختلف چیزوں کو پڑھنے اور دیکھنے کے بعد ذہن مضطرب تھا، رات کو وظائف کے واسطے سے میں انکشاف حق کی دعا کرکے سویا تھا اور رات بھر طویل خواب اسی خلجان کے ارد گرد جاری رہے؛ مگر واضح نہیں تھا، میں نے خواب ہی میں شکوہ بھی کیا کہ مدعا واضح نہیں ہوا؛ لیکن وہی ابہام خواب میں بھی جاری رہا۔

إلهي أرنا الأشياء كماهي، وأرنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه، وأرنا الحق حقا وارزقنا اتباعه".

مدرسہ: وہ قطعۂ بہشت، زیارت گاہِ ملائک

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۲۴ صفر ۱۴۴۶ھ ۲۹ اگست ۲۰۲۴ء

عباسی خلیفہ ابو جعفر منصور سے کسی نے دریافت کیا کہ اس شان کی جہاں بانی کے بعد بھی آپ کسی لذت کو مس کرتے ہیں؟ بادشاہ نے جواب دیا کہ ہاں ایک حسرت ہے کہ میں چبوترے پر بیٹھتا اور طلبۂ دورۂ حدیث حلقہ گیر ہوتے، یہ سننا تھا کہ مصاحبین اور وزراء زادے دوات و دفاتر کے ساتھ گھیرا بنا کر بیٹھ گئے، ابو منصور جہاں دیدہ تھا، اس نے کھری تشریح کرتے ہوے کہا:

"آپ طالبِ علم نہیں ہیں، طلبہ تو بوسیدہ لباس، شگاف دار پاؤں والے، گیسو دراز، آفاق گرد اور سفیرانِ حدیث نبوی ہوتے ہیں۔"

قيل للمنصُور مرة: «هل بقي من لذات الدنيا شيء لم تنله؟»، فأجاب: «بقيت خصلة، أن أقعد في مصطبة وحولي أصحاب الحديث»، وحين جاء إليه النّدماء وأبناء الوزراء بالمحابر والدفاتر، قال المنصُور: «لستم بهم، إنما هم الدِّنِسةُ ثيابهم، المُشقّقة أرجلهم، الطويلة شعورهم، بُرُدُ الآفاق، ونقلة الحديث» (تاريخ الخلفاء: ۲۱۲)

سورۂ اسراء میں فجر کی قراءت کو متبرک وقت اور لمحۂ زیارت قرار دیا گیا

فہرست⬆

ہے: "إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا" (اسراء:۷۸) مفسرین نے یہاں نمازِ فجر مراد لی ہے؛ لیکن ظاہر ہے کہ "قرآن" کے راست معنی تو تلاوت ہی کے ہیں، یعنی فجر کے وقت کی تلاوت محور ہے، خواہ نماز کے ضمن میں ہو یا خارجِ نماز، نیز اگر کسی کو نماز پر اصرار ہے تو بھی یہاں دو نکتے ابھرتے ہیں: ایک تلاوت کی اہمیت؛ کیوں کہ نماز کو کنایہ کرنے کے لیے ارکانِ نماز میں سے خاص تلاوت ہی کا انتخاب ہوا، دوسرے فجر کے وقت کی خصوصیت۔

اس سیاق سے یہ نتیجہ نکلا کہ فجر کے وقت کی تلاوت فرشتوں کے لیے مرکزی مقناطیس ہے، اس طرح مدارسِ حفظِ قرآن فرشتوں کی دل چسپی کے مراکز اور ان کی ارادت کے اولین حرم ہیں، جہاں طلبہ کو تہجد کے وقت بیدار کر دیا جاتا ہے اور وہ نمازِ فجر تک تلاوت قرآن کا ایک دور مکمل کر لیتے ہیں، قرآن کریم سے صبح نو کا خیر مقدم کرنے والے یہ بچے اور یہ درس گاہیں آسمان والوں کا رشک ہیں، یہ مدارس نجوم ارض ہیں، افلاک ان کی نظر اتارتے ہیں، آفتاب وماہتاب ان کی بلائیں لیتے ہیں، یہی مدارس قطعۂ بہشت ہیں اور زیارت گاہِ ملائک ہیں، راقم نے آیت کریمہ کی دلکشی کو دیکھتے ہوئے یہ زور صرف کیا، ورنہ ترمذی وغیرہ کی روایت میں یہی مضمون بہ تصریح آیا ہے، فرماتے ہیں کہ یہ قدسی مخلوق اپنے پروں کو سرنگوں کرتے ہوئے ان مدارس اور اہل مدارس کو خراج تحسین پیش کرتی ہے۔

فہرست

ناچیز تدریس سے سبک دوش ہونے کے بعد خوردن وخفتن تک محدود تھا؛ لیکن میری اس کاہلی کی شامت بہت جلد آگئی، بڑے فرزند نے اول ودوم کی تعلیم دارالعلوم دیوبند میں بطور سماعت مکمل کی تھی، ریگولر عصری تعلیم کی رفاقت کے لیے داخلے سے گریز کیا تھا، سالِ رواں اس کو بے اے کی ریگولر تعلیم کے ساتھ سالِ سوم درپیش تھا، میری خانماں خرابی اور بدنصیبی کی وجہ سے وہ بھی دیارِ علم سے دور میری معیت میں ہے۔

دارالعلوم کا نصاب دیکھ کر جوار کے ایک ادارے میں داخلہ کرا دیا تھا؛ لیکن مادرِ علمی کے آب شاروں سے سیرابی کے بعد مقامی نلکیاں نارساواقع ہوئیں، ابتدا میں شوخی پر محمول کیا؛ مگر وہ یہ کہہ کر تبدیلی پر مصر ہوگیا کہ کافیہ اور شرح تہذیب تو قطعی ماوراء واقع ہورہی ہیں، کچھ بھی سمجھ میں نہیں آرہیں، یہاں میں نے سپر ڈال دی؛ کیوں کہ میرا بڑا بیٹا بہت ذہین ہے اور پڑھائی کے باب میں ناچیز کا آئینہ ہے۔

وقت کے ساتھ کاروانِ تعلیم آگے بڑھ رہا تھا، کوئی متبادل دست یاب نہیں تھا، آخرش بیٹے کی محبت نے آرام طلب اور کام چور باپ کو یکلخت اٹھا کر بٹھا دیا اور چشم زدن میں ناچیز کا کمرہ مدرسۂ فہیم میں تبدیل ہوا اور میں نے سالِ سوم کی تمام کتابوں کی بسم اللہ کرادی، اب صورت حال یہ ہے کہ ایک مدرس اور ایک طالب علم پر مشتمل یہ بزم درس پورے رنگ وشباب پر ہے، بیٹے کی وجہ سے دل

وجان مصروف عمل ہیں، گہوارۂ علم وفن سے دور اسے سیون سٹار سروس فراہم ہو گئی ہے؛ مگر بندے کو خلیفہ ابو جعفر منصور کی فیلنگ گھیرے رہتی ہے، کام گو کہ سواسیر ہے؛ لیکن کہاں مدرسے کے انوار اور کہاں یہ ظلمتیں! نہ میں مدرس ہوں نہ وہ طالبِ علم!

مدرسہ تو بقعۂ نور ہے، وہ قرآن وحدیث کے زمزمے، فرشتوں کے بوسے، برکتوں کی بارشیں، خدائے برتر کے فخریہ حوالے، مطالعہ وتکرار کی ہمہ ہمی، نمازوں کی آمد ورفت، عصر کی اذان کے مژدے، جمعرات کی رہائی، راتوں کی کتب بینی، سحر کے نالے، درس گاہوں کی تجلیاں، خشک اسباق میں قید صیاد کے احساسات، شگفتہ دروس میں آزاد بلبلوں والی چہک، غرض! کیا کہیں اور کیا نہ کہیں! کس زخم کو سی لیں اور کسے آشکار چھوڑیں!

میں نے اللہ رب العزت کا پتہ قرآن میں تلاش کیا تو مدارس کے حوالے ملے، وہ کہتے ہیں کہ ان مدرسوں کا فیض نہ ہوتا تو اے انسانو! ہم تمھیں گھاس بھی نہ ڈالتے، یہی مدارس ہیں جن کے دوش پر کائنات کا زمانی سفر جاری وساری ہے اور ہمارا ایمان ہے کہ جس دن وہ بساط لپیٹنے کا فیصلہ فرمائیں گے مدارس کا یہ نور قدرتی طور پر بجھ جائے گا۔

غزہ: آتشِ سوزاں اور تیل کا چھڑکاؤ

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۲۵ صفر ۱۴۴۶ھ ۳۰ اگست ۲۰۲۴ء

بڑوں کی نصیحت ہے کہ راکھ میں ہاتھ ڈالنا نادانی ہے، اس میں شعلہ دبا ہوا ہو سکتا ہے، پھر غزہ تو سراپا آتشِ سوزاں ہے، وہاں تو کوئی جوکھم بنتا ہی نہیں، پھر بھی اگر قاتل الاطفال وہاں ہر صبح نیا تیل انڈیل دیتا ہے تو پھر آپ مصالحت، امن اور جنگ بندی جیسی خوش فہمیوں سے باہر آجائیں۔

آپ کو یاد ہوگا کہ جب حضرت ابو بصیر نے قریش کے سفیر کو تہہ تیغ کر دیا تھا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں دوبارہ حاضر ہو گئے تھے تو آپ کا مختصر تبصرہ یہ تھا کہ اگر اس کو چند ہم خیال میسر آجائیں تو جنگ تیار ہے، رسول اللہ ﷺ نے اس ایک جملے میں جنگی فلسفہ بیان کیا ہے، بڑی بڑی خوں ریزی کا نقطۂ آغاز بہت معمولی ہوتا ہے اور عموماً شخصی مفاد اور انفرادی شرارت بڑی جنگ کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔

قاتل الاطفال کو افراد یعنی مغربی ممالک کی پشت پناہی پورے طور پر میسر ہے، خود اس کا ذاتی مفاد اور شخصی بقا جنگ کی توسیع پر موقوف ہے، بابِ فتنہ میں وہ ابلیس کا مشیر ہے، رسول اللہ ﷺ توثیق فرماتے ہیں کہ جنگ تنہا ایک

فہرست ⬆

آدمی ہی بھڑکا لیتا ہے، ان سچائیوں کے بعد آپ کے وہ کیا مستدلات ہیں، جن کا تکیہ آپ کو درپیش جنگ کی نفی والا اعتماد فراہم کرتا؟

بن گویر اب نہیں تو کبھی نہیں کی ایمرجنسی میں ہے، مجھے نہیں معلوم کہ قاتل الاطفال بن گویر کے انتہائی نوعیت کے افکار سے پریشان ہے یا اس کے درون خانہ میں بھی وہی کچھ موجزن ہے؛ تاہم "قبضہ کمپنی" کا سیکورٹی نظام بن گویر کے اشاروں پر مجرا کر رہا ہے، بین الاقوامی اور باہمی دونوں نوعیت کے معاہدوں میں اندرون اقصی یہودی عبادت ممنوع ہے؛ لیکن بن گویر کے چیلنج کے بعد اب اس کی خلاف ورزی روزانہ کی بنیاد پر ہو رہی ہے، شکایت ونوٹس پر سیکیورٹی اہل کار قدیم جملہ دہرا دیتے ہیں کہ کوئی خلاف ورزی نہیں ہوئی اور "اقصی اسٹیٹس کو" باقی ہے۔

میں تو مہدی دور میں کچھ وقت دیکھ رہا تھا؛ لیکن سنگین نوعیت کی تبدیلیوں کا اقصی احاطے تک پہنچ جانا لمحۂ فکریہ ہے، بن گویر کی مذہبی انتہا پسندی اور قاتل الاطفال کی جنگی انتہا پسندی نے منظر نامے کو از سر نو پڑھنے پر مجبور کر دیا ہے، دہائیوں اور سالوں کی تاریخی مسافتیں ہفتوں اور دنوں میں طے ہو رہی ہیں، خاص الخاص قسم کے رموز دیکھتے دیکھتے بدل رہے ہیں، ہر صبح صبحِ جزیرہ ہے، ہر شب، شبِ جساسہ ہے۔

فہرست

مغربی کنارے کا نیا محاذ: یہ اردن کی جنگ ہے

محمد فہیم الدین بجنوری

۲۸ صفر ۱۴۴۶ھ ۲ ستمبر ۲۰۲۴ء

دنیا کو امن معاہدے کا لالی پاپ دینے والوں نے مغربی کنارے میں نیا محاذ کھول دیا ہے، یہاں جنگ کے نام پر یک طرفہ قتل عام کا طوفان بے لگام ہے، غزہ کے برعکس مغربی کنارے میں مظلومین کی کوئی داخلی یا خارجی سرپرستی بھی نہیں ہے، جو کچھ مزاحمت ہے وہ محض جذباتی وایمانی ہے، یعنی بے تیغ ہیں اور ذبح ہو رہے ہیں، کلمۂ توحید کی علم برداری مہنگا سودا ہے، اسی کا خون بہا ادا کر رہے ہیں۔

مغربی کنارہ در اصل اردن ہی ہے، بیس سال وہ سرکاری طور پر اردن میں شامل رہ چکا ہے، اسی لیے اسے غرب اردن یا مغربی کنارہ کہتے ہیں، ۶۷ کے صدمے نے اسے اسرائیلی رحم وکرم کا رہین بنایا، اردن اس خود فریبی میں ہے کہ لڑائی مغربی کنارے تک محدود ہے، ہمارے پاس تو عالمی اور باہمی دونوں معاہدوں کی ضمانتیں ہیں یہ آنچ ہمارے گھروں تک نہیں آئے گی۔

اسی اعتماد واعتبار کے حسین تصورات میں وہ اسرائیل کی بساط بھر خدمت بھی کر دیتا ہے، ماضی قریب میں اسی نے اسرائیلی ہدف والے ایرانی

فہرست⬆

میز ائیل مار گرائے تھے، وہ اس خدمت کو بار بار انجام دینے میں اپنی سعادت مندی دیکھتا ہے، وہ "دلی ہنوز دور است" کے سکر میں مست ہے، شیخ! اپنی اپنی دیکھ والا مسلک اس نے ڈاڑھوں میں دبا رکھا ہے۔

اسرائیل نے پڑوسی ملکوں کے لیے جداگانہ خانے بنائے ہیں اور اپنے برتاؤ میں اس کا لحاظ رکھتا ہے، سعودی عرب سے اسے غائبانہ دوستی مطمئن کر دیتی ہے، دبئی سے بزنس، مصر کو فقط مرعوب رکھنا چاہتا ہے، شام سے معمولی چھیڑ چھاڑ کا تعلق ہے؛ ان سب سے الگ اردن ہے، اسرائیل کو اردن بتمامہ مطلوب ہے، اس کے لیے اس نے مراحل تجویز کیے ہیں، فی الحال مغربی کنارہ کا انخلا در پیش ہے۔

حکومت کے جو کٹر اتحادی اس وقت مغربی کنارے کے تیس لاکھ فلسطینیوں کو اردن بدر کرنے کی باتیں برملا کہہ رہے ہیں انھیں کے پارٹی منشور میں اردن کے مکمل انضمام کی دفعات بھی تحریری صورت میں موجود ہیں، وہ جانتے ہیں کہ گریٹر اسرائیل مجرد قومی خواب ہے، جس کی تعبیر ممکن نہیں؛ لیکن ارض فلسطین کا غصب کام و دہن کے لیے ہرگز تلخ ذائقہ نہیں۔

ان کے تخیل میں لاوارث فلسطینی لقمۂ تر تھے، ان کے تانے بانے میں غزہ کے بیس پچیس لاکھ افراد صحرائے سینا کی طرف پناہ لینے والے تھے اور مغربی کنارے کے تیس لاکھ اردن میں فروکش ہوتے؛ مگر جنھیں آسان ہدف سمجھا گیا

تھا وہ کوہِ استقلال ثابت ہوے، سپر پاور غرور کے لیے رب العالمین نے ایک بار پھر ابابیلوں کو منتخب کیا، ارد گرد کی ریاستی طاقتیں اور ملکی افواج تماشا بین رہیں اور نہتے پروانوں نے مار مار کر ہلکان کر دیا، جنگ کے تازہ آئینے میں ایک جانب پر عزم مزاحمت ہے اور دوسری طرف نیم جان روحِ بد۔

اردن اور مصر ان جاں بازوں کے قرض دار ہیں جنھوں نے گریٹر اسرائیل کا خواب دیکھنے والوں کے لیے ارض فلسطین کو میدانِ تیہ بنایا ہوا ہے، صہیونیت نے مشرق وسطی میں سب کچھ فتح کر لیا تھا؛ مگر ایمان ناقابلِ تسخیر ثابت ہوا، جدید اسلحہ، مزاحمت کی روح سے مات کھا گیا، فلسطینیوں کا صہیونی قوت سے کوئی موازنہ نہیں بنتا؛ لیکن ایمان وہ فرق ہے جسے کوئی طاقت چیلنج نہیں کر سکتی۔

❍❖❍

نمازیوں کی کج روی

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۳۰ صفر ۱۴۴۶ھ ۴ ستمبر ۲۰۲۴ء

بڑے شہروں میں کرسی پر نماز اب معمول کا حصہ ہے، انتظامیہ کی طرف سے کرسیوں کا معقول اور وافر بندوبست رہتا ہے، ہماری مسجد میں بھی فی صف دو کرسیوں کے تناسب سے حی علی الفلاح کا پورا کنارہ از اول تا آخر

کرسیوں کے لیے مختص ہے، معذور یا خود ساختہ معذور افراد ایک جانب کرسیوں پر رونق افروز ہو کر نماز ادا کرتے ہیں۔

کل اقامت کے دوران ایک صاحب کنارے رکھی کرسی کو درمیان صف نصب کر کے بیٹھ گئے، خرقِ عادت کے علاوہ اس میں خرقِ صف کا بھی کچھ شائبہ تھا اور بد نمائی تو بہ ہر حال تھی ہی، پاس والے نے احتجاج کیا؛ مگر وہ مصر رہے اور ایک وقت کے لیے دوبدو کی فضا بھی بنی؛ ہمارے علاقے میں تو کرسی سمیت مسجد بدر ہوتا؛ مگر یہاں خون میں بھی اعتدال ہے، سو مختصر گرمی کے بعد آوازوں کا تبادلہ ماند پڑ گیا اور تکبیر تحریمہ نے رت تبدیل کر دی۔

مسجد میں ناسمجھ بچوں کو نہیں لانا چاہیے، ان کو پارک والی کیاریوں کی فیلنگ آتی ہے اور وہ صفوں کے درمیان کبڈی کھیلتے ہیں، ایک صاحب لائے بھی اور درمیان صف اپنے ساتھ کھڑا کر کے ماحول کو کشیدہ بھی کیا، ہم سایہ بھی سنکی تھا، دونوں تا دیر الجھتے رہے، آخرش سلامِ تحلیل کے بعد امام صاحب نے نکیر کی اور بے شعور بچوں کو لانے پر سخت ناگواری کا اظہار کیا۔

ایک صاحب کو صف اول میں عین امام کے پیچھے نماز پڑھنے کا شوق ہے؛ لیکن حاضری میں سبقت سے قاصر ہیں، اس کا حل ان کے نزدیک رومال میں ہے، ہر نماز کے بعد وہ آئندہ نماز کے لیے اپنے رومال کو خلیفہ و نگہبان بنا جاتے ہیں؛ لیکن تماشا اس وقت ہوتا ہے جب کوئی نو وارد اسی رومال کو مؤذن کی محفوظ

جگہ سمجھ کر رومال سے متصل جگہ پکڑ لیتا ہے، پھر تکبیر کے وقت رومال والی جگہ مؤذن کو چلی جاتی ہے اور وہ صاحبِ رومال پیچ و تاب کھاتے ہیں، ایک دن ایسے ہی موقع پر وہ مؤذن سے الجھ رہے تھے کہ تم الگ سے کوئی علامت مقرر کرو، مؤذن بھی کسی تناظر میں بھرا بیٹھا تھا وہ بھی سیدھا ہو گیا اور اس روز متوازی جملوں نے خوب محظوظ کیا۔

یہاں کا موسم کچھ اس طرح کا ہے کہ فجر کی نماز میں پنکھا متنازع ہو جاتا ہے، بڑی عمر والے ہلکی سردی محسوس کرتے ہیں؛ جب کہ جوان العمر نمازیوں کی خوش گواری میں پنکھا لگتا ہے، ایک صاحب نے خادم کو پابند کیا ہوا ہے کہ ان کی مخصوص نشست کا پنکھا نہ چلائے، لطف کی بات یہ ہے کہ وہ مخصوص جگہ عین تکبیر کے وقت پہنچتے ہیں، باقی وقت دور کرسی پر بیٹھے دیگر نمازیوں اور خادم کے مابین بحث کو انجوائے کرتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ، وغیرہ وغیرہ۔

دارالعلوم اور قربتِ دارالعلوم

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری
سابق استاذ دارالعلوم دیوبند
یکم ربیع الاول ۱۴۴۶ھ ۵ اگست ۲۰۲۴ء

دارالعلوم ہمارا ماہتابِ اعتبار واعتماد ہے، آفتابِ نبوت کی کرنیں اس کے در وبام پر ہمہ وقت عکس ریز ہیں اور ماہتابِ دیوبند ہر دم سرشار ہے، کائنات کا سورج سارے جہان کو روشنی دیتا ہے؛ لیکن اس میں میعادی نقص ہے، آنکھ مچولی کی وجہ سے خلق خدا کی تشنگی بدستور قائم رہتی ہے، دن بھر نہال رکھنے کے بعد سرِ شام خشک بے رخی سے تلخ کام کر جاتا ہے؛ جب کہ دیوبند کا مبدأ فیض متواتر مصروفِ نوازش ہے، یہاں لیل ونہار کا فرق ہے نہ صبح وشام کا، وہ ہیں اور الطاف وعنایات کی بارشیں ہیں۔

دیوبند جنکشن کی منظوری مواجہہ شریف سے لی گئی تھی، بانیانِ نودرہ نے مدینہ منورہ کی گلیوں میں دیوانہ وار گشت لگائے، جوار شریف میں مراقبے کیے اور اشاروں کے عقدے کھولتے ہوئے دیوبند میں خیمہ زن ہوئے، الہام ومنام کے سنگم نے رہبری کے باب میں تاج دارِ مدینہ کی نمائندگی کی اور رواقِ فلک کو شرم سار کرنے والا علمی وروحانی پاورہاؤس اس معمولی بستی میں جلوہ گر ہو گیا۔

فہرست⬆

نبوی آب شار کی پنہائیوں میں بہنے والے لعل و گوہر دیوبند پڑاؤ میں درخشاں ہوتے ہیں، جعلی حوالوں کی گرم بازاری کے تناظر میں تجدیدِ توثیق سے بہرہ ور ہوتے ہیں، یہاں رسول اللہ ﷺ کے نمائندے ان کو جانچ پڑتال سے گزارتے ہیں، رب العالمین کی نیابت میں دستخط کرنے والے تصویب کرتے ہیں اور اس طرح اسلامیانِ برصغیر کا کاروانِ علم و عمل تازہ، مستند، رواں دواں اور سداجواں قرار پاتا ہے۔

بارگاہِ نبوت سے اہلِ دیوبند کو جو ذمہ داری عطا ہوئی ہے، وہ اسے رشک قرونِ اولی کے معیار پر نبھا رہے ہے، علمائے دیوبند صحابہ و تابعین کے خلف الرشید ہیں، اس منصبِ عالی کے فرائض و تقاضے ان کی زندگی کی ترجیح ہیں، وہ غالیوں کی تحریف، باطل پرستوں کے جھوٹ اور جاہلانہ تاویلات کے راستوں سے اٹھنے والے ہر سیلاب کے سامنے سد سکندری ہیں۔

صحابہ شمع نبوت کے پروانے تھے، رسول اللہ ﷺ ان کی جلوت تھے اور خلوت بھی، وہی ان کی شام تھے اور وہی سحر بھی، ان میں بھی بعض کو نسبتِ حب میں مقامِ خاص حاصل تھا، جیسے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ؛ مگر دین کے تقاضوں کو ذاتی تعلقات پر ترجیح دینا اسلام کا ڈسپلن ہے؛ آخر ش مشکل وقت آیا اور معاذ بن جبل کو یمن کے لیے رختِ سفر باندھنا پڑ گیا، مشایعت میں رسول اللہ ﷺ بنفس نفیس قدم رنجہ تھے۔

فہرست

رسول اللہ ﷺ کو اندازہ تھا کہ اس دنیائے آب و گِل میں یہ آخری ملاقات ہے، دینی رشتے میں نزدیکی اور دوری کے معانی کو بیان کرنے کا یہ درست موقع تھا، آپ نے تمہید قائم کرتے ہوے فرمایا کہ ممکنہ طور پر یہ ہماری آخری ملاقات ہے، اس کے بعد تمھاری حاضری میری مسجد اور قبر پر ہوگی، یہ جملے ناقابلِ برداشت تھے، حضرت معاذ رو دیے، آپ نے مصلحت میں رخ مبارک پھیر کر فرمایا کہ معاذ میری نزدیکی اور دوری کے حسی معانی ثانوی درجہ رکھتے ہیں، متقی لوگ ہی میرے ہم نشین ہیں، خواہ وہ دور افتادہ علاقوں میں ہوں۔

مادرِ علمی جو کہ رسول اللہ ﷺ کا آئینہ اور آپ کے فیوض کا حسین ترین عکس ہے، اسے بھی شمع کی حیثیت حاصل ہے، اختتامِ سال رختِ سفر باندھنے والوں کے جذبات حضرت معاذ کی یاد تازہ کرتے ہیں، سامان بدوش جب آخری بار سیر چشم ہوتے ہیں تو ہر ضبط بکھر جاتا ہے، سسکیاں نکل جاتی ہیں، ہچکیاں بندھ جاتی ہیں اور دہاڑے مار کر جان کی امان لیتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کا درج بالا نظریہ انھیں عشاق سے مخاطب ہے، وہ فرماتے ہیں کہ دین اور علم دین مادر علمی کا عَلَم ہے تم اسے جہاں نصب کروگے، دارالعلوم کو وہاں پاؤ گے، قال اللہ اور قال الرسول کی شمع روشن کرو، قرآن وسنت کی بزم سجاؤ، خود کو اندرونِ احاطہ دیکھو گے، تمھیں دارالحدیث نظر آئے گی، مسجد رشید کے مینارے روبہ رو ہوں گے، مسجد قدیم نظر نواز ہوگی، مسجدِ چھتہ

رعنائی لٹائے گی، احاطہ قدیم کی روحانیت کا تجربہ ہو گا، شیخ الہند عمارت کی آغوش محسوس ہو گی۔

راقم دارالعلوم کے فراق میں ہے؛ لیکن ڈھائی ہزار کلومیٹر کی دوری اس وقت سمٹ جاتی ہے جب علم و فکر اور دین و عمل کی کوئی لہر انگڑائی لیتی ہے، اس وقت تمام حجاب اٹھ جاتے ہیں اور میں خود کو رسول اللہ ﷺ کے مثالی معانی میں کھینچے ہوے دائرے یعنی نو درے میں کھڑا پاتا ہوں اور جب عالمِ مثال میں رسول اللہ ﷺ سے عرض کرتا ہوں کہ کچھ عطاء فرمائیں تو جواب آتا ہے کہ جو کچھ ملا ہے وہ سب ہماری ہی بخشش ہے، دارالتفسیر کے گنبد اور دارالحدیث کی پر شکوہ قامت سے جو نور چھَن کر تمھارے قلب پر دست دے رہا ہے وہ ہماری کرنوں ہی کا پرتو ہے۔

❍❖❍

نوحۂ غزہ

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۳ ربیع الاول ۱۴۴۶ھ ۷ ستمبر ۲۰۲۴ء

غزوۂ احد کا صدمہ بجلی بن کر گرا تھا، مدینہ منورہ کی فضا گہرے سوگ میں ڈوب گئی تھی، رسول اللہ ﷺ نے ایک انصار گھرانے سے رونے کی آوازیں

سنیں تو پیارے چچا سید الشہداء حضرت حمزہ یاد آ گئے، آپ نے غم کے شدید تاثر میں فرمایا کہ حمزہ کے لیے رونے والے بھی نہیں، آپ نے یہاں ماتم، سینہ کوبی اور جاہلیت والے نوحے سے خالی اظہار غم مراد لیا ہے، معلوم ہوا کہ اللہ کے نام پر جان دینے والوں سے لاتعلقی اور ان کی قربانیوں کو ذاتی غم اور شخصی مصیبت کی طرح محسوس نہ کرنا جفا ہے، اور ایسے مواقع پر صورتِ دل گیر بنالینا بھی ایمان ہے۔

دنیا چھ یہودیوں کی موت کے سوگ میں غرق ہے، ان چھ اموات کو بین الاقوامی المیہ بنادیا گیا ہے، جب کہ اسی روز انتالیس معصوم فلسطینی بے رحمی سے قتل کیے گئے، ان کے خون کا کوئی ذکر نہیں ہوا، پھر انتالیس ہی کیوں! ہماری گردنوں پر انتالیس ہزار جانوں کا نوحہ قرض ہے، گویا رسول اللہ ﷺ فرما رہے ہیں کہ چھ اسرائیلیوں کے ماتم گروں نے آسمان سر پر اٹھا لیے ہیں اور میرے چالیس ہزار شہید امتی لاوارث اور یتیم ہیں، ان کو رونے والا کوئی نہیں، چلو ہم لبیک یارسول اللہ کہتے ہیں۔

ہائے وہ چالیس ہزار نفوس! بے قصور و معصوم، ننھے و بے ضرر، پاکیزہ روح، صدق وصفا کے علم بردار، حسن و جمال کے پیکر! اے سفاک بدروح! تجھے پھولوں پر ترس نہیں آیا، تو نے کلیوں کو مسل دیا، چمن کے چمن اجاڑ دیے، آشیانے خاکستر کر دیے، گلزاروں کو آتش کدوں میں بدل دیا، زندگی کی رنگینی کو

موت کی وحشت بنا دیا، رونقیں اجاڑ دیں، ایک خوب صورت جنت نظیر خطے کو جہنم نما کر دیا!

آہ وہ سترہ ہزار پھول! جو ابھی کھلے بھی نہیں تھے، کتنے خواب تھے ان معصوم آنکھوں میں، کس درجہ خوب صورت تھا وہ بچپن، ان کے شگفتہ رخسار گلوں کو شرماتے تھے، ان کی معصومیت میں کتنا دلار تھا، وہ گلاب نما چہرے کتنے پیار بھرے تھے، ان کی کلائیاں موم تھیں، ان کے پاؤں -جو ہنوز باہر نہیں گئے تھے- برف کے گولے تھے، ہائے خدا! اس خوں ریز نے تیری مخلوق کا معصوم بچپنا قتل کر دیا!

اف وہ غزہ کی بھری جوانی! جسے ابھی سیر عالم در پیش تھی، جس کی امنگوں نے ابھی انگڑائیاں لی تھیں، جس کی آنکھوں کے خواب تعبیر کی جستجو میں نکلنے والے تھی، جس کے بازوؤں کو فضاؤں کی تسخیر کرنی تھی، جس کے ارادوں کو پہاڑوں سے ٹکرانا تھا، جس کے حوصلے سمندروں کی وسعتوں کے لیے چیلنج تھے، جسے نئے افلاک ڈھونڈ نکالنے تھے، جس کی کمند کے لیے کتنے ہی ماوراء حقائق جھانک رہے تھے، جس کی لیاقتوں کو نئی ایجادات تک رسائی لینی تھی اور جس کی شادابی سے دنیا کی رعنائی تھی، اے خوں خوار درندے! تونے ایسی رشکِ جہاں جوانی کو خاک وخون کر دیا!

اور وہ ضعیف العمر جن کی زندگی کا سرد و گرم انسانی حیات کا متاع عزیز

تھا، جو کاروان ابن آدم کی راست روی کے ضامن تھے، جن کے تجربات دنیا کے حسن کو نکھارنے والے تھے، جن کی باقی ماندہ سانسیں تہذیب وتمدن کی امانت تھیں، جو انسانیت کے کشکول کو زیرِ بار کرنے والے تھے، جو زمانے کے فیض یاب تھے اور اب اس کے احسانات کا تشکر ادا کرنا چاہتے تھے، جو دوڑتے دوڑتے تھک گئے تھے اور اب آرام کرنا چاہتے تھے، ظالموں نے ان کی بوڑھی آرام گاہوں کو بھی قتل گاہ بنادیا!

مائیں اور بہنیں، بیٹوں اور بھائیوں کو رویا کرتی ہیں؛ لیکن بزدلی کی روایات مختلف ہیں، ہم زندہ ہیں، غزہ کی مائیں اور بہنیں سبقت لے گئیں، ان کے نصیب میں قربانی آئی اور ہمارے حصے میں ماتم، ایک وقت تھا جب بہن نے وامعتصماہ! پکارا تھا اور براعظموں کی دوریاں سمٹ گئی تھیں اور معتصم کی تلوار اسی وقت میان میں واپس آئی جب اس بہن کی عزت بحال ہوئی، غزہ میں وہ مائیں اور بہنیں تہہ تیغ کردی گئیں جن کی آبرو ہمارا فریضہ تھا اور جانیں ہماری ذمہ داری تھیں، خدایا ہمیں معاف فرما اور اس گریہ وزاری کی دستاویز کو ہمارے ایمان کی سند کے طور پر قبول فرما!

وقف قزاقی بل (۱)

ملی واجتماعی امور میں پیچھے رہنا نفاق ہے

وَإِذَا كَانُوا مَعَهُ عَلَى أَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوا..(نور: ٦٢)

محمد فہیم الدین بجنوری

۴ ربیع الاول ۱۴۴۶ھ ۸ ستمبر ۲۰۲۴ء

آیت کریمہ میں صحابہ کو گوش گزار کیا گیا کہ اجتماعی امور میں پیش پیش رہنا مؤمنین کی شان ہے، ملی اہمیت کے معاملات میں سستی نفاق ہے، اگر واقعی عذر ہو تو باقاعدہ امیر سے اجازت لو، پھر اجازت کی صورت کے لیے آیت کے آخر میں استغفار کی تلقین سے اشارہ دے دیا کہ عذر خواہی ناپسندیدہ موقف ہے اور دوم درجے کی بات ہے، اجتماعی امور میں تو حاضر باشی ہی مطلوب ہے۔

"وقف قزاقی بل" کی مدافعت بھی ملی اور اجتماعی فریضہ ہے، یہ دشمن حکومت کا دہرا حملہ ہے، ایک طرف وقف ایک شرعی مسئلہ ہے تو یہ شریعت پر نقب زنی ہے اور دوسری طرف وقف مسلمانوں کی بہبود کا پروگرام ہے؛ اس لیے مادی ضرب بھی ہے، اس تناظر میں ملت اسلامیہ کا جذبۂ مزاحمت بھی دو آتشہ ہونا چاہیے، ان کی شریعت کو مداخلت اور مالیہ کو ڈاکہ درپیش ہے۔

فہرست⬆

میرے سسر صاحب کی تخم ریزی میں پچاس نفر ہو گئے ہیں، یہ تعداد اس وقت علم میں آئی جب ایک خاندانی دعائیہ مجلس کے بعد دعا گو ہی سے آئس کریم کا مطالبہ ہوا اور پچاس کے عدد نے نصاب پورا کیا، یہ پچاس نفر کم و بیش روزانہ میرے گھر کا ایک گشت لگا لیتے ہیں؛ اہلیہ ان کی چھوٹی اولاد جو ہے اور پندرہ سال کی تلافی بھی پیش نظر ہے، یوں مجھے درجنوں میل کرنے کا موقع ملا، پس! خود میل کرو، اہل خانہ میں ہر صاحب ای میل سے میل کراؤ، پڑوس کی خبر لو، اقارب کو متوجہ کرو، غرض! ای میل تحریک ہی کو دشمنوں کے لیے الارم بنادو۔

❍❖❍

وقف قزاقی بل (۲)

وفی سبیل اللہ ما لَقِیتِ

محمد فہیم الدین بجنوری

۵ ربیع الاول ۱۴۴۶ھ ۹ ستمبر ۲۰۲۴ء

انگلی کٹا کر شہیدوں میں شامل ہونا بذات خود بڑی بات ہے اور ہمارے حوصلوں سے ماوراء ہے، ہمارے لیے رعایت منظور ہوئی، ہمیں انگلی کٹانے کی ضرورت نہیں، انگلی کو حرکت میں لانا بھی مقبول ہے، موبائل اٹھائیں، انگشت کو چند کلک سے گزاریں، وقف قزاقی بل کے خلاف احتجاج درج کرائیں اور فی سبیل

فہرست⬆

اللہ کو انجوائے کریں۔

رسول اللہ ﷺ کی مبارک انگلی خون آلود ہو گئی تھی، آپ نے استعارے کی زبان میں انگلی سے خطاب کیا اور اسے راہِ خدا کا مژدہ سنایا، در پیش بل خطرے کے خلاف مورچہ بندی بھی فی سبیل اللہ ہے، اس کی زحمتوں کو ذخیرۂ آخرت سمجھیں۔

ہم مقدور بھر حرکت و عمل کے مکلف ہیں، نتائج کے لیے جواب دہ نہیں ہیں، جنگ ایک قسم کی ڈول ہے، اس میں باری والی ترتیب نظام قدرت ہے، یہی کیا کم ہے کہ "بل اشتعال" نے صور پھونک دیا ہے، مردہ ملت میں رمق دیکھی گئی ہے اور اس کی صفوں میں ہیجان واضطراب آیا ہے، این آر سی کے بعد قومی وجود کو در پیش چیلنج سے متعلق پیغام فرد افرد اوصول کیا جارہے ہے۔

ایک بار پھر موٹا بھائی تاریکی میں غلط گھوڑے کھول لایا ہے، اس کا اسلامی مطالعہ محدود ہے، اس لیے کم زور پوائنٹ کی تشخیص سے عاجز ہے، اسلام کے اندرونی رجحانات کی خلیج سے بھی واقف نہیں؛ اس لیے ہدف کی تنقیح نہیں کر پاتا، خنجر آزمائی بلا تفریق کر بیٹھتا ہے اور سوئی ہوئی ملت کو بیدار اور بکھرے شیرازے کو متحد کر جاتا ہے، این آر سی ایڈوانچر کے بعد وقف قزاقی بل کے خلاف نیا انتفاضہ دستک دے رہا ہے۔

میلاد النبی

بلاشبہ میلاد النبی کے قائلین عشاق رسول ہیں، جامِ عشق کا سرور چڑھ گیا ہے، ضبط ٹوٹ گئے ہیں اور ساغر چھلک رہے ہیں؛ تاہم میلاد النبی کے مانعین زیادہ گہرے عشاق ہیں، انھوں نے بھی خم کے خم پیے ہیں؛ مگر ان کا تابِ ضبط نا قابلِ تسخیر رہا، ان کے ایک ہاتھ میں جام ہے اور دوسرے ہاتھ میں سندانِ عشق اور یہی باکمال ہیں جو جام وسندان کے کھیل میں توازن رکھنا جانتے ہیں۔

ہر دو قسم کے فتاوی عشق نبی پر مبنی ہیں؛ لیکن بدعات وخرافات کے بے سمت طوفان نے ثابت کر دیا کہ مانعین کی نگاہ دور رس اور فکر بالغ وپختہ تھی؛ جب کہ قائلین کا یہ اندازہ کہ عوام کو سیرت کی تربیت فراہم ہوگی غلط ثابت ہوا، تربیت اور ربط تدریجی عمل ہے، اس کے لیے طویل المیعاد منصوبہ درکار ہے، جو مانعین کے پاس ہے، وقتی پروگرام حباب ہوتا ہے، جس کی کوئی حیات نہیں ہوتی۔

نوٹ: یہاں میلاد النبی کے قائلین سے وطن عزیز کا خرافاتی طبقہ مراد نہیں ہے؛ بل کہ مذاہب اربعہ کے وہ اساطین امت مراد ہیں جنھوں نے میلاد کے جواز کا فتوی دیا ہے اور جن کی علمی رفعتوں کے ہم باج گزار ہیں۔

فہرست⬆

سیرتِ تقدس (۱)

محمد رسول اللہ ﷺ بحیثیت خاوند

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۶ ربیع الاول ۱۴۴۶ھ ۱۰ ستمبر ۲۰۲۴ء

فہم و فراست اور عقل و خرد کے بادشاہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دو بیویوں کی بہ نسبت دو سلطنتوں کو سنبھالنا آسان تر ہے، ان کی وصیت میں – بلاضرورتِ شدیدہ – ایک سے زائد نکاح سے گریز کا مشورہ درج ہے، اس ذیل میں آپ اس ہستی کے اخلاقی ظرف کا اندازہ لگائیں جن کے حرمِ نکاح میں بہ یک وقت نو ازواج موجود رہیں، ان کے مابین معاصرت بھی تھی، رقیبانہ جذبات بھی تھے، کشیدگی بھی ہو جاتی تھی؛ حتی کہ جداگانہ نمائندگی والے دو خیمے بھی تھے؛ مگر یہ چیزیں "خلق عظیم" پر وقتی و عارضی طور پر بھی اثر انداز نہ ہو سکیں۔

دشمن تاریخ نے حرمِ نبوی کی معاشرت میں نکتہ چینی کا مواد ناگزیر طور پر تلاش کیا؛ لیکن نامرادی مقدر ہوئی، زد و کوب کا تو کیا تصور ہوتا! تلخ کلامی بھی محفوظ نہیں، خانۂ رسالت نے ازدواجی پیار و محبت کو جدید معانی عطا کیے، ازواج کی باہم چپقلش، حریفانہ شکر رنجی اور مسابقتی کشاکشی کے علی الرغم خوش گوار زوجیت نے نئی بلندیوں کا تجربہ کیا، ان کے برتاؤ میں آب گینوں کا لحاظ تھا،

فہرست ⬆

معاشرت میں حد درجہ ایثار تھا، زنان خانہ بے لوث ماحول کے زیر اثر جنت نظیر تھا، ہر زوجہ مراعات یافتہ محسوس کرتی تھی، ہر بیوی کو رعایت واستثنا کا گمان ہوتا تھا، رسول اللہ ﷺ کے گھریلو طرزِ زندگی کے آئینے میں، عورت کی غلامی کے دور نے عورت کی عزت وحرمت کا لازوال سنگِ میل دیکھا۔

اتنا ہی نہیں آپ نے ازدواجی معاشرت کی خوبی کو بزرگی اور پارسائی کے معیار کی حیثیت سے متعارف کرایا، آپ نے فرمایا کہ زنان خانے میں جس کی معاشرت بہتر ہے؛ عند اللہ وہی افضل اور بزرگ ہے: "خیرُکم خیرُکم لأَهْلِهِ وأنا خیرُکم لأَهْلي" (ترمذی:۳۸۹۵)، آپ نے گھریلو تشدد پر بھی گفتگو فرمائی، اس بابت آپ نے مردوں کی شرافت کو مخاطب بنایا، آپ نے فرمایا کہ عورتوں پر دست درازی کرنے والے کم ظرف ہیں، شریف طبع شوہر یہ حرکت نہیں کریں گے: "لقد طافَ الليلَةَ بآلِ محمَّدٍ نساءٌ كثيرٌ ، كلُّهُنَّ تشكو زوجَها مِنَ الضَّرْبِ ، وأيمُ اللهِ لَا يَجِدونَ أولئك خيارَكُم" (ابوداؤد:۲۱۴۶)

آپ ازدواجی معاشرت کی اہمیت کو تعلق زن وشوئی کے دائرے تک لے گئے اور جنسی زیادتی کو موضوع بنایا، آپ کنواری دوشیزہ سے زیادہ حیادار تھے؛ لیکن نازک آبگینوں کی حفاظت کے خیال نے آپ کو پردے کے موضوعات پر انتباہ کے لیے مجبور کیا، فرمایا کہ اپنی بیوی کے ساتھ جنسی زیادتی کا مرتکب، جنسی شذوذ اختیار کرنے والا اور غیر فطری عمل انجام دینے والا ایک

طرح سے میری تعلیمات کے تئیں کفر کا مجرم ہے، اس موقع پر آپ نے ذاتی نوعیت کا سیاق اختیار کرتے ہوے اپنے نام کی تصریح کے ساتھ ارشاد فرمایا کہ اس نے محمد -ﷺ- کے لائے ہوے دین کے ساتھ کفر والا برتاؤ کیا: ”من أتى كاهِنًا فصدَّقَه بما يقولُ أو أتى امرأتَه حائضًا أو أتى امرأتَه في دُبرِها فقد برِئَ ممَّا أنزِلَ على محمَّدٍ صلَّى اللَّهُ عليهِ وسلَّمَ“ (ترمذی:۱۳۵)۔

❍❖❍

سیرتِ تقدس (۲)

عشقِ نبی: کمالِ ایمان کی لازمی شرط

محمد فہیم الدین بجنوری

۷ ربیع الاول ۱۴۴۶ھ ۱۱ ستمبر ۲۰۲۴ء

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو کچھ کنفیوژن تھا کہ وہ صراطِ حبِ رسول میں ایک قدم کوتاہ ہیں، کہنے لگے: حضور! ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ماں باپ اور آل و اولاد کی نسبت تو آپ ہی مقدم ہیں؛ لیکن عزیز از جان والی بات محل نظر ہے، جس صفائی سے حضرت عمر نے اپنی صورت حال رکھی تھی، سرکار کا جواب بھی اسی شان میں رونما ہوا، آپ نے واضح کر دیا کہ عزیز از جان بھی کمال ایمان کی لازمی شرط ہے، اس میں کوئی رعایت یا استثناء ممکن نہیں، یہ جملہ برق بن کر گرا

فہرست⬆

اور حضرت عمر کا کنفیوژن دور ہو گیا، افاقہ اس تاثر پر ہوا کہ جان بھی قدموں میں ہے، سرکار نے مجلس ہی میں کمال ایمان کی سند عطا کی۔

دل متضاد کوائف کا متحمل نہیں، اس میں نجاست وطہارت دونوں بہ یک وقت فروکش ہوں ناممکن ہے، اسی لیے آلودہ قلوب کی صفائی کے نصاب واسباب کی نشاندہی کی گئی، حکیم ازل نے قرآن کو شفا سے تعبیر کیا، خود اپنے پاک ناموں کی تسبیح کو متاع صیقل بنایا، عشق نبی اس باب کا گوہر نایاب ہے، یہ جام جتنا پرکار ہے، اتنا ہی زود اثر بھی ہے، عاشق رسول براق کی رفتار لیتا ہے اور چشم زدن میں ایمان کی سیڑھیوں کو طے کرتا ہوا اوجِ کمال پر فائز ہو جاتا ہے، اس شراب طہور کا اثر دو آتشہ ہے، یہ بہ یک وقت مے خانے کی آلودگی کا تریاق بھی ہے اور اس کی آب وتاب کا طلسم بھی۔

صحابہ کی مسیحائی اسی عشق نبی کے ہاتھوں ہوئی، ان کے قلبی طاقچوں میں چراغ حب نبی فروزاں ہوا اور لوحِ دل پر داغِ غمِ عشق رقم کر گیا، وہ سب دریائے محبت کے ماہیٔ بے آب تھے، منظر کشی کرنے والوں نے ان کو مرغِ بسمل کے خاکوں میں پیش کیا، وہ شمع رسالت کے فدائی پروانے تھے، وہ جب یہ کہتے تھے کہ جنگ کی صورت میں ہم آپ کے چاروں سمت حصار نما لڑیں گے تو پھر وہ اس دعوے کی تصدیق اپنی جانوں کے نذرانوں سے کرتے تھے، وہ ہدفِ نبوت کے وقت مجسم ڈھال بن جاتے تھے، رسول اللہ ﷺ کے تحفظ کے لیے وہ حفاظتی

آلات کے بھی محتاج نہ تھے، ان کے سینے بذات خود استعارۂ دفاع تھے۔

عشق نبی کے اسی سیاق میں رب العزت کا مطالبہ آیا کہ ایمان کا دعوی رکھنے والو! یہ صحابہ معیارِ ایمان ہیں، اگر تم سچے ہو تو ان پروانوں کی ادائیں اختیار کرو، جس طرح شمع رسالت کے لیے وہ بیتاب تھے، تم بھی وہی صورت بناؤ، عشق نبی نے ان کے نہاں خانوں میں صور پھونکا تھا، تم بھی یہی نسخہ دہراؤ، وہ جام محبت پی کر سرشار ہوے تھے، دوہزار چوبیس والو! وہی جام پھر سے ٹکراؤ، درسِ عشق نے ان کے لیے عالمی طاقتوں کو تارِ عنکبوت بنادیا تھا، اسلامیانِ ہند بھی اسی سبق کو پھر پڑھیں، محبت نے انھیں وہ جھاڑو ہم دست کی تھی جس کے سامنے افواج عالم مجرد جالے ثابت ہوے، اے ملت اسلامیہ ہند! وہی سرور عشق زندہ کرو، نظام سنگھ جالے سے بھی کم ثابت ہوگا، عشق شرط ٹھہری ہے؛ اس کے بغیر اگر عمر فاروق ناتمام تھے تو ہما شما کس شمار میں ہوسکتے ہیں؟ مسلمان کہلانے کے لیے آزاد ہو؛ مگر مؤمن کے لیے شرط عائد ہے، وہ فرماتے ہیں:

”لا يُؤْمِنُ أحدُكم حتى أكونَ أحبَّ إليه من ولدِهِ، ووالدِهِ، والناسِ أجمعينَ“ (بخاری:۱۵)۔

حضرت مولانا کلیم صدیقی صاحب دامت برکاتہم کی اسارت

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۷ ربیع الاول ۱۴۴۶ھ ۱۱ ستمبر ۲۰۲۴ء

حضرت مولانا دامت برکاتہم کے طریقۂ کار پر بعض آراء کو تحفظات رہے ہیں؛ وہ آراء جذبۂ اخلاص پر مبنی تھیں؛ یہ بھی بعید نہیں؛ لیکن حضرت داعیِ حق بر حق تھے اس پر آج مہر لگ گئی، گذشتہ کل ہی ملت اسلامیہ کی فضا سوگوار ہو گئی تھی؛ جب کہ سزا میں نسبتا کمی کے خیالات سے دلوں کو بہلانے کی گنجائشیں تھیں، پھر آج جب انتہا درجے کی سزا کا اعلان ہوا اور گرفتای عمل میں آئی تو اسلامیانِ ہند کی چیخیں نکل گئیں، یہ صفِ ماتم ان کی عند اللہ قبولیت اور عند الناس محبوبیت کی ناقابل تردید سند ہے۔

وہ شر کو خیر کا ذریعہ بنالیتا ہے، ناگوار صورت حال میں خوش گواری ایجاد کرتا ہے، دشواری کی کوکھ سے آسانی کو جنم دیتا ہے، اپنی پالیسیوں کا وہ خود ہی موجد ہے اور خود ہی واقف کار، زبانِ خلق نے اپنے نقارے سے نوید کی ضمانت فراہم کر دی ہے، صبح بہار سے سرگرم ان کے کاروانِ دعوت کو ایک وقفہ ضرور

فہرست⬆

پیش آیا ہے، یہ بھی درست ہے کہ شب کی تاریکی نے ان کے مشن کے شفق ابیض کو آج اپنی کالی گھٹاؤں میں چھپالیا ہے؛ لیکن رات بہ ہر حال رات ہے، اس کی تیرگی کے پاس نمود سحر کو روکنے کا کوئی انتظام نہیں۔

اساطین امت کہتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل کا فقہی رتبہ باقی تینوں ائمہ کی نسبت کم تھا، اس کے بر عکس حدیث میں فنی لحاظ سے وہ باقی تینوں ائمہ سے فائق تھے، حدیث میں ان کی امامت کا کوئی چیلنج نہیں تھا؛ مگر فقہی امامت کے لیے متعدد امیدواریاں مقدم تھیں، اسی اثناء میں مسئلہ خلق قرآن پیش آگیا اور اس فتنے کی مزاحمت کی قیادت آپ کے نصیب میں آئی، وہ آتش نمرود میں بے خطر کود پڑے، نفس و نفیس سمیت سوختۂ حیات داؤ پر لگا دیا، یہ رب العالمین کی آزمائش تھی، باہر آئے تو ان کی سرخ روئی نے امت محمدیہ کو چوتھا امام عطاء کیا۔

حضرت مولانا نے آج برصغیر کی بزم اسلام لوٹ لی، یہ سچ ہے کہ انھوں نے قید وبند کی صعوبتوں کا خیر مقدم خندہ روئی سے کیا ہے؛ مگر ان کو رخصت کرنے والے دل گیر بھی ہیں اور آب دیدہ بھی، ان کی اس مؤمنانہ ادا نے مسلمانوں کو بسمل بھی کیا اور سرشار بھی، آج وہ کروڑوں دلوں کی دھڑکن ہیں، وہ ظاہری طور پر دشمنوں کی گرفت میں ہیں؛ مگر روحانی طور پر وہ ہر کلمہ گو کے مصاحب ہیں۔

آج وہ مساجد میں ہیں، مدارس میں ہیں، خانقاہوں میں ہیں، مراکز میں

ہیں، گھروں میں ہیں، محلوں میں ہیں، قریوں میں ہیں، شہروں میں ہیں، مجالس میں ہیں، ملاقاتوں میں ہیں، جلوتوں میں ہیں، خلوتوں میں ہیں، عبادتوں میں ہیں اور دعاؤں میں ہیں، آج مولانا ہیں اور ان کی دعوت ہے، باقی تمام حوالے محجوب بھی ہیں اور شرم سار بھی۔

محبوبِ یگانہ ویکتائے زمانہ

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۸ ربیع الاول ۱۴۴۶ھ ۱۲ ستمبر ۲۰۲۴ء

آج خامۂ جنوں اپنی انا کی تسکین چاہتا ہے، طائرِ بے پر اعجاز نمائی پر بضد ہے، جذب وشوق وارافتہ ہے، شیفتگی خود سر ہے، وفورِ جذبات بندِ ضبط پر بھاری پڑ رہا ہے، عالمِ بے خودی میں عقل وخرد لاپتہ ہے، ذہن وقلم کے مابین خلیج گہری ہو گئی ہے، آئینۂ حسنِ ازل کی نقاب کشائی کا لمحہ سنسنی خیز ہے، ماہ رخ کی تقریبِ یاد ہیجان انگیز ہے، مقامِ محمدی کو خراج محبت پیش کرنا انسانی لیاقت کی سب سے بڑا چیلنج ہے اور اس باب کی سرخ روئی آخری درجے کی سوغات ہے۔

عشاق کا مدحت کدہ نجدیوں کو راس نہیں آیا، ان کی یہ غلط فہمی روزِ ملاقات سنگین ثابت ہو گی، وجد سے محرومی نے سلفیوں کو برکتوں سے دور کر دیا

ہے، وہ راہ ورسم وفا میں نارسا ثابت ہوے، وہ ایک خشک اور بے رنگ علم متواتر لہرا رہے ہیں اور اس پر شریعت کے لیبل کا دھوکہ بھی رکھتے ہیں، نجد کے ساتھ وجد بھی درکار ہے، صحابہ کی ادائیں ہر دوور اثتوں کی امین ہیں، ان کا حسن صدائے ساز ہے، اس پر وجد وحال اور رقص وسرود کا طاری نہ ہونا منافی معرفت ہے۔

ہر تاثر کو مبالغہ آمیزی کہنا، ہر خراج میں حد سے تجاوز نظر آنا، ہر عقیدت پر اطراء کا انطباق؛ عرفان محبت میں تہی دامنی اور جاگیر عشق سے محرومی کی نشانیاں ہیں، ہمیں معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اطراء پر انتباہ دیا ہے؛ لیکن اسی حدیث میں تشبیہ کے ذریعے اطراء ممنوع کے خدوخال واضح بھی کیے ہیں، فرماتے ہیں کہ میرے ساتھ عیسی بن مریم والا برتاؤ نہیں کرنا، انھوں نے ابن مریم کو خدا اور ابن خدا قرار دیا، میری توصیف میں اس سرخ لکیر کا خیال رکھنا۔

آیتِ درود باب نعت میں مینارۂ نور ہے، خالق کون ومکاں نے بزم صلاۃ وسلام سجائی ہے، وہ رحمتوں کا سائبان پھیلاتا ہے، خصوصی بخششوں کو رم جھم کرتا ہے، فرشتوں کے درود وسلام کا مژدہ سناتا ہے، درود وسلام کی معطر فضا بنانے کے بعد تمام جن وانس کو مخاطب بنا کر کہتا ہے کہ اے امتِ ثقلین! افلاک و ارضین پر محیط گل زارِ درود میں اپنے گلوں اور پھولوں کو شامل کرو، گل دستے آراستہ کرو، پھر اسی محفل طرب میں نکہت ونور کے مزے لو۔

فہرست⬆

ان کی شان کا بیان ماوراہے، ہم کیا مبالغہ کر سکتے ہیں؟ ہمارے مضامین کی معراج حضرت حسان کی مصوری کی خاکِ پا بھی نہیں، آج کے شاہانِ سخن قصیدہ بردہ نظم کر سکتے ہیں؟ علامہ بوصیری کی مدح سرائی کے جادو سے آنکھ ملانے کی ہمت کس نعت گو میں ہے؟ وہ تو نعت نگار کو چادروں اور کملیوں سے نوازیں اور آپ اس میں منکر دیکھتے پھریں! بعد از وفات بھی یہ معجز نمائی جاری رہے، انھوں نے خواب میں علامہ بوصیری کو چادر شفاعطا کی، صبح کو کملی بدستور موجود تھی اور وہ فالج سے صحت یاب ہو چکے تھے، لاریب وہ محبوبِ یگانہ اور یکتائے زمانہ ہیں، ان کا ہر خاکہ ناتمام اور ہر منظر کشی نارسا ہے، خواجہ تبریزی نے کیا ہی خوب کہا ہے:

ہزار بار بشویم دہن ز مشک و گلاب
ہنوز نامِ تو گفتن کمال بے ادبیست

❍❖❍

اسرائیل کا تازہ سروے اور ایک فقہی اشکال کا حل

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۹ ربیع الاول ۱۴۴۶ھ ۱۳ ستمبر ۲۰۲۴ء

آج الجزیرہ نے اسرائیلی سروے رپورٹ شائع کی ہے، سروے نتائج کہتے ہیں کہ "لعنتی شہریوں" کے نزدیک سربراہ حکومت کے طور پر "فرعونِ

وقت "ہی اولین پسند ہے، اگر لعنتی ملک میں آج وسط مدتی انتخابات کرائے جائیں تو فرعون بہ آسانی جیت درج کرے گا، سروے میں اس کے خلاف جو ووٹ گئے ہیں وہ لعنتی قیدیوں کی رہائی میں تاخیر تک محدود ہیں، ذبح اطفال کے موضوع پر جملہ اہالیانِ لعنت یک زبان ہیں، غ ز زززززہ کو کربلا بنانے پر کسی لعنتی شہری کو افسوس نہیں ہے؛ بل کہ ان کے نزدیک یہ قومی فخر کا عنوان ہے۔

شجر و حجر والی روایات پر مجھے یہ فقہی اشکال رہا کہ اسلام نے حربی اخلاقیات متعارف کرائی ہیں اور اس کے احکام میں معرکے کی سرگرمیاں متحاربین تک محدود ہیں، عام شہریوں سے تعرض نہ کرنے کی تاکیدیں وارد ہوئی ہیں، پھر یہ حجر و شجر والا منظر اسلامی حربیات میں کیسے ممکن ہے؟ مذکورۃ الصدر سروے نے یہ اشکال رفع کر دیا، اس سروے کا بین السطور کہتا ہے کہ لعنتی ملک بتمامہ متحارب ہے، کوئی لعنتی شہری عام شہری نہیں، سب بر سرپیکار بھی ہیں اور ہر قطرۂ خون کے فرد افرد اذمے دار بھی ہیں۔

اس کی تائید مغربی کنارے کی روز مرہ صورت حال سے بھی ہوتی ہے، اس خالص فلسطینی خطے میں دو سو تیس لعنتی بستیاں آباد کی گئی ہیں، یہاں ساکن ہر لعنتی سرکاری طور پر مسلح ہے، ان آبادکاروں کو عالمی اور لعنتی دونوں زبانیں انتہا پسند پکارتی ہیں، یہ عام فلسطینیوں پر کسی بھی عنوان چڑھ دوڑتے ہیں، فلسطینیوں کی بلا اشتعال جان لینا ان کی ادا کہلاتی ہے، اس ننگی جارحیت کی وجہ سے یورپ اور

امریکہ ان پر نام نہاد پابندیاں بھی عائد کرتے رہتے ہیں۔

میں یہ بات تادمِ آخریں نہیں بھول سکتا کہ فرعون نے ایک انٹرویو میں ان کی ترجمانی کرتے ہوے کہا تھا کہ امریکی انتظامیہ سے بات کریں گے اور اس سیاق میں فرعون نے حیا باختگی کے ساتھ "انتہا پسند" کی تعبیر ہی اختیار کی تھی، وہ یہ بھی کہہ سکتا تھا کہ میں مغربی کنارے کے لعنتیوں سے متعلق رعایت کے لیے امریکہ سے بات کروں گا؛ مگر اس نے حقیقت بیانی سے کام لیا اور یہ کہا کہ مغربی کنارے کے انتہا پسند لعنتیوں کے لیے میں آواز اٹھاؤں گا، یہ احساس برتری کی حد ہے، اس نے اس تعبیر کے ذریعے قومی پوزیشن صاف کر دی کہ ہاں ہمارے شہری انتہا پسند بھی ہیں اور یہ ہمارے قومی ڈھانچے کی ایک حقیقت ہے اور ہم اس حقیقت کو بین الاقوامی پلیٹ فارموں پر بھی باور کرانا چاہتے ہیں، یہاں ڈوب مریں منافق حکمران جو انتہا پسند جیسے لفظوں کو ننگ اسلام سمجھتے ہیں۔

یہاں پہنچ کر ناچیز کا اشکال دور ہو گیا، صورت حال واضح ہو گئی کہ لعنتی ملک کا کوئی باشندہ عام شہری نہیں، ہر فرد جواب دہ ہے، ناگزیر ہے کہ ہاتف غیب نشان دہی کے لیے معجزاتی طور پر گویا ہو؛ تبھی یہ ممکن ہے کہ ہر لعنتی تہہ تیغ ہو، جب تک شجر و حجر گویا نہیں ہوں گے، بیخ کنی ممکن نہیں، لباس وغیرہ معاشرتی چیزوں کی یکسانیت بہت سے لعنتی افراد کے لیے ڈھال بن سکتی ہیں، اس حجاب کو اٹھانے کے لیے ضروری ہو گا کہ شجر و حجر بتائیں کہ فلاں جو فلسطینی جیسا دکھ رہا

ہے،وہ فلسطینی نہیں ہے، لعنتی ہے اس کے وجود سے زمین کو پاک کرو۔

نوٹ: وارث ابن سبا کے تعاقب سے بچنے کے لیے حوالوں میں کنایے استعمال کیے گئے ہیں، تاریخی تناظر سے واقفیت رکھنے والوں کے لیے مصداق کا ادراک مشکل نہیں۔

تہواروں کی منھ زوری

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۱۰ ربیع الاول ۱۴۴۶ھ ۱۴ ستمبر ۲۰۲۴ء

بنگلور میں اس وقت گنیش تہوار شباب پر ہے، گنیش جلوس کو مسلم علاقوں سے ناگزیر طور پر گذرنا ہے، سرِ شام ہی راستے خالی کرالیے گئے ہیں، بالخصوص نان ویج ہوٹل بند ہیں، سیکیورٹی دستوں کی بھاری نفری تعینات ہے، پالیہ کی جامع مسجد چھاؤنی کا منظر پیش کر رہی ہے، ذیلی راستے ہفتہ عشرہ قبل ہی بند کر دیے گئے تھے، مرکزی سڑک کی باری آج لگی۔

صحت مند افراد کو گراں گوش اور ضعیف سماعتوں کو گنگ کر دینے والے ڈی جے بے لگام ہیں اور صوتی آلودگی کے ضوابط کی اجتماعی آبروریزی کر رہے ہیں، طوفان بدتمیزی عریاں ہے، سفلے سڑکوں پر رقصاں ہیں اور شرفاء

الامان والحفیظ کے ورد کی پناہ لینے پر مجبور ہیں، ابلیس کو بذاتہ دیکھنا ہو تو یہ اس کا درست وقت ہے۔

شاید گنیش ادھم کا یہ آخری دن ہے، ادھر میاں بھائی ٹیک اور کی تیاری میں ہیں، میں عشاء کی نماز سے واپس آیا تو محلے کی سڑک سبز مائل ہو رہی تھی، میلاد کے جوانوں نے محلے کی سڑک پر ہری جھالروں کے سائبان بنا دیے ہیں، یہاں میلادی اقلیت میں ہیں؛ اس لیے اندازہ نہیں ہے کہ سبز مہم کا دائرہ وسیع ہونے والا ہے یا بس یہ آرائش ہی معراج ہے، نام نہاد مسلم تہواروں کو کندھا دینے والے مل ہی جاتے ہیں، ہمارے جوان اس میں وسیع الظرف ہیں، گذشتہ ماہ یہاں تعزیہ بھی ایک گونہ جلوہ دکھا گیا تھا؛ جب کہ سوفی صد آبادی سنی ہے۔

موضوع سے قطع نظر آج ایک خوش گوار تجربہ ہوا، شارع عام گاڑیوں کے لیے بند کر دی گئی تھی، مجھے ایک کام سے ادھر جانا ہوا، مرکزی سڑک پر پیدل چلتے ہوے بالکل مختلف احساس ہوا، ذہن سو سال پیچھے چلا گیا اور اس تصور نے سرشار کر دیا کہ دورِ قدیم میں یہ راستے کس درجہ پر سکون رہے ہوں گے اور یہاں چلنے میں کتنا لطف آتا ہو گا؟

دو جڑواں سیرتیں: محمد رسول اللہ ﷺ اور سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۱۲ ربیع الاول ۱۴۴۶ھ ۱۶ ستمبر ۲۰۲۴ء

رسول اللہ ﷺ کی نبوت پر مہر تصدیق ثبت کرنے والوں میں اولین نام سیدہ خدیجہ بنت خویلد کا ہے، یہ سبقت علی الاطلاق ہے، محتاج تاویل نہیں، ان کا ایمان لانا آپ کی سچائی کے لیے خصوصی نشانی تھی؛ کیوں کہ بیویاں متاثر نہیں ہوتیں، دوسرے نمبر کے لیے حضرت ابو بکر اور حضرت علی کے نام ہیں، اس بابت آراء مختلف ہیں اور امام ابو حنیفہ کی یہ توجیہ بے مثال ہے کہ بچوں میں اول علی ہیں اور مردوں میں ابو بکر۔

مذکورہ سبقت و تقدم پر بہت بحث ہوتی ہے؛ مگر اس سے زیادہ اہم یہ ہے کہ حضرت ابو بکر کی اولیت متعدی ہے، وہ خود اول اسلام لائے اور پھر سابقین اسلام کی جو کہکشاں تیار ہوئی اس کے جملہ ستارے حضرت صدیق اکبر کی دریافت ہیں، دامنِ اسلام کو عثمان غنی، عبد الرحمن بن عوف، طلحہ بن عبید، زبیر بن عوام اور سعد بن ابی وقاص جیسے ہیرے وجواہرات ابو بکر کی معرفت میسر آئے، وہ

فہرست⬆

مجرد اول المسلمین نہیں؛ بل کہ طبقہ سابقین کے سر تاج بھی ہیں، یہ خاص امتیاز ہے اور اس میں ان کا کوئی شریک نہیں۔

حضرت ابو بکر اور رسول اللہ ﷺ کی سیرتیں جڑواں ہیں، رسالت کا آبشار جیسے ہی وادی بطحا میں گرتا ہے، ابو بکر اپنا جھرنا اسی آفاقی آبشار میں ملا دیتے ہیں، یہاں سے دو جسم ایک جان کارواں متحرک ہوتا ہے اور ابدی رفاقت کو نئے معانی عطاء کر جاتا ہے، سیرت کے ہر ورق پر ابو بکر ہیں اور ابو بکر کے ہر قول وفعل پر تصدیقِ مہرِ نبوت ہے، رسالت کی کتنی ہی سندیں ہیں جو صرف ابو بکر کو تفویض ہوئی تھیں، جب کبھی صحابہ کو راستہ مسدود نظر آیا، ابو بکر نے مشعلِ نبوت جلائی اور راہ روشن ہو گئی۔

اسلام کی آب پاشی میں رسالت وصدیقیت شانہ بشانہ ہیں، دونوں کا پسینہ وخون ایک ساتھ بہا، رسول اللہ ﷺ بالذات ہدف تھے اور ابو بکر بالواسطہ، حضور پر دست درازی ہوتی تو ابو بکر ڈھال بن جاتے، وہ اسلام کے تاسیسی ممبر ہیں، اسلام ان کا ذاتی غم تھا، حضور ان کی کائنات تھے، جان ومال کی قربانی کے شاعرانہ تخیل سے ہماری سماعتیں بہت محظوظ ہوئیں؛ مگر حقیقت کی زمین پر اس کی مثال ابو بکر ہیں۔

اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے آخری درجے کی بات ارشاد فرمائی، آپ کو جذبات کے تاثر میں کم دیکھا گیا ہے؛ مگر سیرتِ صدیق پر انھوں نے فرمایا کہ

میں نے ہر ایک کے سلوک کا نعم البدل دے دیا، سوائے ابو بکر کے، در حقیقت میں ابو بکر کی وفاؤں کا صلہ دینے پر قادر نہیں، ابو بکر کی قربانیاں اس اوج ثریا پر ہیں جہاں صرف اور صرف قدرت خداوندی کی رسائی ہے، ابو بکر کے انعام کو میں نے مالک کن فیکون کے سپرد کیا ہے۔

حضرت ابو بکر نے مکی بلوہ اپنی جان داؤ لگا کر روکا، بیہوش اور نیم جان ہوے، دعوت کے خطرے میں قدم سے قدم ملایا، ایک وقت حضور کو محفوظ مقام تک محدود کیا اور نقل و حرکت کی کمان اپنے ہاتھ میں لی، اسلام کی عددی قوت میں روزانہ کی بنیاد پر اضافے کو یقینی بنایا، جو کھم کے ماحول میں وہی اسلام کا گشت تھے اور وہی خصوصی ملاقات، وہ باہر فعال تھے اور حضور دار ارقم میں عالمی فتوحات کے لیے درکار فکر و ذہن تراش رہے تھے۔

حیات نبوی کا سب سے نازک وقت ہجرت ہے، قریش کی تمام شاخیں آپ کے قتل پر حلف اٹھائے ہوے تھیں، آپ ظاہرِ اسباب بے آسرا تھے، راہ ہجرت دراز اور پر خطر ہونے کے ساتھ عیاں بھی تھی، تعاقب اور گرفت آسان تھی، اس پر آشوب، مخدوش اور فیصلہ کن موڑ پر وہی دو سیرتیں یکجا و تنہا تھیں: جانِ جاناں اور صدیقی پروانہ، غار میں دو جانیں، راہ میں دو جانیں، اندیشے ہر طرف، خطرے چھو کر نکلتے، یکسانیت ایسی کہ مدینہ منورہ کے استقبالیہ کو کنفیوژن ہوا کہ ماہِ عرب کون ہے اور خادم ماہِ عرب کون؟

فہرست⬆

نبوت کی تئیس سالہ کتاب کے ہر ورق پر صدیق اکبر جلوہ نما ہیں، وہ قریش کے فتنوں کی مزاحمت میں رفیق ہیں، خانۂ کعبہ کی جلوتوں میں ساتھ ہیں، غار کی وحشتوں میں دل نشین ہیں، عشاء کی نماز کے بعد مسجد نبوی کی مشاورتی خلوتوں میں ہم دم ہیں، جنگوں کے خطرات میں انسانی دفاع ہیں، مدنی ریاست کے خدوخال کی تشکیل میں دست راست ہیں، عوامی فلاح وبہبود میں مشیر خاص ہیں، آخری آرام گاہ میں ہم کمرہ ہیں، غرض! وہ ہیں اور حضور ہیں اور باقی سب ان دو کے بعد ہیں۔

❍❖❍

”اسرائیل کو دفاع کا حق ہے“ سے ”اسرائیل اپنے دفاع سے قاصر ہے“ تک کا معجزاتی سفر

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۱۳ ربیع الاول ۱۴۴۶ھ ۱۷ ستمبر ۲۰۲۴ء

اسرائیل کے ناقابل تسخیر عسکری عفریت کو دنیا تارِ عنکبوت میں تبدیل ہوتے دیکھ رہی ہے، مشرق وسطی کے واحد سپر پاور کی شیخی ہر روز کرکری ہو رہی ہے، جس ملک کی روایت پیشگی حملے کی تھی اب وہ چاروں سمت راڈاروں اور دفاعی نظام کے رحم وکرم پر ہے، پرسوں یمن نے دو ہزار کلومیٹر کی مسافت سے

میزائل داغے ہیں، ماضی قریب میں ایرانی میزائیل بھی آنکھیں دکھا گئے ہیں، حزب اللہ اسرائیلی خود مختاری کا متواتر تمسخر اڑا رہا ہے، غزہ کا تو ذکر ہی کیا کہ وہ نہتے بھی ڈراؤنا خواب بنے ہوے ہیں، ماسوائے دمشق کے ہر فریق نے اسرائیل کو "غریب کی جوروسب کی بھابی" بنایا ہوا ہے۔

جاری جنگ میں اسرائیلی نااہلی نے امریکی حساب کتاب خراب کر دیے ہیں، ستر سالہ امریکی سرمایہ کاری پر اندیشوں کے بادل منڈلا رہے ہیں، جس ملک کو مشرق وسطی کنٹرول کے لیے لشکر گاہ کے طور پر تیار کیا گیا تھا، اس کے کل پرزے جواب دے رہے ہیں، اس بے سمت جنگ میں جہاں اسرائیلی عزت تار تار ہوئی وہیں امریکی ہتھیلی میں بھی گہرا گھاؤ لگا ہے، مشرق وسطی پر جو اس کی پکڑ تھی وہ ڈھیلی پڑ رہی ہے، غزہ میں بچوں کے خون کی ہولی نے مصر اور اردن جیسے زر خریدوں میں مایوسی، اضطراب اور بے چینی پیدا کر دی ہے۔

ٹرمپ نے صدارتی مباحثے میں جو یہ کہا ہے کہ کملا ہارس جیت گئی تو اسرائیل کی عمر فقط دو سال سمجھو، اس کی تشریح اس طرح ہے کہ رواں جنگ نے یہ واضح کر دیا ہے کہ اسرائیل کتنے پانی میں ہے، آئندہ اس کو غیر معمولی امریکی عسکری ودفاعی تحفظ درکار ہوگا، بصورت دیگر اس کی زندگی وبقاء ممکن نہیں، زوال اسرائیل کی بات کا ایک جہاں دیدہ سابق امریکی صدر کی زبان پر آنا سات دہائیوں کی بڑی باتوں میں سے ایک ہے۔

مقامِ محمد عربی ﷺ

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۱۳ ربیع الاول ۱۴۴۶ھ ۱۷ ستمبر ۲۰۲۴ء

ماہِ عرب کے مقام تک رسائی ہمارے مدارک علمیہ سے ماورا ہے؛ تاہم عشاق نے مدح وثنا کے باب میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی، نظم ونثر کے وہ ذخیرے تیار کر دیے کہ تنہا نعت ومدح اور سیرت وشمائل پر جداگانہ لائبریری وجود میں آگئی، دنیا کے شاہ نامے اپنی دروغ بیانی کے ساتھ بھی اس کی ہم سری نہیں کر سکتے۔

ناچیز جب عظمتِ مصطفی کے ادراک کی راہ پر نکلا تو اس منزل کے نشان ہر سو عیاں ودرخشاں پائے؛ مگر میری دل چسپی مالکِ کائنات کے بیان واظہار اور ان کے لب ولہجے میں محصور تھی، میں یہ جاننا چاہتا تھا کہ خود ان کا خالق ان کے مقام کی رفعتوں کے لیے کون سا پیرایہ اختیار کرتا ہے، وہ ان کے خالق ومالک ہیں اور وہی بہتر بتاسکتے ہیں، بے شک خبیر سے بڑھ کر کون بتائے گا؟

عرفانِ مقام نبوت کے سفر میں قرآن کریم کی جائزہ مہم آیت صلاۃ وسلام پر لنگر انداز ہوگئی، اس آیت کے رنگ وآہنگ نے میری تفکیر کو پابندِ سلاسل کر دیا، صلاۃ وسلام کی آیت ذکر رسول کے باب میں معراج ہے، حسان

فہرست⬆

بن ثابت کے نذرانے، بوصیری کے جگر پارے، ابن ہشام کی سیرت، قاضی کی شفاء، محدثین کے ابواب سیر، مؤرخین کی تاریخیں، شعراء کے مدحت کدے، نثر نگاروں کے تراشے؛ غرض اولین وآخرین کی لسانی، قلمی، فکری و تخلیقی دریافتیں اسی آیت صلاۃ وسلام کی تفسیریں ہیں۔

محمد رسول اللہ ﷺ کی والا شان اور ان کے عالی مقام کو بیان کرنے کے لیے رب العزت نے جو کچھ فرمایا ہے، یہ مضمون ان سب پر بھاری ہے، اس کے پیغام کی اہمیت کو جاننے کے لیے اول یہ استحضار کریں کہ بزم صلاۃ وسلام کا کنوینر خود رب العالمین ہے، وہ صلاۃ کی سلسلہ جنبانی اپنی ذات سے کرتا ہے، پھر اپنے فرشتوں کی نمائندگی بھی خود ہی کرتا ہے اور ہمیں یہ بتاتا ہے کہ ملائکہ درود وسلام میں رطب اللسان ہے، پھر اس مجلس صلاۃ وسلام کو آخری ٹچ دیتے ہوے کہتا ہے کہ اے مومنو! تم بھی اس محفل سلام کو اپنے گلدستوں سے معطر کرو، عروج آدم خاکی کا وہ سفر کہ جس سے ماہ انجم سہمے جاتے تھے، ارشادِ باری: "إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا" (احزاب:۵۶) پر اپنے کمال کو پہنچ گیا۔

بلغ العلی بکمالہٖ

کشفَ الدُجیٰ بجمالہٖ

حسُنت جمیعُ خِصالہٖ

صلو علیہ و آلہٖ

فہرست⬆

چشم اقوام یہ نظارہ ابد تک دیکھے
رفعت شان رَفَعنَا لَکَ ذِکرَک دیکھے

❍❖❍

پیجر حملہ ساری دنیا پر حملہ ہے

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۱۴ ربیع الاول ۱۴۴۶ھ ۱۸ ستمبر ۲۰۲۴ء

بین الاقوامی امور میں ملکی خود مختاری سرخ لکیر مانی جاتی ہے، بیرونی مداخلت جنگ کے مترادف ہے، ملکی حدود میں بیرونی دست وپا حاکمیت وسالمیت کے ضبط کا آخری امتحان ہے، الا یہ کہ اس ملک کا نام سیریا ہو اور حاکم دیوث بشار الاسد ہو۔

زیر ہدف پیجر تائیوانی کمپنی کی ہنگری شاخ نے تیار کی تھیں، ظاہر ہے کہ موساد نے ان میں دھماکہ خیز مواد ہنگری سرزمین پر ہی نصب کیے، اس طرح یہ براہ راست دو ملکوں کی سیکیورٹی خلاف ورزی کا واقعہ ہے اور بالواسطہ پوری دنیا کے سلامتی نظام کا مذاق ہے۔

اس اقدام کے بین السطور میں کل عالم کو انتباہ ہے کہ دنیا کی تمام مصنوعات ہماری رسائی میں ہیں، ہماری کارروائیوں کے لیے ملکی سرحدیں مانع

نہیں ہیں، ہمارے مفاد کے خلاف جانے والی ہر پہل عبرت ناک انجام کی زد میں ہے، ملکوں کی سلامتی اور خود مختاری وہاں ختم ہو جاتی ہے جہاں اسرائیلی مفادات شروع ہوتے ہیں۔

یہ کسی اقتدار کے عروج کی حد ہے، قرآنی اشارے کے مطابق یہودی ستارہ پھر ایک بار اور یقینا آخری بار عروج آشنا ہو گیا ہے، اس نے دنیا کو اپنی حکومت کا جلال دکھا دیا ہے، سارا جہاں سرنگوں ہے، عالمی قوانین، اقوام متحدہ کے ضوابط اور ہر متفق علیہ میثاق بازیچہ ہے، کل تو اسرائیل نے دوستوں ہی کی فہمائش کر دی کہ آپ ہمارے دشمنوں کے ساتھ تجارت کے لیے آزاد نہیں ہو، ہمیں کوئی سودا نا منظور ہوا تو ہم اس کے مندرجات کو بموں میں تبدیل کر سکتے ہیں اور وہ بھی تمھاری ناک کے نیچے۔

قارئین کو یہ بات عجیب معلوم ہو گی کہ آج کل کسی نئے ایڈوانچر کے لیے وہ امریکہ کو بھی اعتماد میں نہیں لیتا، اصل میں وہ اب امریکی عزت کو بھی تار تار کرنے پر تلا ہے، امریکی صدر بھی اسرائیلی اپڈیٹ کے لیے نیو یارک ٹائمز پر منحصر ہے، ایک مختصر مذہبی اکائی اور ایک معمولی جغرافیائی ملک کے عروج کی یہ آخری نشانی ہے، اس سے زیادہ ترقی ممکن ہے نہ متصور، سورۂ بنی اسرائیل کے مطابق یہودیوں سے اللہ نے کہہ رکھا ہے کہ تم ایک

بار پھر سرکشی کروگے اور ہم تمھیں پھر عبرت بنائیں گے، یہودیوں نے اپنا کام کر دیا ہے، اب گیند اللہ کے پالے میں ہے اور وہ تمام سچوں کا سچا ہے۔

غلطی ہائے مضامین مت پوچھ

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۱۷ ربیع الاول ۱۴۴۶ھ ۲۱ ستمبر ۲۰۲۴ء

میں کل شام گھریلو قرآن خوانی میں ماخوذ تھا، برادر نسبتی نے گھر تبدیل کیا ہے، وہ تلاوت کے آرزو مند ہوے، ابتدا میں ارادہ مطلق تھا، پھر کارواں بتدریج بڑھ گیا، یہاں تک کہ گھر کے حفاظ وناظرہ خواں بچوں بڑوں اور خواتین نے تیس اجزا پورے کر دیے، قرآن کی تکمیل سے فارغ ہوا تو سوشل میڈیا پر ناموسِ قرآن ورسالت کی بحث نے برصغیر کو انگاروں پر اٹھایا ہوا تھا۔

وائرل ویڈیو میں حضرت مفتی طارق مسعود صاحب دامت برکاتہم زورِ خطابت میں زبان سے اولا ایک سنگین جملہ دہرا رہے ہیں، پھر ان کی نیت میں ایک دوسری بحث ہے، تیسرے ان کا ایک ذیلی مدعا ہے جو پہلی دونوں باتوں سے زیادہ پرخطر ہے اور چوتھی بات یہ کہ خطابت کا مرکزی موضوع بذات خود غلط ہے۔

فہرست⬆

وہ فرماتے ہیں کہ قرآن میں گرامر کی غلطیاں ہیں، اس کے ظاہری معنی یہ ہیں کہ قرآن کریم کی نصوص میں ایسی مثالیں ہیں جو عربی زبان کے اصول یعنی نحو وصرف اور دیگر علومِ عربیت کے معیار کو پورا نہیں کرتیں، ظاہر ہے کہ یہ ناقابل تاویل جسارت ہے؛ مگر مفتی صاحب کی گفتگو کے سیاق وسباق میں اس مفہوم کی گنجائش نہیں ہے؛ اس لیے یہ مجرد تعبیر کی غلطی ہے اور غلبۂ حال میں مقررین سے ایسا ہو جاتا ہے، موزوں تعبیر دھوکہ دے جاتی ہے۔

باقی بیان سے واضح ہے کہ ان کی مراد رسم الخط ہے، خطابت کی رو میں وہ اسے قواعد کی اغلاط سے تعبیر کر گئے ہیں؛ مگر یہ بھی فرق کا مسئلہ ہے، نہ کہ اغلاط کا، قدیم دور میں کتابت منقح نہیں تھی؛ حتی کہ نقطوں کا بھی رواج نہیں تھا، کتابت میں توسع تھی، ایسی صورت میں کاتب وحی نے دو رائج طریقوں میں سے ایک کو اختیار کیا، کہیں منقح اور کہیں توسع اور گنجائش والا، پھر کتابت میں بھی یکسانیت رہے؛ اس کے لیے اولین رسم الخط کے التزام پر اجماع ہو گیا۔

اس منطوق اور مراد کے درمیان تیسری چیز ان کا ذیلی مدعا ہے، جو حد درجہ خوف ناک ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ امی تھے، لکھنا اور پڑھنا دوسروں کو تفویض تھا، آپ فقط املا کراتے تھے، کاتبین کے لکھنے میں فرق ہو جاتا تھا اور بقول ان کے گرامر کی غلطیاں اسی پہلو کی دین ہیں۔

حضرت کا یہ نکتہ بہت غلط ہے، رب العالمین نے حضور ﷺ کو

حفاظت وحی کا تعب اٹھانے سے یہ کہہ کر روک دیا تھا کہ یہ دہرانے کی قواعد زائد از ضرورت ہے، نزول وحی کا پروسیسر انتہائی محفوظ ہے، آپ کو از خود یاد رہ جائے گا، مشقت نہ اٹھائیں، پھر اگر املا کراتے ہوے کاتب کی کوتاہی در آئے تو حفاظت کے غیبی نظام سے کیا حاصل ہوا؟ رسم الخط کا فرق ایک رائج توسع تھا، اس سے نطق اور معنی میں کوئی فرق واقع نہیں ہوتا تھا، پھر وہی نقش باقی رکھا گیا۔

چوتھی اور آخری بات خطاب کے موضوع سے متعلق ہے، بیان میں ان کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی شخصیت میں بہ ظاہر ایسے گوشے نہیں ہیں کہ ان کی اتباع محور قرار پائے، مثال کے طور پر وہ امی ہیں، جو رائج ماحول میں فین فالونگ کے لیے منفی پہلو ہے، ہم ان کی اتباع صرف اس لیے کرتے ہیں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور غیب کے نمائندے ہیں۔

یہ آخری بات جو کہ ان کا اصل مضمون ہے مجسم منکر ہے، اس کی بہ نسبت اول الذکر تینوں باتیں ہلکی ہیں، یہ دعوی شریعت کی سب سے بڑی دفعہ کو متحرک کرتا ہے، خدا کرے ان کے ملکی ادارے نوٹس سے چوک جائیں، ان کے مضمون کی اٹھان بے بنیاد ہے، امی ہونا تو ماہِ عرب کے حق میں کمال ہے، ان کے معجزے کا جزو ہے، امی بہ معنی جاہل بے شک عیب ہے؛ وہ تو امی بہ معنی معلم کائنات ہیں، انھوں نے علوم براہ راست مبدء فیاض سے لیے ہیں، یہ صفت تو شخصیت کی مقناطیس ہے۔

فہرست

امی ہونے کے علاوہ انھوں نے لباس اور کھانے وغیرہ کے جو حوالے دیے ہیں وہ بھی عبث ہیں، رسول اللہ ﷺ ظاہر اور باطن دونوں لحاظ سے شمع ہیں، ہم اس لیے بھی ان کو فالو کرتے ہیں کہ وہ خدا کے رسول ہیں اور اس لیے بھی ان پر مرتے ہیں کہ وہ ظاہر میں بھی ہوش ربا دلکش ہیں، وہ اپنی پوشاک، وضع اور بودوباش میں بھی رعنائی کا استعارہ ہیں، ہم سنن ہدی میں بھی ان کے پروانے ہیں اور سنن عادیہ میں بھی وہی مثال وآئیڈیل ہیں، دنیا کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ محمد بن عبد اللہ کو اس لیے بھی تسلیم کرے کہ وہ نبی ہیں اور اس لیے بھی ان کا رول ماڈل تصور انسانی کی سب سے بلند پرواز اور سب سے پر کشش معراج ہے۔

آج حضرت مفتی صاحب کے تسامح کا دن تھا، بس پوری کلپ تسامح ہی تسامح ہے، عربیت کے قواعد کی نشاندہی بھی فنی مہارت وکمال سے عاری ہے، اس جامع چوک کی برابری رجوع ہی رجوع ہے، تاہم یہاں بریلویوں کے زنانہ اخلاق بھی قابل انتباہ ہیں، رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کی بے مروتی وبد لحاظی کے تناظر میں فرمایا کہ وہ ایک غلطی کو بھی جانے نہیں دیتیں اور عمر بھر کی خدمات کو ایک کوتاہی میں تول دیتی ہیں، ان لوگوں کی عنادی تاریخ اسی زنانہ ذہن کا ثبوت ہے، اہل حق چوکنا رہیں اور اس لہر کا حصہ نہ بنیں۔

فہرست

یک قطبی دنیا

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۱۹ ربیع الاول ۱۴۴۶ھ ۲۳ ستمبر ۲۰۲۴ء

سات اکتوبر کے بعد اسرائیلی دوستوں نے غزہ پر فضائی بمباری تک محدود رہنے کے مشورے دیے اور زمینی کارروائی پر سنگین تحفظات ظاہر کیے، دنیا سانسیں روکے ہوے غیر یقینی صورت حال سے دوچار تھی، کسی کو اندازہ نہیں تھے، کہ حالات کا اونٹ کس کروٹ بیٹھے گا؛ حتی کہ امریکی ذہن میں بھی مستقبل کے خدوخال واضح نہیں تھے، اسی گو مگو کی فضا میں زمینی اقدام عمل میں آیا اور غزہ آسمان وزمین ہر دو سمت سے خاک وخون کے شیطانی کھیل میں پس کر رہ گیا، سب اندھیرے میں تھے، بس ایک ہی شیطان تھا جس کے ذہن میں کوئی ابہام نہیں تھا۔

زمینی درندگی کے ابتدائی مہینوں میں شمال اور جنوب کی ہجرتوں اور انخلا کی قواعد جاری رہی، ہر نئے انخلا پر اسرائیلی دوست ناک بھوں چڑھاتے، امریکہ بھی انسانی حقوق کی دہائی دیتا، عام شہریوں کے جانی، مالی اور ذہنی نقصانات کا رونا روتا، اپنے سرکش پروردہ کو نئے ایڈوانچر پر انتباہ دیتا اور رات کو مبہم ماحول میں بستر نیند پر یہ سوچ کر دراز ہوتا کہ ہماری تجویزیں تو وہ جوتے پر رکھتا ہے، چلو نئی

فہرست⬆

تباہی کے بارے میں صبح نیویارک ٹائمز میں پڑھیں گے؛ لیکن ایک ابلیس تھا جس کے ذہن میں خانماں بربادی کی یہ تصویریں روز اول ہی نقش تھیں۔

ایک مرحلے پر رفح خلائق عالم کا مرکزِ نگاہ بن گیا، امریکی صدر سمیت تمام دوستوں نے رفح آپریشن سے روکا، بہ صورت دیگر دست کشی کی دھمکیاں دی گئیں، عوام عالم کو اطمینان رہا کہ جب خاصان خواص اسرائیل حائل ہیں تو ضرور خیر رہے گی، دنیا بیانات کے میزائل داغتی رہی اور اسرائیلی فوج سب کی ناک آلودہ کرتے ہوے رفح پر قابض ہو گیا اور اسے جو کچھ کرنا تھا کر کے رہا، دنیا کے لیے سرپرائز ضرور تھا؛ مگر عہد جدید کے فرعون کے نقشے میں یہ خاکے پورے طور مرتب تھے۔

اس پورے دورانیے میں قیدیوں کے معاہدے کی بازگشت بھی برابر سنائی دی، ربع مسکون کی کوئی قابل لحاظ قوت ایسی نہیں تھی جس کی زبان قیدی معاہدے کے وظیفوں میں سرشار نہ ہو، اپنے پرائے سب معاہدوں کی نوک پلک درست کرنے میں مصروف رہے، یاجوج ماجوج کی طرح ہر شام سد سکندری کی تسخیر نزدیک آجاتی اور ہر صبح دوریاں بحال ہو جاتیں، دنیا کے لیے یہ چیلنج تھا؛ مگر ایک شیطان جانتا تھا کہ یہ مجرد ڈرامہ ہے، نہ کوئی معاہدہ ہونا ہے اور نہ ہی قیدیوں کا تبادلہ، زیر حراست قیدی فوجی آپریشن میں رہا ہوے تو فبہا ورنہ قومی امنگوں کی بھینٹ۔

فہرست⬆

لبنان نے تحریک سے وفا کی، روز اول سے تحریک کے غم کو اپنا غم سمجھا، مسلمان ایک عمارت ہیں اس کا عملی نمونہ دکھایا، بہ شمول حزب کل عالم مطمئن تھا کہ اسرائیل لبنان پر ہاتھ نہیں ڈالے گا، بات بڑھ سکتی ہے، علاقائی جنگ یہودی مفاد میں نہیں ہے، امریکی سیٹنگس بھی رسک پر چلی جائیں گی، وغیرہ وغیرہ؛ ان قیاس آرائیوں کے درمیان ایک ہی ذہن تھا جسے کبھی تردد پیش نہیں آیا، اس کا روڈمیپ واضح تھا، پہلے اس نے حزب کی کمر توڑی اور پھر من فوقہاو من اسفل منھا بن کر ٹوٹ پڑا۔

اردن کی بکری خیر منانے کی روایات کو دراز دیکھتی ہے، مصر کو وفاداری پر بھروسہ ہے، شامی دیوث کو ماسوائے سنی دنیا ہر کس وناکس کی عبودیت قبول ہے، ایران کا نیا صدر عافیت کی تلاش میں سرنڈر ہو چکا ہے، عراق کی کوئی سمت نہیں، جلالت الملک بالا بالا مفاہمت پر ایمان رکھتے ہیں، امارات کا تیمور غیرت ہی سے تبرا کر چکا ہے۔

عربوں کا خیال ہے کہ فلسطینی آگ محدود ہے، اس کی آنچ ان کے شبستانوں تک نہیں پہنچے گی، واقعہ بھی یہی ہے کہ مشرق وسطی کی آگ کا مستقبل بہ شمول امریکہ کوئی نہیں جانتا؛ ہاں! نیتن یاہو واحد پرسنیلٹی ہے جس کے سامنے عربوں کی تباہی کا منصوبہ واضح ہے اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ عرب پلیٹ فارم پر اس کی کسی بھی پیش قدمی کا کوئی چیلنج نہیں، ہر نیا جنگی قدم نیتن یاہو کے بلند ہوتے

قد کی سنہری کڑی ہے، عربوں کو رسید ہر طمانچہ اس کے ووٹ بڑھاتا ہے، وہ قیدیوں کی رہائی کے پریشر سے آگے بڑھ چکا ہے، اب ہر عرب خون اس کا ایک ووٹ ہے، وہ عرب لاشوں پر اپنے دائمی اقتدار کا مینار تعمیر کر رہا ہے، آج کی دنیا یک قطبی ہے اور اس قطب کا نام نیتن یاہو ہے۔

مضمون آفرینی کا فتنہ

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۲۰ ربیع الاول ۱۴۴۶ھ ۲۴ ستمبر ۲۰۲۴ء

ابلیس کے ترکش میں تنوع ہے؛ کیوں کہ یکساں تیر کارگر نہیں ہوتے، رب العدل نے اسے مہلت پورے معانی میں عطا کی ہے، اب وہ پیمانے بناتا ہے، ان میں فرق رکھتا ہے اور پھر ہر امیدوار کو حسبِ حال آفر دیتا ہے، جہلا کے دام الگ ہیں اور علما کے الگ۔

علما روایتی طور پر علمی رنگ وآہنگ کے جال میں پھنستے آئے ہیں، وہ علمی تناظر کے ابال کا شکار ہو جاتے ہیں، علمی وفکری فروگزاشت میں مضامین نو کا خبط اہم ہے، مضمون آفرینی اہل علم کی لغزشوں کا اکثریتی حوالہ ہے، جدید مضمون کی تخلیق اور نادر خیال کی ترتیب ہی بیشتر احوال میں ندامت کے دہانے تک لے جاتی

ہے۔

مذہبیات میں ندرت بیانی مشاہیر واساطین کو درپیش ہوتی ہے، سیلیبریٹیز عموماً سرپرستی نہیں رکھتے، وہ خود مقتدا ہوتے ہیں؛ اس لیے نئے مضامین میں اپنے خردوں سے رجوع بھی نہیں ہوتے، جوش تخلیق میں جلد بازی سوار رہتی ہے اور جام میں موجود مئے کو کوثر سمجھ بیٹھتے ہیں؛ جب کہ ہر خیال نوائے سروش نہیں ہوتا، ابلیس کی ملمع کاری بھی اپنا وافر حصہ لیتی ہے، رخصت پذیر تنازعہ اسی وراثت کا تسلسل ہے، حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم شان رسالت نئے ذیل میں نمایاں کرنے جارہے تھے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نئے موضوعات کی تصدیق لینے کا اہتمام کرتے تھے، یہ اس وقت کا ذکر ہے جب وہی مرجع تھے، انسان کو اپنی دریافت کبریتِ احمر معلوم ہوتی ہے اور تنقید ناگوار گذرتی ہے، اس لیے وہ اصلاح سے گریز کرتا ہے، اس وقت ایک البیلا مضمون میرے اعصاب پر سوار ہے، میں اسے لکھ لیتا ہوں اور تنازع کے خوف سے مٹا دیتا ہوں، مجھے معلوم ہے کہ جس دن ندرت خیالی غالب ہوگی یہ مضمون مکمل ہوگا اور شائع بھی۔

کہتے ہیں کہ معروف ادیب صاحب بن عباد سجع اور قافیہ کا دیوانہ تھا، اپنی وزارت کے دوران اس کی زبان سے نکلا: **أيها القاضي بقم**! (اے قم شہر کے قاضی)، مزید کچھ سجھائی نہیں دیا، مضمون آفرینی کی جدوجہد میں دوسرا جملہ یہ بنا:

قد عزلناک فقم (ہم نے تمھیں معزول کر دیا ہے، منصب چھوڑ دو)، جب معزولی کی تحریر پہنچی تو قاضی قم نے حاضرین سے کہا کہ یہ قافیہ لے ڈوبا، شکایت تو کوئی تھی ہی نہیں: ما عزلتني إلا هذه القافية، قافیہ بندی کے شوق نے قاضی کو برطرف کرادیا۔

مشرقِ وسطی جنگ کی تازہ صورت حال

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۲۲ ربیع الاول ۱۴۴۶ھ ۲۶ ستمبر ۲۰۲۴ء

لوگ بادشاہ کے دین پر چلتے ہیں، اس کی تازہ مثال ایرانی صدر ہے، یہ "شیخ اپنی اپنی دیکھ" کے اصول پر نمودار ہوا ہے، اس نے امریکہ کو پیغام دے دیا ہے کہ فلسطین سے ہمارا کوئی لینا دینا نہیں، ہمارے اثاثے بحال کرو، پابندیاں ہٹاؤ، اس کے عوض جو خدمت تفویض ہوگی منظور ہے، ہم بھی اپنے وسائل کی بہار دیکھنا چاہتے ہیں، حماس اور حزب اللہ کی سرپرستی سے توبۃ النصوح ہے، آپ مطالبات کی فہرست ارسال کریں، ہماری جانب سے صاد ہے۔

"تحریک جوش" بتدریج تنہائی کی طرف گامزن ہے، یہ ان کے حق ہونے کی دلیل ہے، رسول اللہ ﷺ کے مشہور کلام میں یہ اشارہ ہے کہ قرب

قیامت جماعت حق کو تنہائی کا سامنا ہو گا، سنی حکمران نہ صرف دست کش ہیں؛ بل کہ دل سے دشمن ہیں، شیعہ حکمران نے اب پیٹھ دکھائی، جس ملک کی اساس "مرگ بر امریکہ" تھی، وہ امریکہ سے تغازل کی راہیں ہموار کر رہا ہے اور اسرائیل پر نگاہ غلط سے اجتناب کا پیمان دے رہا ہے۔

لبنانی جماعت ہنوز ساتھ ہے، اس نے عسکری اتحاد کا حق ادا کیا ہے، یہ جنگ اس کی نہیں تھی، اس کو ہزار پیغامات گئے کہ پرائی مصیبت میں جست نہ لگاؤ، مگر انھوں نے تحریک سے جو وعدہ کیا تھا اسے جان پر کھیل کر نبھایا، ان سطور کی ترقیم کے وقت مغرب تمام اس پر دو طرفہ معاہدے کے لیے دباؤ ڈال رہا ہے؛ کیوں کہ لبنان کی چکی میں عیسائی بھی پس رہے ہیں؛ مگر لبنانی جماعت کا تازہ جواب یہ ہے کہ معاہدہ ہو گا تو سہ رخی ہو گا ورنہ نہیں ہو گا، لبنان میں جنگ بند ہو جائے اور غزہ میں جاری رہے؛ یہ منظور نہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قرب قیامت تم رومیوں سے مصالحت کرو گے، مشترکہ دشمن کو شکست ہو جائے گی؛ لیکن رومیوں کے مذہبی نعرے اتحاد کو نقصان پہنچائیں گے اور تمھیں دوسری جنگ ان رومیوں سے کرنی ہو گی، معلوم ہوا کہ بڑے دشمن سے نبرد آزمائی کے لیے چھوٹے دشمن سے اتحاد کرنا جنگی حکمت عملی ہے، ہم چھوٹے دشمن کے شانہ بشانہ ہو جاتے ہیں؛ جب کہ ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ آخرش اس سے بھی دو دو ہاتھ کرنے ہی ہیں۔

فہرست

میرے نقطۂ نظر سے حالات کا رخ صحیح القبلہ ہے، آخری غیبی مدد کا ظہور اسی وقت ہو گا جب کس مپرسی انتہا کو پہنچ جائے، فداکاروں کی نگاہیں یہاں سے وہاں سے اور ہر جہاں سے مایوس ہو جائیں، دشمن آشیانے کو خاکستر کرے اور بھروسے کے تمام پتے ہوا دینے کھڑے ہو جائیں، لا الہ کا ادراک حدوں سے گذر جائے، فریادیں سینے چیر دیں اور نالے عرش کو ہلا دیں، غزہ نے ماحول بنا دیا ہے، سماں بھرپور ہے، اسٹیج نصب ہے، فلسطینی نگاہیں سیاہ بادلوں کے اس طرف دیکھنے کی قواعد میں ہیں، دیکھیے فرشتے نما بادل کب نزول کرتے ہیں، فلسطینی قربانیاں کب رنگ لاتی ہیں اور دنیا بھر میں کلمہ گوئی کے لیے ماخوذ جماعت کے خواب کب شرمندۂ تعبیر ہوتے ہیں!

❍❖❍

اے مطربانِ کنجِ چمن ہوشیار باش

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۲۴ ربیع الاول ۱۴۴۶ھ ۲۸ ستمبر ۲۰۲۴ء

ہمارے ناخداؤں کو صورت حال کا اندازہ نہیں ہے، شرکائے سفینہ ہی سمندر میں جست لگا چکے ہیں اور آپ کی کشتی کو گذشتہ دو روز سے جن موجوں

کے غرور کا سامنا ہے وہ آپ کی ناز بردار بھی رہ چکی ہیں، اطاعت شعاری سے سرکشی تک کا یہ سفر چشم زدن میں طے نہیں ہوا، ان کے صبر نے تلخ گھونٹ نوش کیے ہیں، ان کی مایوسی نے طغیانی سے قبل تاویلات کے سو مراحل عبور کیے ہیں، وہ آپ کے خلاف صف بستہ ہونے سے قبل آپ کے لیے شمشیر براں بھی رہے ہیں۔

واجبی رنگ کے مسلم نوجوانوں کا یہ عالم ہے کہ وہ اکابر کے صبر وشکیب والے اعلانات پر ننگی گالیاں دیتے ہیں، میں نے ملک کی الگ الگ ریاستوں میں نسبتاً بے دین لڑکوں کو بھی خود سپردگی والے بیانیے پر بے قابو ہوتے دیکھا ہے، شبابِ ملت یکے بعد دیگرے زخموں سے اضطراب کی کیفیت میں ہیں اور سمجھوتوں کے کسی بھی نئے ننگ کو برداشت کرنے کے موڈ میں نہیں ہیں، مفاہمت کے ہر درس میں وہ بزدلی دیکھتے ہیں، ہم آہنگی کی تلقین نشان عار نظر آتی ہے، وہ مزاحمت کی منادی کے منتظر ہیں۔

نفرت کے سیاہ بادل نئے نہیں ہیں، یہ بی جے پی حکومت کے باراتی ہیں، مودی امت شاہ دور واجپائی ایڈوانی زہر کا تسلسل ہے، دو ہزار چار سے قبل بھی ملک کی فضا متعفن تھی، ہماری شناخت کو سانس لینا دوبھر تھا، ہم یومیہ بنیاد پر ہدف تھے؛ لیکن اس وقت کی قیادت پر اعتماد اور حوصلہ مند تھی، حضرت مولانا اسعد مدنی رحمۃ اللہ علیہ ہر سیلاب کا بند تھے، انھوں نے ہر جال چاک کیا، مدرسہ بل ان کے دم

گرم سے سیاہ بل قرار پایا، انھوں نے مدرسہ بل الارم پر پورا ہندوستان دہلی میں جمع کر دیا تھا، ان کی فعالیت نے ایڈوانی سے آفیشل بیان دلوایا کہ مدارس پر دہشت گردی کا الزام جھوٹ ہے۔

وہ حکومت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرتے تھے، انھوں نے واجپائی کو گہری نیند سے بیدار کر کے انتباہ دیا کہ آسام کو سنبھالو، ورنہ میں آسام کے لیے رات گئے ہی پابہ رکاب ہوں، پھر نتائج کے ذمے دار آپ ہوں گے، ان کے دور میں بریلوی، اہل حدیث اور جماعت اسلامی وغیرہ مذہبی اکائیاں بے فکر رہتی تھیں کہ حکومتی ریشہ دوانی سے نبرد آزما ہونے کے لیے مولانا مدنی ہیں، کہاں وہ وقت کہ دینی وملی محاذ پر ہم غیروں کے بھی کفیل تھے اور کہاں یہ وقت کہ اپنے بھی مطمئن نہیں، شکایت کا طوفان بتمامہ دیوبند و قاسمی چھاپ میں غرق ہے۔

عدم اطمینان کا یہ عالم ہے کہ تیر و تفنگ سادھنے والوں نے بیان کی تحقیق وتنقیح بھی نہیں کی، ان کے نزدیک یہ طے شدہ تھا کہ بیان غلط ہی ہو گا، صورت حال یہ ہے کہ آپ کا مثبت کارنامہ محل نظر رہتا ہے اور منفی تسامح پر ایمان بالغیب برس پڑتا ہے، آپ کی نمائندگی اپنے دائرے میں متنازع بنائی جارہی ہے۔

نسلِ نو پے در پے زخموں سے چور چور ہے، وہ مسجد کے انہدام کو فراموش نہیں کر سکتے، عدالتی فیصلہ ان کو قبول نہیں، مندر کی تعمیر ان کے حلق کا

کانٹا ہے، مندر کے تاریخی افتتاح نے انھیں انگاروں پر لوٹا رکھا ہے، طلاق ثلاث کے عنوان پر شریعت میں مداخلت ان کا قومی درد سر ہے، این آر سی کو وہ سرخ لکیر سمجھتے ہیں، وقف ترمیمی بل نیا صدمہ ہے، موب لنچنگ، شعائر اسلام کے ساتھ چھیڑ چھاڑ، مذہبی شناخت کا تعاقب، مذہبی تناظر کی دل آزاری اور ہر نوع کی دینی، ملی اور قومی سرگرمیوں پر پہرے ناقابلِ برداشت ہو گئے ہیں، وہ آپ سے اپنی نمائندگی کے خواست گار ہیں، موجودہ اقدامات کو وہ دشمن کی نمائندگی کے طور پر دیکھتے ہیں، اہم بات یہ ہے کہ آپ سے شاکی طبقہ آپ کا اپنا بھی خواہ ہے اور آپ کے ادبار کو ذاتی خسارہ تصور کرتا ہے۔

❍❖❍

تعدد ازواج کا فقہی درجہ

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۲۵ ربیع الاول ۱۴۴۶ھ ۲۹ ستمبر ۲۰۲۴ء

تعدد ازواج سے متعلق جس آیت کا ذکر بکثرت ہوتا ہے وہ جواز تک محدود ہے، اس میں ترغیب تو سرے سے ندارد ہے؛ البتہ انتباہ موجود ہے؛ چوں کہ ایک سے زائد کا راستہ مخدوش اور پر خطر ہے؛ اس لیے مالک حکیم نے مزید رہنمائی کی اور انسان کے کم زور پہلو کو سامنے رکھ کر اسے ایک پر اکتفا کرنے کا

مشورہ دیا، آیت تعدد ملاحظہ فرمالیں: ”وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَىٰ فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنَىٰ وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ ۖ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ۚ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَلَّا تَعُولُوا“ (النساء:۳)

تعدد ازواج کی حیثیت پر دوسری آیت اصل ہے، فرماتے ہیں کہ تم کوشش کے باوجود بیویوں میں عدل نہیں کر سکتے: ”وَلَن تَسْتَطِيعُوا أَن تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ“ (النساء: ۱۲۹)، یہ رب العالمین کی طرف سے تعدد کی صورت حال پر واضح پیغام ہے، وہ ہماری نفسیات کا خالق ہے، اس نے باب عدل میں ہماری نارسائی کو عیاں کر دیا ہے؛ بالخصوص یہاں ذاتی انفرادیت، شخصی توانائی، مالی وسائل اور معاشرتی وسعت کے تناظر میں خوش فہمی پالنے والوں کی بساط کو چیلنج کیا گیا ہے۔

تعدد ازواج سہولت ہے، ترجیح نہیں، فقہ اور معاشرت میں اجتہاد کا رتبہ رکھنے والی شخصیت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بہ ضرورت دو نکاح فرمائے اور بلا ضرورت شدیدہ ایک سے زائد نکاح سے منع فرمایا، اس ممانعت کو اپنی وصیت میں درج بھی کرایا، ہم مسئلہ تعدد کا علم الیقین رکھتے ہیں، حضرت رحمۃ اللہ علیہ تعدد میں ابتلا کی وجہ سے حق الیقین رکھتے تھے؛ اس لیے ان کی تشریح زیادہ وقیع ہوگی، یہی پہلو تعدد کے ذیل میں حضرت مولانا محمود مدنی دامت برکاتہم کے

تبصرے کو باوزن بناتا ہے۔

شادی بیاہ معاشرت سے مربوط مسئلہ ہے؛ چوں کہ معاشرتی ترجیحات زمانے اور علاقے کے ساتھ تغیر پذیر ہیں؛ اس لیے اسلام توسع تو دیتا ہے؛ مگر توسع کی وکالت نہیں کرتا، اختیار پر بات ختم کر دیتا ہے، تعدد کی طرح عمر کا تفاوت بھی اسی قبیل سے ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر آج موضوع بحث ہے؛ لیکن اس معاشرے میں یہ عجیب بات نہیں تھی، یہی وجہ ہے کہ معاصر مخالفین نے اس باب میں کوئی نکتہ چینی نہیں کی؛ بل کہ یہ نو عمری یا تفاوت اس دور کی عرفیت تھی؛ جب کہ آج کا عرف پورے طور پر بدل چکا ہے۔

❍❖❍

تعدد ازواج: گفتار کی شادابی کردار کی کملاہٹ

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۲۵ ربیع الاول ۱۴۴۶ھ ۲۹ ستمبر ۲۰۲۴ء

تقابل ادیان کی بحثوں نے ہمیں یہ خوش گوار دریافت دی کہ اسلام نے تعدد ازواج کے باب کو منضبط کیا ہے، وہ تعدد ازواج کا داعی ہے نہ اس کی بے قید آزادی کا وکیل، حضرت سلیمان علیہ السلام کے حرم کا سیکڑا، حرم مدنی میں نو تک محدود ہو گیا اور عوامی بے مہار ازدواج بھی حدود و قیود کا پابند ہو کر مرتب، شائستہ

اور با قرینہ ہوا۔

سابقہ یادداشت میں عرض کیا گیا تھا کہ شادی بیاہ کی ترجیحات علاقے اور زمانے سے مربوط ہیں، آج ایک حوالہ تنازع کا حصہ ہے؛ جب کہ ماضی میں وہ معمول کا واقعہ تھا، تعدد کی روایات بھی علاقے اور زمانے کے تابع نظر آتی ہیں، بر صغیر بہت پہلے تعدد سے دست کش ہوا؛ جب کہ عربوں میں یہ دستور تادیر غالب رہا، رسول اللہ ﷺ کے عَلم اصلاح کے وقت بھی اس میں افراط پایا جاتا تھا، چناں چہ آپ نے متجاوز عدد کو چار میں محصور کیا۔

تعدد اصل نہیں تھا؛ اس لیے تحدید نازل ہوئی، آیت کے رنگ سے عیاں ہے کہ بے راہ روی پر لگام کسا گیا ہے، ایک معاملے میں افراط حاوی تھا، حقوق کی پامالی ہو رہی تھی، اس میں کمی لائی گئی اور حدود و قیود کا دائرہ متعارف کرایا گیا ہے، یہ تعدد کا اصل بیانیہ ہے، اس میں استحسان اور ترغیب کے معانی مستند نہیں ہیں، اضافہ شدہ ہیں، باری تعالی نے اشارہ دے دیا ہے کہ یہ نکاح کے بنیادی حکم کی توسیع ہے، اس سے وقت ضرورت استفادہ ایک سہولت ہے، اسے ترجیح قرار دینا زائد ہے۔

یہی وجہ ہے کہ تعدد کے فاعلین میں آپ کو اسلام کے شارحین کی نمائندگی نہیں ملے گی، ہمارے اکابر میں ایک حوالہ معروف ہے، ان کی بھی زبانی و تحریری تلقین اس کے برعکس ہے، یہ نہایت عجیب مستحب قرار پائے گا کہ جس

پر عمل پیرائی میں اکابر امت سست ہیں اور کم یاب مثالیں بھی ان طبقات میں ہیں جن کو دین کی پابندیوں کا خاص اہتمام نہیں، ان سطور کی ترقیم کے وقت تعدد کی بحث ایک آتش تر بنی ہوئی ہے، شباب ملت استحسان کی ترجمانی میں بے قابو ہیں؛ مگر گفتار کی یہ شادابی کردار میں یکسر پژمردہ ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ تعدد کے مصالح سے چشم پوشی، دینی وملی رسوائی کا موجب بنی ہوئی ہے، تعدد کے حکم کو ناقص پیرہن میں اٹھاتے ہیں اور اسلام کو بدنام کرتے ہیں، یہاں بھی طلاق ثلاث اور حلالے کی صورت حال بنی ہوئی ہے، بیشتر نکاح ثانی خفیہ کیے جارہے ہیں، عدم استطاعت کو ظاہر کرنے کے لیے اخفا کی قواعد سے بڑی اور کیا نشانی ہوگی؟ یہ سری نکاح عملی طور پر متعہ ہی ہیں، ان کی عمر مہینوں سے متجاوز نہیں ہوتی، نکاح جیسے رشتوں کی پردہ داری سالوں پر محیط نہیں ہوسکتی۔

مسیح العلوم کے تدریسی دور میں ہبال جامع مسجد کی جمعہ وار خطابت متعلق تھی، ایک دبنگ قسم کے خان صاحب متاثر ہوے، ابتدا میں وہ نکاح ثانی کی بابت پوچھتے، میں احتراز کا مشورہ دیتا، بعد میں انکشاف ہوا کہ وہ ایک کشمیری کلی سے شوق نکاح پورا کرچکے ہیں، بعد میں خان صاحب سے رفاقت کی سرگذشت فیملی شکایات تک سمٹ گئی تھی، نوبت یہاں تک پہنچی کہ انھوں نے قدیم بیگم کو اسی صورت حال میں مبتلا کیا جس کا انتباہ سورۂ نساء میں ہے، نہ آزاد کہ نکاح ثانی کر

سکے اور نہ حقوق نکاح کی حامل۔

اسی دور کی بات ہے ٹیزی روڈ کے ایک دوست افروز پاشا کو تعدد کا سودا سوار ہوا، میں نے متنبہ کیا، وہ ایک جنون میں تھے، نکاح کر کے رہے، عرصہ بعد ملے تو دوسرے نکاح سے فارغ تھے، وجہ یہ بتائی کہ بد تمیز تھی، باری کی شب تمسخر پر اتر آتی، اس کا تکیۂ کلام تھا کہ ہاں آؤ اور سو جاؤ گذشتہ باری نے تھکا دیا ہو گا! لذت کے جو حسین نقوش جوانوں کو تعدد کے تجربات پر آمادہ کرتے ہیں وہ حقیقی اور عملی نہیں ہیں، وہ تصور نژاد ہیں اور ان کا تصور ہی کشش کی معراج ہے، کتنے ہی اصحاب ثروت نے فینٹسی کا پیچھا کیا اور چند ایام نے ان کے خوابوں کے سراب کی حقیقت کھول دی۔

بمبئی کے میرے خاص الخاص دوست ہیں، نام لینے سے مصلحتاً گریز کر رہا ہوں، انھوں نے دین اور دنیا دونوں لحاظ سے قابل رشک زندگی گزاری، مگر نکاح ثانی کر بیٹھے، اب ان کی حیات کا خلاصہ دروغ گوئی ہے اور ان کی اصل بیگم کا حاصلِ شب وروز جاسوسی ہے، ان کی بیگم فون کرتے ہی پوچھتی ہے کہاں ہو اور یہی جواب ان کے لیے کوہ گراں ہے، آخر کتنا جھوٹ بولیں، وہ اپنی چھوٹی بیگم کے ساتھ دیوبند میرے گھر آئے، ابھی میں ان کا سامان منتقل کرا رہا تھا کہ ان کی اصل بیگم کا فون آیا اور مشکل سوال میرے کانوں کا لطف کر کرا کر گیا۔

میں نے پہلی بیوی کو اصل بیوی دانستہ کہا، وہی واقع میں بیوی ہوتی ہے،

نشیب و فراز کی رفیق، دکھ درد کی شریک، زندگی کی معمار، دلبر، ہم دم، دم ساز، مزاج شناس، اس کی دنیا شوہر سے شروع ہو کر اسی پر ختم ہو جاتی ہے، شوہر ہی اس کا سود و زیاں ہوتا ہے، شوہر اس کے لیے کیا ہے اندازہ لگائیں کہ اس نے میرا نمبر حاصل کیا اور عین اس وقت فون کیا جب خاوند اپنی چھوٹی اہلیہ سمیت میری دہلیز کو آزمائش میں ڈال رہے تھے، پہلی بیوی ہی بیوی ہے، باقی بیویاں دو طرفہ مفادات کا ایک وقتی عنوان ہیں۔

نکاح ثانی رنگین مزاجوں کا جزو قتی شوق ہے، دلالوں کی تجارت ہے، ماہرین جس پختہ کاری سے نکاح کراتے ہیں، اسی ثقاہت سے طلاق بھی کراتے ہیں، یہ سہ طرفہ فائدہ بخش تجارت ہے، صاحب ثروت کو چند روزہ عیاشی فراہم ہو جاتی ہے، خاتون کو سمجھوتے کی رقم اور ثالثی کردار کو دونوں ہاتھوں میں لڈو، یہاں اگر کسی کو خسارہ ہوا تو وہ مذہب اسلام ہے، یہ ہے تمھارے تعدد کا سچا آئینہ۔

اس کے برعکس جو تعدد مبنی بر ضرورت ہوتا ہے وہ نہایت بابرکت ثابت ہوتا ہے، ناچیز کے سامنے اس کی بھی دو مثالیں ہیں، اولاد کے حصول کے فطری اور پاکیزہ جذبے کے تحت عقد ثانی کیے گئے اور کامیاب، بامراد اور خوش گوار ثابت ہوے، ضرورت کی جو بھی صورت ہو اس پر قائم سلسلہ مبارک ہو گا اور قرآن واسلام کی نیک نامی، حقانیت، جامعیت اور زندگی و تازگی کا ثبوت وشاہد ہو گا۔

فہرست

تازہ صورت حال

محمد فہیم الدین بجنوری

۱۲اکتوبر ۲۰۲۴ء

بالآخر ایران نے جنگ کا آپشن چن لیا؛ یہ ممکن نہیں کہ اسرائیل اس غیر معمولی حملے کا جواب نہ دے اور یہ بھی اسی درجے کا ناممکن ہے کہ ایرانی پاسداران انقلاب جواب الجواب سے گریز کریں؛ اس طرح علاقائی جنگ تو آج شروع ہو گئی، یہ دیکھنا دل چسپ ہے کہ جاری معرکہ ملحمۂ کبری کیسے بنتا ہے، میرے ایک نہایت بالغ نظر دوست آج مغرب بعد فرمارہے تھے کہ نیتن یاہو وہ حکمران ہے جو دجال کا استقبال کرے گا، یعنی معاملات بہت آگے بڑھ گئے ہیں۔

رواں حملے نے ثابت کر دیا کہ ایران میں فیصلہ کن قوت پاسداران انقلاب دستہ ہے نہ کہ صدر؛ کیوں کہ پیز شکیان نے آبرو باختگی میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی، مذہبی قیادت نے خصوصی اختیارات استعمال کیے ہیں۔

لبنان کا میابیوں نے اسرائیلی قیادت کو پاگل کر دیا تھا، گریٹر اسرائیل نا ممکن الحصول سے ممکن الحصول کے طور پر زیر بحث آگیا تھا، نیتن یاہو تاریخی کردار کی حیثیت اختیار کر رہا تھا، مزاحمت سکتے کے عالم میں تھی، خیبر تک کی باتیں ہو رہی تھیں، پوری دنیا بے بس تھی، امن معاہدوں کے مسودوں پر تھوکا جارہا تھا، ظلم بے قابو اور بے مہار تھا، ساری دنیا اس کے پنجوں کی رسائی میں بتائی جارہی

فہرست⬆

تھی، اس پس منظر میں ایران کا حملہ ایک زبردست، سبق آموز، عبرتناک، چشم کشا اور توازن ساز طمانچہ ہے۔

اسرائیل کی موجودہ فرعونیت سے ننانوے فی صد توقع رد عمل ہی کی ہے؛ مگر ایک فی صد قیاس پسپائی کا بھی ہے، بالخصوص اگر تھپڑ کرارا واقع ہوا؛ کیوں کہ زوردار تھپڑ کھا کر چودہ طبق روشن ہو جاتے ہیں؛ تاہم اگر یہ جواب کی طرف جاتے ہیں- اور یہی راجح ہے؛ کیوں کہ وہاں کی کابینہ میں پاگل ہی پاگل جمع ہیں- تو یقیناً جواب علامتی نہیں ہوگا، یوں بات کا بڑھنا نوشتۂ دیوار ہے۔

❍❖❍

قرآن کی مطلوبہ ڈراؤنی قوت

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۲۸ ربیع الاول ۱۴۴۶ھ ۱۲ اکتوبر ۲۰۲۴ء

رب العزت نے فساد کی بیخ کنی اور فتنے کی سرکوبی کے لیے جس تیاری کا حکم دیا ہے وہ مطلق نہیں ہے، آپ از کار رفتہ سامان بغل میں دبا کر آیت کریمہ کی تفسیر نہیں بن سکتے، خالق حرب وضرب کی نگاہ میں اس کے خدوخال خوف، ہیبت، دہشت اور وحشت سے ترکیب پاتے ہیں، ایسی قوت کہ جس کے تصور سے

بد خواہوں کا پیشاب خطا اور خون خشک ہو جائے۔

یہ ناچیز گذشتہ پچیس سال سے جنگی تماشے نزدیکی نگاہ سے دیکھ رہا ہے، خلیجی جنگ کے وقت میں فقط دس سال کا تھا؛ لیکن اس وقت کے ناقص شعور میں بھی فضائی بمباری کا تفوق نقش ہے، اس وقت سے آج تک ہر عسکری معرکہ فضائی حملوں کے نام رہا، فریقین کی تقدیریں اسی فرق کے ہاتھوں لکھی گئیں، اسی فضائی حاکمیت نے ایک فریق کو سرخ رو کیا اور دوسرے فریق کو خاک آلود۔

گذشتہ تین دہائیوں میں وہی زمینی فوجیں فتح یاب ہوئیں جن کی راہ کی رکاوٹیں ان کے سروں پر منڈلانے والے طیارے کر رہے تھے، ہر محاذ پر فضائیہ نے پیش قدمی کی تمہید قائم کی، دور جدید میں جنگی امنگوں کے لیے فضائیہ ہی مدار و محور ہے، یہی مقدمۃ الجیش ہے اور یہی فیصلہ کن بازو۔

عراق میں جذبے اور بہادری کی کمی نہیں تھی، عراقی شیر نے اسی فضائی کمتری کی قیمت چکائی، پڑوس کے پڑوس میں شجاعت کے ساتھ ایمان کا حسین سنگم بھی موجزن تھا؛ مگر اسی فضائیہ کے ہاتھوں بے بس ہوے، بیس سالہ میعاد اسی ہوائی عفریت کے لیے کہساروں اور غاروں کو ڈھال بنانے پر مجبور ہوے، یہ بزدلانہ بندوبست شیروں کے حوصلوں پر بھاری پڑا۔

اسی فضائی بالادستی نے اسرائیل کے لیے جنگی جوکھم کو تفریح کے مترادف بنا دیا ہے، جب موڈ خوشگوار ہوتا ہے غزہ کا رخ کرتے ہیں اور سو دو سو

بچوں کو خاک وخون میں آلودہ کر آتے ہیں، لبنان بھی تفریحی مسافت پر ہے، وہاں کی بمباری بھی کسی تکلف کی محتاج نہیں، یمن دو ہزار کلو میٹر کی دوری پر تھا، وہاں بمبار جہازوں کی رسائی ممکن نہیں تھی؛ مگر اس دشواری کو سعودی عرب نے دور کیا، اسرائیل اور یمن کے درمیان سعودی عرب واقع ہے، اسرائیلی جہازوں کو درمیانی ایندھن اور پائلٹوں کو آرام اور تازگی کے وقفے کی ضرورت تھی، اس پہلو کی خدمات سعودیہ نے فراہم کیں اور اسرائیلی مہم کی کامیابی کو یقینی بنایا۔

یمن کی طرح ایران بھی اسرائیل سے دو ہزار کلو میٹر دور ہے؛ مگر اسرائیلی بمبار جہازوں کے لیے ایرانی فضاؤں میں چکر لگانا ممکن نہیں، اس راستے میں سعودیہ جو نہیں ہے، تہران تک پہنچنے کے لیے شام وعراق حائل ہیں اور یہاں اسرائیل کا خیر مقدم منفی ہے، اس طرح ایران کو مارنے کے لیے اسرائیل کے پاس بھی میزائل ہی کا آپشن ہے، یعنی ایران کی خیریت میں ایک ضمانت یہ ہے کہ وہ قوت مرہبہ یعنی فضائی بمباری سے کسی درجہ محفوظ ہے۔

قرآن نے جس قوت کی وکالت کی ہے وہ یہی فضائی قوت ہے اور اسی نظریے میں آخری قوت یعنی ایٹمی طاقت بھی شامل ہے، اگر سلطان محمد الفاتح اپنے وقت کی قوت مرہبہ بشکل بحری جہاز دریافت کرنے پر مجبور تھا تو ہم اس سے زیادہ نیک، مقبول اور مخلص نہیں ہیں، ایڈوانس نہ سہی متوازی قوت تو بہ ہر صورت درکار تھی ہی۔

فہرست

رسول اللہ ﷺ کی معجز بیانی

ایران میں ستر ہزار یہودیوں کا سراغ

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۲۸ ربیع الاول ۱۴۴۶ھ ۱۲ اکتوبر ۲۰۲۴ء

شارحین حدیث کو صحیح مسلم کی اس معروف روایت کی تشریح میں دشواری رہی جس میں تصریح ہے کہ دجال پر ایمان لانے والے ستر ہزار یہودی اصفہان سے ہوں گے، متعدد اکابر شراح نے لاعلمی بھی ظاہر کی؛ جب کہ دیگر اساطین توجیہ اور احتمال کی طرف گئے، مجھے بھی جغرافیائی اور سیاسی نقشوں میں اس حدیث کا انطباق موجبِ اشکال معلوم ہوتا تھا؛ تا آں کہ میری الجھن یکم اکتوبر کو سی این این کو دیے گئے سابق ایرانی صدر محمود احمدی نژاد کے وائرل انٹرویو نے دور کر دی اور دجال کے مذکورہ متبعین سے متعلق مطلع صاف ہو گیا۔

سابق ایرانی صدر کا بیان جہاں سیاسی وسفارتی حلقوں کے لیے ایٹم بم ہے، وہیں ہم جیسے طلبہ کے لیے ایک بابِ علم کو مفتوح کرتا ہے، وہ کہتے ہیں کہ ہم نے اسرائیلی ریشہ دوانیوں پر نظر رکھنے کے لیے، ایک خفیہ ادارہ قائم کیا تھا، بعد میں معلوم ہوا کہ اس کا سربراہ موساد ایجنٹ ہے، اس ادارے میں بیس ایسے اراکین تھے جو ایران کی خفیہ اور حساس معلومات اسرائیل کو فراہم کر رہے

فہرست⬆

تھے۔

یہ بیان ایران میں اسرائیلی مداخلت، نمائندگی اور جاسوسی کا پیمانہ سامنے لاتا ہے، یہاں سے اسماعیل ہانیہ کی شہادت کے لیے ایران کا انتخاب بھی سمجھ میں آیا، ماضی میں ایرانی اہداف کی کامیابی قابلِ فہم ہوئی، ایرانی لیڈران کے قتل کی واردات میں آسانی سے پردہ اٹھا، اسرائیل کے پاس ایرانی ایٹمی پروگرام سے متعلق معلومات کا حرف حرف موجود ہونا؛ یہ سب ادراک کی گرفت میں آیا۔

محمود احمدی نژاد کے بیان اور ایرانی سرزمین پر اسرائیلی مداخلت اور کامیابیوں کے صفحات یہ بتاتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی بیان کردہ ستر ہزار کی تعداد بھی محتاط ہے، اسرائیل نے جس طرح گلِ لالہ زار میں کانٹے بچھائے ہیں، اس لحاظ سے تو ایران کا گلی کوچہ یہودیوں سے معمور ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایرانی جو شیعہ مسلک میں بھی مخلص نہیں ہیں، یعنی شیعہ نقطۂ نظر سے متدین نہیں ہیں؛ ان کی بڑی تعداد یہودیوں کی ہم نوا ہو چکی ہے اور آج مادی مفادات پر ان کے لیے کام کرنے والے اصفہانی ایرانی کل دجال کی قیامت خیز پیش کش پر لبیک بھی کہیں گے اور اس کے ہاتھ پر بیعت بھی کریں گے۔

یارسول اللہ ﷺ! آپ امام صدق ہیں، آپ کی پیشین گوئیاں کس درجہ حق، بامعنی اور پر تعبیر ہیں، ہم تو آپ کے ارشاد کی تمثیل میں ایرانی علاقوں میں یہودی برآمد کرنے کے لیے غلطاں و پیچاں تھے، آپ کی حدیث کی تطبیق میں

سر گرداں تھے کہ ایران ہی کے ایک جان کار، واقف کار، گھر کے بھیدی اور محرم اسرار نے ستر ہزار اصفہانی یہودیوں کی موجودگی سے پردہ اٹھادیا، ہم ایمان لائے آپ پر اور آپ کے تمام ارشادات پر، آپ حق اور آپ کے جملہ اقوال حق۔

امریکہ اور یورپ کا کلمۂ توحید اور کلمۂ شرک

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۳۰ ربیع الاول ۱۴۴۶ھ ۱۴ اکتوبر ۲۰۲۴ء

"اسرائیل کو اپنے دفاع کا حق ہے" یہ مجرد سیاسی نعرے سے آگے بڑھ چکا ہے، اب اس کی حیثیت کلمۂ طیبہ کی ہو چکی ہے، جس طرح ایمان کے امیدوار کو لا الہ الا اللہ کہنا لازمی ہے، اس کے بغیر سند اسلام جاری نہیں ہو سکتی، بعینہ صورت حال مغرب کی ہو گئی ہے، اسرائیل کے حق دفاع والی بات ان کے عہدے کا حلف نامہ ہے، مغربی ممالک میں کسی بھی کلیدی منصب کا عہد وپیمان مذکورہ بالا ایمان سے مربوط ہے۔

اسرائیل کے دفاع کا مضمون دل میں راسخ ہونا بھی کافی نہیں، دین اسلام کے لسانی اقرار کی طرح اس کا زبانی اظہار بھی ناگزیر ہے، پھر ہمارے دین میں ایک مرتبہ کا اقرار کافی ہے، اس کے برعکس یہودیوں نے اس جملے کو یومیہ وظیفے کی طرح عائد کر دیا ہے، بائڈن کی پریس کانفرنس کسی بھی موضوع پر ہو؛ مگر "بسم

اللہ" اسی جملے سے ہو گی اور "آمین" بھی اسی پر۔

طرف دار رہنماؤں کے علاوہ نسبتا معتدل لیڈر بھی اس جگالی کو حزب البحر کی طرح دہراتے ہیں، متوقع نئی خاتون امریکی صدر دور کہیں فلسطینی گوشہ رکھتی ہے اور قیاس ہے کہ اس کے آنے کی صورت میں نیتن یاہو اس درجہ آزاد نہیں ہو گا؛ مگر وہ بھی اپنی تقریر کا "وآخر دعوانا" اسی جملے پر کرتی ہے، در اصل دفاع اسرائیل ایک تصور، ایمان، عقیدہ اور روایت بن چکا ہے۔

کلمۂ توحید کی طرح یہودیوں نے کلمۂ شرک بھی بر آمد کیا ہے، اس سے میری مراد (anti semitism) سامیت مخالف کا نعرہ ہے، یعنی یہودی مخالف ذہن سامیت مخالف ہے اور اس کا حامل مرتد ہے، اس عقیدے کو یورپ اور امریکہ میں ایسا راسخ کیا گیا کہ ہر مغربی شہری اس تہمت سے گریز کا وہی اہتمام کرتا ہے جو مسلمان خنزیر سے اجتناب کے لیے کرتے ہیں، ہر امریکی ربا اور ربیہ کی طرح سامیت مخالف شبیہ سے صفائی دینے میں مصروف رہتا ہے۔

❍❖❍

ایران کا حسینی کردار

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۳۰ ربیع الاول ۱۴۴۶ھ ۱۴ اکتوبر ۲۰۲۴ء

درج بالا عنوان پر خامہ فرسائی سے قبل متنبہ کرنا ضروری ہے کہ میں کٹر

مسلکی ذہن رکھتا ہوں، انتہا پسند فرقہ پرست ہوں، مسلک اور فرقہ میرے علمی موضوعات میں نمایاں مقام رکھتے ہیں؛لہذا سیاسی امور پر گفتگو کے ضمن میں مجھے مسلکی یاد دہانی نہ کرائی جائے، خالص مسلکی ہونے کے ساتھ ساتھ ہمیں مسلکی ابحاث کے تعلق سے موقع و محل کا شعور ہے اور اتحاد واختلاف کے حدود، مواقع اور مراتب کی تمیز ہے۔

امابعد: مذہبی نصوص اور عالمی سیاست پر یکساں اعتبار کی حامل شخصیت، خاص دوست حضرت مفتی سعادت اللہ خان صاحب نے میرے ایک مضمون پر تبصرہ کرتے ہوے پتے کی بات بتائی ہے،وہ کہتے ہیں کہ حماس، حزب یا ایران کے ہاتھوں اسرائیل کا خاتمہ، زوال یا ناقابلِ تلافی نقصان ممکن نہیں، اسرائیل کا عروج خروجِ دجال کا مقدمہ ہے، اگر اسرائیل کم زور ہو گیا تو دجال اکبر کا خیر مقدم کون کرے گا؟ حضرت مہدی کس طاقت سے لوہا لینے کے لیے نمودار ہوں گے ؟ حضرت عیسی علیہ السلام کے نزول کی کیا معنویت ہو گی ؟

یعنی اسرائیل کی طاقت، گرفت، ظلم اور سرکشی کم نہیں ہو گی؛ تا آں کہ خروج دجال واقع ہو جائے، میرا اندازہ بھی یہی ہے کلیدی علامات کا ظہور نزدیک تر ہے اور ملاحم شروع ہو چکے ہیں، اس نقطۂ نظر کی متعدد وجوہ ہیں، تقلیدی وجہ تو یہ ہے کہ ہمارے دور کی سب سے بڑی علمی شخصیت یعنی حضرت بحر العلوم دامت برکاتہم اس بابت بہت واضح سوچ رکھتے ہیں، ان کے نزدیک ظہور کا وقت موعود

ہو گیا ہے اور قافلۂ نوع بشر آخری واقعے کی طرف کوچ کر چکا ہے۔

تحقیقی پہلو سے اس رائے کے وزن کی مختلف وجوہات ہیں، مثال کے طور پر یہودیوں کا قرآنی مطالعہ پورے وثوق سے کہتے ہے کہ شامت اعمال نے ان کی تقدیر سیاہ کر دی ہے اور ان کی قومی جبین کے لیے ذلت ورسوائی مقرر ہے، اس میں عارضی استثنار کھا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ عارضی استثنا کے لیے پچھتر سالہ میعاد بھی بہت ہے، اگر ان کا عروج دراز ہوتا ہے تو ذلت کی قرآنی مہر متاثر ہو گی اور خدائی پیشین گوئی خدائی تدبیر سے متعارض ہو گی۔

اس سے بھی زیادہ اہم بات یہ ہے کہ علامات قیامت کی فہرست کا بیشتر حصہ گذر چکا ہے یا گذر رہا ہے، باقی ماندہ فہرست میں فقط غیر معمولی اور چنیدہ نشانیاں رہ گئی ہیں، اگر بساط لپیٹنے میں زیادہ وقت ہے تو ان حساس نوعیت کی علامات کا ظہور قبل از وقت قرار پائے گا، علامات کا ظہور گویا الارم ہے اور چل چلاؤ کا ماحول بنایا جارہا ہے۔

یعنی ایران نے جو کھم اٹھایا ہے، اسے معلوم ہے کہ رد عمل امریکہ اور یورپ سے آئے گا، اسرائیل پر داغے گئے میزائل مآل کار مغربی دیو قامت طاقتوں کی غیرت ہیں، جواب اور جواب الجواب میں قیامت کی تصویر ابھر آئے گی، اپنوں نے پیٹھ دکھار کھی ہے، روس وغیرہ کی پوزیشن مبہم ہے، دوست کم زور ہیں، غرض! ایرانی اقدام نہایت پر خطر ہے؛ مگر جنگ کی شناخت ہی یہ ہے کہ کوئی

شناخت نہیں، یہ کسی کے قابو میں نہیں ہوتی، کمزور فریق کی صف میں غیرت، حمیت، خودداری جیسے مردانہ اوصاف جوش مارتے ہیں اور بگل از خود بج اٹھتا ہے۔

امام حریت حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بھی نتائج کا اندازہ تھا، ابتدا میں کچھ نقشے ضرور تھے؛ لیکن راستے کے ساتھ ساتھ مطلع صاف ہوتا گیا اور کربلا کے خدوخال نمایاں ہوگئے، واپسی کی راہ سلامت تھی، مہم سے دست کشی کا آپشن سامنے تھا، ان کے ذاتی مصالح کا دشمن کے یہاں خیر مقدم تھا؛ مگر ایمان ان کے پاؤں کی زنجیر بنا اور شہادت ان کی پسند وترجیح، حضرت حسین کی مثال دین وایمان کے ساتھ ساتھ عزوشرف، غیرت وحمیت اور خودداری کا اسوہ بھی ہے، کربلا کا پیغام ایک ہی ہے کہ عقل اور عشق کی کش مکش میں احرار طبیعتیں عشق کی طرف جاتی ہیں، کس مپرسی کی فضا میں بھی غیرت کا سودا نہیں کرتیں اور آزادی کی تاریخ اپنے خون سے رقم کرتی ہیں۔

❍❖❍

سنی عقل کا ماتم

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۲ ربیع الثانی ۱۴۴۶ھ ۱۶ اکتوبر ۲۰۲۴ء

شیعوں کا اپنا ایجنڈا ہے اور وہ اس کے لیے وجود وزیست کی قیمت پر برسر

فہرست⬆

پیکار ہیں، یہودیوں کے بھی قومی خواب ہیں اور وہ ان کی تعبیر کے پیچھے ہر جوکھم اٹھانے کے لیے تیار ہیں، یہ دونوں دشمن اپنے مشن میں کوئی داخلی چیلنج نہیں رکھتے، شیعہ، یہود دشمنی میں یک کلمہ ہیں، کوئی شیعہ طاقت یہود کی ہم نوا نہیں، اسی طرح یہودی بھی شیعہ عداوت میں متحد ہیں، ان کی صفوں میں اس تعلق سے کوئی اختلاف رائے نہیں۔

اس کے بر خلاف سنی گروہ خارجی خطرات کے ساتھ داخلی انتشار سے بھی بد حال ہے، داخلی رجحانات نے سنی بلاک کو آوارہ، پراگندہ اور بے سمت کر دیا ہے، مزاحمت تو بہت دور کی چیز ہے انھیں یہ بھی نہیں پتا ہے کہ لڑنا کس سے ہے، وہ دشمن کی تعیین ہی میں باہم دست و گریبان ہیں، نصف سنی کہتے ہیں کہ شیعہ بڑا دشمن ہے، صہیونی دوم درجے پر ہے، جب کہ باقی نصف سنی کہتے ہیں کہ یہود اصل دشمن ہے اور شیعہ دوسرے مرتبے پر ہے۔

در اصل سنی بلاک بے عملی کا شکار ہے اور اپنے نکمے پن کے لیے ایرانی اور شیعی بہانے تراشتا ہے؛ کھری بات یہ ہے کہ سنی دنیا بزدلی میں مبتلا ہے، دشمن کوئی بھی ہو بدلے کے لیے کلیجہ درکار ہے، جس وقت دل والے سمندروں میں جست لگا رہے ہیں، ہم بے عمل دعاؤں میں کھوئے ہوے ہیں، یہی اپنا قومی سچا آئینہ ہے۔

کیا اتنی سادہ حقیقت سنیوں کی عقل سے ماورا ہے کہ فی زمانہ یہودی

طاقت نے سنیوں اور شیعوں کو یکساں طور پر نشانہ بنا رکھا ہے، ان کے جنگی جہاز غزہ کے سنیوں اور لبنان کے شیعوں کے لیے برابر پیغام موت بنے ہوے ہیں، ان کی خوں ریزی تفریق سے بالا ہے، اے سنی حکمرانو! تم نے اسرائیل کا سرکاری منشور پڑھا ہے؟ ان کو پورا لبنان، پورا اردن، پورا فلسطین، پورا کویت، تین چوتھائی سعودی عرب اور پانچواں حصہ مصر چاہیے اور اس عظیم اسرائیل کے لیے وہ ابھی نہیں تو کبھی نہیں کے عقیدے پر ہیں۔

تمھارے شعوری معیار کے مطابق بھی یہ وقت صہیونیت سے نمٹنے کا ہے، جب اس نے دو رخا محاذ کھول دیا ہے تو چھوٹے دشمن کی صورت حال سے فائدہ اٹھاؤ اور اس کے دوش پر بندوق چلاؤ، میدان سے کامیاب واپسی پر اگر تمھیں شیعہ محاذ آرائی ناگزیر لگی تو یہ نصف حساب آسان ثابت ہو گا۔

سیاسی امور میں مسلکی انتہا پسندی ملحوظ رکھنا، حد درجہ جذباتیت، کم نگاہی، تنگ نظری اور شعوری افلاس ہے، معلوم ہے کہ مسلکی بحثیں انتہا پسندی پر مبنی ہوتی ہیں اور ان کا اپنا موقع محل ہے، اگر ہم ان گہرائیوں کو سیاسی اور سفارتی پلیٹ فارموں پر نمایاں کریں گے تو تنہائی اٹھائیں گے، آپ کا ناطقہ بند ہو جائے گا اور خالق کی وسیع و عریض زمین گیس کا تنگ چیمبر محسوس ہو گی، جہاں سانس لینے کے لیے بھی ترسنا ہو گا۔

مثال کے طور پر کیا ہمارا سعودی سلفیوں سے چھوٹا اختلاف ہے؟ آپ کو

معلوم نہیں کہ سعودیہ کے سر فہرست علمانے ہماری تکفیر کی ہے؟ سعودی عرب کے کتب خانے ہماری تکفیر والی کتابوں سے بھرے پڑے ہیں، اس سے بڑا اور کیا مذہبی اختلاف ہوتا ہے؟ کیا بریلوی ہمیں مسلمان سمجھتے ہیں؟ کفر کے بعد کیا رہ جاتا ہے؟ اس مسلکی تنگ ذہن کے ساتھ کوئی عالمی کردار ممکن ہے؟ بس اپنی ڈیڑھ اینٹ کی الگ مسجد بناؤ اور پھر اینٹ سے اینٹ بجا دیے جانے کے لیے اپنی اپنی باری کا انتظار کرو۔

نیتن یاہو: دنیا کا سپریم لیڈر

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۴ ربیع الثانی ۱۴۴۶ھ ۱۸ اکتوبر ۲۰۲۴ء

گذشتہ ہفتے فرانسیسی صدر نے، غیر متوقع طور پر اعلان کیا کہ ان کا ملک اسرائیل کو اسلحہ فراہم نہیں کرے گا؛ کیوں کہ اسے عام شہریوں کے خلاف استعمال کیا جا رہا ہے، نیتن یاہو نے اس کے جواب میں جو کہا وہ الگ ہے، دل چسپ یہ ہے کہ اس نے فرانسیسی صدر کو یہ کہہ کر آئینہ دکھایا کہ تو بے شرم انسان ہے، ماکرون کا حالیہ دنوں میں یہ دوسرا تجربہ ہے، چند روز قبل وہ لبنان جنگ بندی مسودے کو لے کر چھک رہا تھا، ارذل العمر کی کرامات سے دوچار،

غنودگی زدہ امریکی صدر نے بھی لفافے کو عنوان پڑھ کر بوسہ دیا تھا؛ مگر نیتن یاہو داسپریم لیڈر آف ورلڈ نے دونوں کو دوبہ دو ذلیل کر کے ان کی جگہ بتائی۔

اقوام متحدہ کا جنرل سکریٹری دور جدید کا نیلسن منڈیلا ہے، اسے حدیں معلوم ہیں؛ مگر اس کا انسایت نواز سنہرا دل اسے بیتاب رکھتا ہے، سات اکتوبر پر جو اس نے کہا وہ کوئی برسر اقتدار مسلمان نہیں کہہ سکتا اور وہ بیان اس کے عدل و مساوات کی تاریخی مثال ہے، ایک ایسی شام جب کہ کل عالم کی ہم دردی اسرائیل کی طرف تھی؛ یہ کہنا کہ حماس حملہ بلا وجہ نہیں ہے، بہت معانی رکھتا ہے، یہ گذشتہ پچھتر سالہ میعاد کے چند شاندار جملوں میں سے ایک ہے۔

اقوام متحدہ سب سے با اثر تنظیم ہے، اس کی طاقت کا اندازہ کرنا ہو تو ماضی کے فیصلوں کا طائرانہ جائزہ لیں، امت مسلمہ کا سفینہ اسی دار الندوہ کی تجاویز نے تخت تخت کیا ہے، اس کے ذیلی اداروں میں نیک نامی درج کرانے کے لیے بڑے بڑے ملک لابیاں پالتے ہیں؛ لیکن اقوام متحدہ کا پاور جہاں ختم ہوتا ہے اسرائیل کا پاور وہاں سے شروع ہوتا ہے اور دنیا کو ابہام نہ رہے؛ اس کا نیتن یاہو نے خاص اہتمام کیا ہوا ہے، اقوام متحدہ کا جنرل سکریٹری صبح کو فلسطینیوں کے حق میں نرم گوشہ ظاہر کرتا ہے آور شام کو اقوام متحدہ کے عملے کو اسرائیل بدر کر دیا جاتا ہے، جس تنظیم کی بنیاد نسل پرستی مخالف رجحان پر اٹھائی گئی تھی، نیتن یاہو یہ کھیل خود اس کے اسٹاف کے ساتھ کرتا ہے، میڈیکل کارکنان ہوں یا غذائی عملہ

یا امداد کی کوئی اور اکائی؛ سب کو ایک لاٹھی سے ہانکا جاتا ہے اور سربراہان عالم نے اپنے اپنے جسم میں جھرجھری اور کپکپی اس وقت محسوس کی جب نیتن یاہو نے ایک ردعمل میں اقوام متحدہ کے جنرل سکریٹری ہی پر پابندی عائد کر دی۔

وہ اپنے آقا جو بائڈن کا فون کاٹ کر دو طرفہ تعلق کی صحیح نسبت اور واقعی صورت حال کی تلقین کرتا ہے، دنیا کا خیال ہے کہ اسرائیل، امریکی وجود پر منحصر ہے، نیتن یاہو اس عالمی مغالطے کا ازالہ امریکی حکام کی رسوائی وخواری سے کرتا ہے، اس نے آفتاب کی طرح حقیقت حال آشکار کر دی کہ امریکہ ہی دراصل وہ فریق ہے جو اسرائیلی امداد پر منحصر ہے۔

سات اکتوبر کو دنیا کی ہم دردی اسرائیل کے ساتھ تھی؛ اعتدال پسند ظاہر بین بھی اسلاموفوبیا رجحان کے ساتھ چلے گئے تھے، پھر بات آگے بڑھی اور شب وروز کے ساتھ اسرائیل کا خونیں چہرہ دنیا کے سامنے آیا، اکتالیس ہزار معصوم جانوں کی داستان انسانیت سوز کارروائیوں سے رقم ہوئی، نیتن یاہو کے قتل عام پر یورپ وامریکہ کے عوامی کلیجے بھی ہل گئے، دنیا بھر میں شہریوں کے سیلاب امڈ آئے، فلسطینیوں کی ہم دردی نے عالمی راجدھانیوں کو فلسطینی علم اور فلسطینیوں کے مخصوص رومال میں تبدیل کر دیا، بچوں پر قہر ڈھاتے نیتن یاہو کے بموں نے اقوام مغرب کی چیخیں نکال دی، عرب وعجم، شرق وغرب اور شمال وجنوب نیتن یاہو کے خلاف سراپا احتجاج ہو گئے، میں تاریخ کو چیلنج کرتا ہوں کہ

وہ بشمول ہٹلر کوئی ایک منحوس کردار بتائے جس کے خلاف اقوام عالم کا ایسا اتحاد تشکیل پایا ہو؛ لیکن نیتن یاہو کے کانوں پر جوں نہیں رینگی اور اس نے ہفت اقلیم کو بتادیا کہ دنیا کا ایک ہی ڈکٹیٹر ہے اور دنیا کا سپریم لیڈر وہ ہے۔

اے عالم الغیب! آپ نے یہودیوں کے گذشتہ عروج کو ولتعلن علوا کبیرا کہا ہے، اے رب العزت! تیرے دشمنوں کو عروج تو آج ملا ہے، اے تعبیر کے خالق! ہم تو اس بے لگام اقتدار کو قید تعبیر میں لانے سے بھی عاجز ہیں، تو ہی تعبیر کر اور تو ہی اس تعبیر کو خاک آلود بھی کر، ہم ہی نہیں ساری دنیا عاجز و بے بس ہے اور اب ہر آنکھ جانب آسمان اٹھی ہے اور بس اٹھی رہ گئی ہے۔

❍❖❍

اسرائیل کی طرح ایران بھی غیر اعلانیہ ایٹمی طاقت

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۵ ربیع الثانی ۱۴۴۶ھ ۹ اکتوبر ۲۰۲۴ء

ایران نے ایٹم بم اپنا پیٹ کاٹ کر حاصل کیا ہے، ہم نے طاؤس ورباب کی راہ لی اور داد عیاشی کو نئے معانی دیے، ایرانیوں نے بھوک کو مارا، خون پسینہ ایک کیا اور شمشیر وسنان کا انتخاب کیا، ہم نے ازلی دشمن کی کاغذی ضمانتوں کو ترجیح دی؛ جب کہ ایران نے حقیقی گارنٹی کا مردوں والا آپشن چنا، یعنی طاقت کا توازن۔

فہرست⬆

اگر پانچ اکتوبر کو ایران ایٹمی طاقت بن گیا ہے تو اب اسرائیل میں موسم کی فوری تبدیلی طے ہے، طاقت کا توازن بے لگام فریق کی خود کار نکیل ہے، سفلہ دشمن مزاحمت دیکھ کر تیور بدلنے میں ننگ وعار محسوس نہیں کرتا، کم زوری کو جرم ضعیفی کے تاوان پر مجبور کرنے والے کمینے طاقت کو سلام کرنے میں سبقت لے جاتے ہیں۔

اگر پانچ اکتوبر کی قیاس آرائی درست ہے تو پاور شفٹنگ ہو گئی ہے، اب مشرق وسطی شطرنج کا نیا وزیر و فرزین ایران ہو گا، اس کی زد اور مار دور رس ہو گی اور اس کی چال بساط کے ہر گھر اور ہر رخ پر حاوی ہو گی، ایران جنگ کی بات کرے گا اور اسرائیلی ایجنٹ امن کا وظیفہ پڑھیں گے، جنگ ہو یا امن دونوں کے نقش ایران وضع کرے گا، حماس، حزب اور یمن سمیت تمام اسرائیلی محاذوں کے لیے ہر پہل کا واحد ایڈریس ایران ہو گا، ایران نے زیست کا معرکہ جیت لیا ہے اور جان کی بازی لگا کر جیتا ہے۔

ہم کھیل سے باہر ہو گئے ہیں، ایران کا حمق ہماری دانشوری پر غالب آ گیا ہے، جس ایران کو خطرات کا الو گر دانا گیا تھا، اب خطرات کی پناہ گاہ وہی بنے گا، ہم اس کی پیشوائی کا عار اٹھائیں گے، امن کے عالمی فریب کاروں کی نئی منزل تہران ہے، ہمارے عبا و قبا بھی نئی وحی پر تحویل قبلہ کرنے اور نئے آستانے پر جبین سائی میں قطار در قطار نظر آئیں گے، ایران فیصلہ کرے گا کہ اب جنگ

ہو گی یا صلح، واللہ اعلم۔

ایٹمی اموات کے منڈلاتے بادل

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۵ ربیع الثانی ۱۴۴۶ھ ۹ اکتوبر ۲۰۲۴ء

کسی ملک پر ایٹم بم گرانا اور کسی ملک کے ایٹمی ذخائر پر بمباری کرنا یکساں تباہی کی دو جداگانہ صورتیں ہیں، انسان کُش طاقتوں میں امریکہ واحد دجال ہے جس نے ایٹمی قیامت ڈھانے کا حظ اٹھا رکھا ہے، نیتن یاہو نہیں چاہے گا کہ کشت وخون کا وہ شیطانی ریکارڈ بدستور لازوال اور ناقابلِ تسخیر رہے اور شیطان اکبر ہوتے ہوئے بھی خاک وخون کے اس آخری سرور سے محروم رہ جائے۔

ایران نے نیتن یاہو کو مخمصے میں ڈال دیا ہے، اگر وہ علامتی کارروائی پر اکتفا کرتا ہے تو ہر معانی میں لاحاصل ہے اور اگر کمر توڑ ضرب کو چنتا ہے تو اس کے لیے ایٹمی پلانٹس اہداف کے علاوہ کوئی صورت نہیں، ہم گو کہ ایران سے ڈھائی ہزار کل میٹر دور ہیں؛ تاہم احتیاط اسی میں ہے کہ کچھ آکسیجن سلینڈر خرید کر رکھ لیں، ہیروشیما کو جینا یقیناً ہیروشیما کو جاننے سے یکسر مختلف تجربہ ہو گا۔

اسرائیل کی حکمت عملی اور نیتن یاہو کی تعلی نیوکلیئر اہداف کے پلڑے کو

جھکاتے ہیں؛ مگر اس کے نتائج چوں کہ حشر سامان ہیں؛ اس لیے ناپ تول کی قواعد چل رہی ہے، آج بائڈن نیتن یاہو ٹیلیفون گفتگو کا اہم موضوع یہی ہے، یہ مجوزہ بات چیت ایسے وقت ہو رہی ہے جب کہ دونوں کے ذاتی تبصروں کو لیک کرنے والی تازہ سلگتی کتاب "وار" نے دنیا بھر میں دھوم مچائی ہوئی ہے، ووڈ وارڈ کی یہ کتاب آئندہ ہفتہ عام ہوگی؛ مگر اس کے لیک شدہ اجزا بہت دل چسپ ہیں، مثال کے طور پر جو بائڈن کی گالیاں جو نیتن یاہو کو دی گئیں، "گھٹیا انسان" "جھوٹا" "ملعون" ان میں نسبتا ہلکی ہیں، معلوم ہے کہ گالیاں کمزور، بے بس اور مایوس فریق کا سہارا ہوا کرتی ہیں۔

❍❖❍

ڈاکٹر صاحب اور پاکستانی پچ

محمد فہیم الدین بجنوری

۱۰ اکتوبر ۲۰۲۴ء

مجھے یاد ہے کہ کرکٹ مبصرین کھلاڑیوں کی کارکردگی کو کرکٹ میدانوں سے جوڑ کر دیکھتے تھے، کھلاڑیوں کی کامیابی اور ناکامی یا کامیابی کی شرح کو میدانوں سے منسوب کرتے تھے، ہم جیسے معصوموں کے نزدیک یہ توہم پرستی تھی، ظاہر بینی یہی کہتی ہے کہ مہارت ولیاقت کو موقع و محل سے متاثر نہیں ہونا چاہیے، میں

ڈرائیور ہوں تو ہر جگہ ڈرائیور ہوں، سڑک اگر خراب نہیں ہے تو مجرد تبدیلی کیوں کر اثر انداز ہو سکتی ہے؟

ڈاکٹر صاحب کے حالیہ شش و پنج نے ہمارے خیال کی تصحیح کر دی، واقعی گراؤنڈ کی تبدیلی کی اپنی کرامات ہیں، ایک جگہ کا کمفرٹ (خوش گواری)، دوسری جگہ کے ڈس کمفرٹ (بے آرامی) کا مداوا نہیں بن سکتا، میرے لیے طبعی وجوہ سے کسی بھی شخصیت کے ویڈیوز دیکھنا ممکن نہیں، (الا یہ کہ وہ پڑوس کے حیرت انگیز رمز علم مفتی زرولی خان جیسا پیکر علم اور مجسم دیوبند ہو) میں نے ڈاکٹر صاحب کی مختص میعادی وائرل کلپس ہی دیکھی ہیں، سرکاری مہمان کی علمی نارسائی، فکری الجھن، قفس نما بے چینی، شرر ناتمامی اور افتاد کی طغیانی وغیرہ خامیاں حیران کن ہیں اور مایوسی انگیز بھی۔

ناقدین کی طرف سے میدان عمل کے فرق کی بات بھی خوب کہی جارہی ہے؛ لیکن ہم تو امام مالک کی لا ادری والی ادا کے بسمل ہیں، تعلی، ہمہ دانی، ناز، تمرد، ادعا اور للکار کی لہروں کی بہ نسبت سمندر کی گہرائی، خاموشی اور لاعلمی کا اعتراف زیادہ حقیقی، باوزن، دل کش و دلربا لگتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب! یہ اسلامیات کی چھاؤنی ہے

محمد فہیم الدین بجنوری

۱۰ اکتوبر ۲۰۲۴ء

واقعی پاکستان میں علم اور اہل علم کا اپنا سکہ بہت بھاری ہے، ڈاکٹر صاحب جیسی گلوبل شخصیت ان کے وزن میں جھول گئی، دین، علم، فرقہ، مسلک اور جملہ مذہبیات میں پاکستان خود کفیل بھی ہے اور دنیا کے لیے بر آمد کنندہ بھی، ان کی سرزمین پر مذہبی لکچر دینے کے لیے بیرونی شخصیت کے لیے ناگزیر ہے کہ وہ گہرا مطالعہ، وسیع نظر اور ضروری اعتماد بخشنے والی کافی وشافی تحقیق کا حامل ہو، ورنہ ان کے اسٹیج پر مرعوب بھی ہو گا اور ناکام بھی، ہماری مغربی یوپی کے جلسوں کی زبان میں یہ کہ "وہ چل نہیں پائے گا"۔

قاسمی اور ندوی فضلا کی تیار کردہ بحثوں پر منحصر ہو کر مؤثر عوامی اسپیچ ممکن ہے، جدت پسند مسلمانوں کی تحسین بھی متصور ہے، غیر مسلم سامعین کو بھی مبہوت کیا جا سکتا ہے؛ لیکن ان بحثوں کے مراجع پر نظر رکھنے والوں کے درمیان کھڑے ہوں گے تو زبان سمیت جملہ جوارح واعصاب دباؤ محسوس کریں گے، ویسے بھی وہ ملک کانپیں ٹانگنے کی ایک روایت و تاریخ رکھتا ہے۔

دو ہزار چار کی بات ہے راقم مسجد نبوی میں معتکف تھا، سفر میں اپنی تازہ

فہرست

تصنیف "انسانی حقوق اسلامی تناظر میں" ہم راہ تھی، ایک روز میں ضروریات سے فارغ ہو کر مقررہ مقام پر پہنچا تو ایک پینٹ شرٹ والا شخص میری کتاب کا مطالعہ کر رہا تھا، بیس سال قبل مغربی پوشاک پہنے ہوے شخص سے ہندوستانی پس منظر میں یہ بعید تھا، میں نے از راہ تمہید کہہ دیا کہ آپ اردو پڑھ لیتے ہیں؟ اس نے غیرت بھرے لہجے میں گالی آمیز جواب دے کر مجھے سکتے میں ڈال دیا، وہ ایک پاکستانی نوجوان تھا، اس کے مطابق اردو کا وہ اجارے دار بھی تھا اور اس جاگیر کا نمبر دار بھی، ڈاکٹر صاحب! پاکستان اسلام اور اسلامیات کی حمیت بر دار چھاؤنی ہے!

❍❖❍

انجینئر: اللہ میاں توشے کوئی نہیں!

محمد فہیم الدین بجنوری

۱۰ اکتوبر ۲۰۲۴ء

ہمیں انجینئر سے اختلاف نہیں، عداوت ہے اور اس دشمنی میں ہم رب العالمین کے ساتھ ہیں، انھوں نے کہہ رکھا ہے کہ اولیا میری سرخ لکیر ہیں، ان کی اذیت جنگ کا بگل ہے، ایک وقت میرا خیال تھا کہ وہ عوام کی افراط و تفریط پر تنقید کرتا ہے، پھر بعض تیز و تند ویڈیو دہشت زدہ کر گئے، وہ تو بالذات اہل اللہ

ہی کا منکر ہے، معروف بر گزیدہ ہستیاں اس کے نزدیک منحرف، گمراہ، مکار، بدعتی اور بے دین ہیں۔

عام خیال ہے کہ انجینئر نے فرقوں سے پنگا لیا ہوا ہے؛ جب کہ صورت حال یہ ہے کہ اس نے اللہ رب العزت سے پنگا لیا ہے، وہ تو رات دن اللہ کے دوستوں کو گالیاں دے رہا ہے، مجھے نہیں لگتا کہ اللہ تعالی اپنے دوستوں کو مایوس کرے گا اور ان کی بر سر منبر ہتک کو نظر انداز کرے گا، مشاہیر ولایت کو نام بہ نام ہدف بنا کر وہ خدا کا غضب خرید چکا ہے، اس کے حلم نے انجینئر کو جری بنا دیا ہے، جب کہ شانِ اولیا کا تمسخر دائرۂ حلم سے باہر کی چیز ہے۔

دین و مذہب کے تماشے ماضی میں بھی ہوے ہیں؛ مگر سوشل میڈیا پلیٹ فارموں نے اسے خوفناک حد تک سہل بنا دیا ہے، ہر نشانِ قیامت ایک جماعت لیے بیٹھا ہے، بیہودہ گو بھی بانی فرقہ ہو سکتا ہے، انجینئر صاحب نے یہ مدعا بھی ثابت کیا، روزِ محشر ہر باطل کا مستقل علَم بھی ہو گا اور متبعین کو ورودِ جہنم میں اس علَم کی ماتحتی کا پابند کیا جائے گا، انجینئر نامی علَم عہدِ رواں کے تمدنی پہلو کی نمائندگی کے لحاظ سے بھی موزوں ترین جھنڈا ہو گا۔

ہر بات صاف صاف کہنے کی نہیں ہوتی، اگر وہ اللہ تعالی کو ٹارگٹ کرے گا تو مارا جائے گا؛ لیکن کم زور دوست کی رسوائی اور بے توقیری کو بڑا دوست ذاتی حیثیت میں لیتا ہے، انجینئر کا یہ کہنا کہ بر گزیدہ ہستیاں توشے کوئی نہیں، اس کو ملأ

اعلی میں رب العزت کی نفی کے معنی میں بھی لیا جائے گا اور اس چیلنج کو دوستوں کی آبرو کے علاوہ ذاتی مسئلے کے طور پر بھی دیکھا جائے گا۔

❍❖❍

غلطی ڈاکٹر صاحب نے بھی کی ہے

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۶ ربیع الثانی ۱۴۴۶ھ ۱۱ اکتوبر ۲۰۲۴ء

بہت پرانی بات ہے، ہم طالب علمی کے بجٹ کی استواری اور سیاحتی فوائد سمیٹنے کے لیے تعطیل کلاں میں بنگلور کا رخ کرتے تھے، میرے حقیقی بھائی کے علاوہ ایک گاؤں کے بھائی مولانا محمود صاحب مظاہری بھی بنگلور کے قریب چکبالا پور میں رہتے تھے، اولا وہ گاؤں کی نسبت کے بھائی تھے، پھر اپنے اخلاق اور بے لوث اپنائیت کی وجہ سے وہ بھی سگے بھائی ہو گئے، یہ تیس برس پہلے کی بات ہے، ان کے والد گرامی مرحوم بھی ان کے ساتھ رہائش پذیر تھے، وہ ہمارے تایا صاحب قرار پائے تھے۔

اس وقت بنگلور میں ایک شعلہ بیان مقرر چھائے ہوے تھے، ان کی زبان تند و تلخ ہونے کے علاوہ گالی آمیز بھی تھی، کیسٹ اور ٹیپ ریکارڈ کا دور تھا، ہمارے مذکورہ تایا صاحب جذباتی انسان تھے، جلد متاثر ہوتے تھے اور پھر زیست

کا سودا کر لیتے تھے، وہ مذکورہ آتش فشاں خطیب کے عاشق زار ہو گئے۔

ایک روز میں ان کے گھر مہمان ہوا، وہ انھیں کا بیان سن رہے تھے اور حظ و لطف میں بے خود تھے کہ یکایک منظر نامہ بدل گیا، حضرت خطیب موضوع سے پھسلتے ہوے بیڑی سگریٹ پر آ گئے، ہمارے تایا صاحب عین اس دوران محوِ کَش تھے، چہرہ متغیر ہو گیا، مقرر صاحب کا زبان و سخن میں کوئی معیار اور دائرہ نہیں تھا؛ تا آں کہ وہ کہنے لگے کہ بیڑی پینے والا کتے کا پیشاب پیتا ہے اور خنزیر کی نجاست کھاتا ہے، یہاں ہمارے تایا صاحب کا ضبط جواب دے گیا اور انھوں نقض بیعت کے لیے زبانی کلمات کو ناکافی سمجھتے ہوے ٹیپ ریکارڈ پر زوردار لات ماری اور وہ صوتی سسٹم بکھر کر رہ گیا۔

ڈاکٹر صاحب کی نمود ہمارے درمیان ہوئی، ہمارے فضلا نے ان کی ابحاث تیار کیں، امت ان کو ہاتھوں ہاتھ لے رہی تھی، ہندؤوں اور عیسائیوں پر ان کی فتوحات کے جشن میں ہم بھی سرشار تھے، ہمارے رموز ان کے اسٹیج کو اعتبار بخش رہے تھے، شری شری روی شنکر کے بنگلور مناظرے میں ہندوستان کے چوٹی کے علما زینت پروگرام تھے، راقم سطور بھی سامعین کے ہجوم میں بلیوں اچھل رہا تھا، ان کی سرخ روئی کے لیے دعائیں ہو رہی تھیں، ملت اسلامیہ ہند ان کی پشت پر خیمہ زن تھی کہ ان کی ٹرین تقابل ادیان کی حسین لائن سے تقابل مسالک کی تنگ، کج اور پر خطر پٹری کی طرف شفٹ ہو گئی اور اول الذکر خوب

صورت نغموں کی شیرینی میں مدہوش ملت ایک نئے کریہ شور پر دم بخود رہ گئی اور دل آزار و خار دار تبصرے سن کر ان کے ٹیپ ریکارڈ پر لات مار بیٹھی اور وہیں سے ان کا راستہ ملت سے الگ ہو گیا۔

وہ اسلام کا آفاقی سرمایہ ہوتے؛ مگر انھوں نے ایک تنگ شناخت کو چن لیا، وہ احمد دیدات کے وارث تھے، وہ امام محمد قاسم نانوتوی اور علامہ ثناء اللہ امر تسری کا آمیزہ تھے، وہ متکلمین اسلام کا اپڈیٹ تھے، وہ اشاعرہ و ماتریدیہ کا نیا نسخہ تھے؛ لیکن ان کو ہمہ دانی کی غلط فہمی لے ڈوبی اور جہاں دیدہ ہوتے ہوے تنگ ذہنی پر متنبہ نہ ہو سکے، ایک فکر کے ہاتھوں ہائی جیک ہونے کے بعد وہ اسلام کی وسیع ترجمانی اور خاص و مرجوح موقف کی تنگ ترجمانی کا فرق بھی بھول گئے۔

ان سے وہی غلطی ہوئی جو ہمارے بعض طلبہ کو پیش آتی ہے، اللہ تعالی نے لیاقتوں میں تنوع رکھا ہے، سب کے جوہر یکساں نہیں ہیں، بعض کم علم لوگ کسی خاص فن میں کمال حاصل کر لیتے ہیں، پھر ان کو جزوی کمال سے دھوکہ ہوتا ہے اور وہ اکابر کی بے توقیری کرتے ہیں، ہمارے مدارس میں یہ مغالطہ عربی ذوق کے طلبہ کو خوب ہوتا ہے، جب وہ چند جدید جملے جان لیتے ہیں تو اکابر اساتذہ پر ہاتھ صاف کرتے ہیں اور عربی تکلم میں روانی ہی کو معراج علم و تحقیق سمجھتے ہیں، ہمارے ایک نو عمر استاذ عربی ادب میں ید طولی رکھتے تھے؛ بالخصوص ترجمہ نگاری اور انشا پردازی میں نہایت خوش ذوق تھے، عربی مہارت ان کے لیے نشہ بن گئی

تھی، وہ زندہ اکابر سے تجاوز کرتے ہوئے مرحومین تک پہنچ جاتے تھے۔

ایک دن وہ سب کو زیر و کر رہے تھے، حضرت شیخ زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی عربی پر تنقید ہوئی، علامہ خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کی بذل المجہود کی عربی کا استخفاف ہوا، فتح الملہم کی عربی نامنظور ہوئی، حد تو اس وقت ہو گئی جب کہ انھوں نے علامہ یوسف بنوری اور علامہ ظفر احمد عثمانی کی عربی کو بھی کم تر ٹھہرایا، حد والی بات میں نے اس لیے کہی کہ یوسف بنوری عربی نژاد نظر آتے ہیں؛ جب کہ علامہ عثمانی نے اعلاء السنن میں دلائل کی قوت اور عربی کی روانی؛ دونوں میں ابن تیمیہ اور ابن قیم کے برابری کی ہے، ان کا قلم ذہبی کے معیار کو چھو گیا ہے، جب استاذ محترم یہ دل آزار تبصرے کر رہے تھے میں نے ساتھ بیٹھے رفیق سے کہا کہ آج کا تبصرہ من جانب اللہ بھاری پڑنے والا ہے، پھر یہی ہوا اور انھوں نے بڑی محرومیاں سمیٹیں۔

ڈاکٹر صاحب کو بھی ایک جوہر خزانۂ خاص سے عطا ہوا؛ مگر وہ ہمارے نو خیز طلبہ کی طرح دھوکہ کھا گئے، جزوی کمال کو انھوں نے کلی تفوق سمجھا اور امت کی تائید سے محروم ہوے، غیب کی بخشی ہوئی بندوق میں من مانی کی، بیرونی محاذ کے لیے بنی بندوق کو اندرون میں استعمال کیا اور امت میں انتشار کے نئے حوالے متعارف کرائے، چند روز قبل بنگلور کے ایک نہایت معزز دوست نے طلاق ثلاث پر مجھ سے مراجعت کی، ان کے خانوادے میں ایک جوڑا تین طلاق

کے بعد بدستور یکجا ہے، یہ شہر کا اہم گھرانہ ہے، ناچیز نے ان کے سامنے وضاحت کی، قرآن وسنت کے حوالے بتائے، ائمۂ اربعہ کا اتفاق اور امام بخاری کی معیت وغیرہ سامنے رکھی؛ مگر وہ آخر میں ذاکر نائک کے فتوے پر منحصر ہو گئے اور ان کے مقابل ہر تذکیر مسترد کر دی اور یہ ثابت کر دیا کہ قرب قیامت شوہر بیوی کے زنا کی حدیث برحق ہے اور طلاق ثلاث کے بعد مجرد رجعت کے ساتھ ازدواجی تعلق قائم کرنا اس کی واحد صورت ہے۔

❍❖❍

ایران: لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۷ ربیع الثانی ۱۴۴۶ھ ۱۱ اکتوبر ۲۰۲۴ء

ایرانی فوجی سربراہ کے جاسوس برآمد ہونے کی خبریں چونکا دینے والی ہیں، ابتدا میں ان خبروں کو سوشل میڈیا لاپرواہی پر محمول کیا تھا؛ لیکن جب سے ذمے دار ذرائع ابلاغ نے ان کو نشر کیا ہے میں مبہوت اور ششدر ہوں، الفاظ وتعبیرات دست یاب نہیں ہیں، بالکل خالی ہاتھ ہوں اور فضا کو گھورتے ہوئے تاریخ کے غدر والے صفحات پلٹنے کی کوشش کر رہا ہوں۔

چند روز قبل سابق ایرانی صدر محمود احمدی نژاد نے گلوبل سیاست کو یہ

کہہ کر سکتے میں ڈال دیا تھا کہ ان کے تشکیل کردہ خفیہ ادارے کا سربراہ اسرائیلی جاسوس تھا اور اس ادارے کے بیس ارکان اسرائیل کو حساس معلومات فراہم کر رہے تھے، وہ خبر ہضم ہونے کے لیے وقت کی متقاضی تھی کہ آج کی خبر نے اسے زود ہضم اور نا قابل اعتنا بنا دیا۔

ابن صفی کو اپنے پلاٹ کے لیے کیسی عرق ریزی سے گذرنا پڑا! اس کی افتراضی لیاقتوں نے کس درجہ تعب اٹھایا! مفروضات کے نقوش تراشنے میں کتنی صعوبتیں جھیلیں! جب کہ ایران میں اس کا مواد زمین پر موجود تھا، ایرانیو! ایسی سہل انگاری تو افسانوں میں بھی نہیں ہوتی، تم نے تو ہمیں ماضی کی کتنی ہی آرا پر نظر ثانی ثانی کے لیے مجبور کر دیا، ہم نے تو یہودی امام والی بات کو دماغی خلل پر محمول کیا تھا؛ مگر آپ نے ہمیں ہی بے دماغ ثابت کر دیا!

دنیا میں جاسوسی نظام ایک حقیقت ہے، حکومتیں اس کے لیے بڑی رقوم مختص کرتی ہیں، جاسوس گرفت میں بھی آتے ہیں؛ لیکن یہ واقعات تیسری چوتھی لائن میں ہوتے ہیں، آپ نے ملک ہی جاسوس کے ہاتھ میں دیا ہوا تھا، وہ بھی عین حالتِ جنگ میں، اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا! لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں۔

اسماعیل قاآنی جو خبروں کے مطابق جاسوس نکلے اور اب زیر حراست ہیں وہ ایران کی حقیقی مالک فوج یعنی پاسداران انقلاب کے سربراہ ہیں، یہ ایران

کے مشہور سپہ سالار قاسم سلیمانی کے عہدے پر فائز ہوے، گویا ایران کی اصل طاقت اسرائیلی جاسوس کے رحم وکرم پر تھی، کیا خوب منظر ہے! اسرائیل کو صفحہ ہستی سے مٹانے کی دھمکیاں جاری کرنے والا ایران ہی کا تنخواہ دار تھا!

اس گرفتاری میں عالمی اہمیت والے متعدد سوالوں کا جواب پنہاں ہے، اس پیش رفت نے نیتن یاہو کی لن ترانیوں کی قلعی کھول دی، وہ جن واقعات سے اپنی فضیلت کی فہرست دراز کر رہا تھا اس کا سہرا قاآنی کے سر جا کر سجا، اسماعیل ہانیہ کی شہادت، حسن نصر اللہ کا خون، حزب کے دیگر لیڈران کے حوادث؛ ان سب کا بلو پرنٹ ایرانی سربراہ کا تیار کردہ تھا، الحمد للہ کہ نیتن یاہو کے گرد ماورائی کردار کا نمود ہوتا ہالہ پاش پاش ہو گیا، اب ہم دجال کو اس کی اصل اوقات میں دیکھ سکتے ہیں۔

❍❖❍

ملحمہ آہٹیں

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۸ ربیع الثانی ۱۴۴۶ھ ۱۲ اکتوبر ۲۰۲۴ء

ملحمۂ کبری کی دستک صاف سنائی دے رہی ہے، اسرائیل اگر ایرانی ایٹمی یونٹس کو نشانہ بناتا ہے تو بسم اللہ ہو گئی اور اگر وہ ایٹمی اقدام سے فی الحال گریز کرتا

ہے تو قدرے انتظار کے بعد سہی؛ لیکن خد وخال یہی ہوں گے، یعنی اسرائیل اور ایران کے ایٹمی حملے ہی مشرق وسطی کے ڈراؤنے خواب ہیں، جوہری اقدامات کے تبادلے ہی وہ معرکہ گرم کرسکتے ہیں جن کا ذکر احادیث میں آیا ہے۔

روایتی جنگ ملحمہ نہیں ہوسکتی، قرب قیامت نئے عنوان کی اس جنگ کے نقوش بھی مختلف ہوں گے اور ایندھن بھی جداگانہ، غزہ میں جنگ کو سال بیت گیا، وہاں خوں ریزی کی نئی تاریخ رقم ہوگئی؛ مگر لاشوں کو گور وکفن میسر ہے، ملاحم کے دوران لاشیں محض لاوارث ہوں گی، ہر سو اموات ہی اموات ہوں گی، تجہیز وتکفین کی ذمے داری اٹھانے والے مفقود ہوں گے، مردہ اجسام چرند وپرند کی خوراک ہوں گے۔

ایٹمی حملے ہی ملحمہ رنگ وآہنگ کی شرائط کو پورا کرنے کے اہل ہیں، نیوکلیر معرکوں میں محلے اور بستیاں نہیں جغرافیائی اکائیاں ختم ہوتی ہیں، ایشیا اصل دنیا ہے اور اس قدیم واہم ترین براعظم کے چار مقامات پر ایٹمی الو بیٹھا ہے، ان میں کم از تین جگہ راکھ سلگ رہی ہے اور ایک پھونک کا انتظار ہے، پھونک والی چھیڑ چھاڑ کے لیے ماحول بنا ہوا ہے، متعلقہ سر پھرے بھی بیتاب وبے چین ہیں۔

یوریشیا میں ایٹم کافی وقت سے جھانک رہا ہے، کل روسی سفیر برائے امریکہ نے روس روانہ ہوتے ہوئے صاف لفظوں میں ایٹمی دھمکی دی ہے، مشرقی ایشیا کا اپنا الو ہے، دوروز قبل شمالی کوریا کا سر پھرا کہہ رہا تھا کہ جنوبی کوریا پر

ایٹمی میزائل داغنے کا وقت ہو گیا ہے، مغربی ایشیا میں جلد یا بدیر ایران واسرائیل ایٹمی تبادلہ کرنے والے ہیں، ہمارے یہاں چائے فروش کی مارکیٹ بحال نہیں ہوئی تو ساؤتھ ایشیا بھی ایٹمی ڈھیر پر ہو گا۔

❍❖❍

آشفتہ خیالات

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۹ ربیع الثانی ۱۴۴۶ھ ۱۳ اکتوبر ۲۰۲۴ء

اگر ایرانی سپہ سالار اسرائیلی جاسوس ہو سکتا ہے تو مصری سپہ سالار کیوں نہیں؟ سیسی کو بھی ایک عالم شک کی نگاہوں سے دیکھتا آیا ہے، بڑے لوگ عہدوں کے لیے جاسوسی کی ذلت اوڑھتے ہیں، ہر ایک جاسوس کے لیے بینک بیلنس ترغیب نہیں بنتا، داخلی نظام پر یہودی گرفت دیکھنے کے بعد ان کو یقین ہو جاتا ہے کہ اپنے ملک کی زمام بھی اسرائیل میں ہے اور اس تک رسائی کا واحد راست موساد کی وفاداری ہے۔

ایران (جاسوسی زخموں کے ماسوا) اسرائیل پر حاوی رہا ہے، پرسوں اس نے عرب سنی ریاستوں کو انتباہ دے کر نیا داؤ کھیلا ہے، عرب ممالک نے دھمکی کو سنجیدگی میں لے کر امریکہ سے استدعا کی ہے کہ بزرگوار! ہمیں معاف رکھیں؛

لیکن اگر اسرائیل ایرانی تیل چینل کو تباہ کرتا ہے تو ردعمل کا قبلہ خلیجی تیل ہی ہو گا، عرب تعاون بر آمد ہوا تو ایران خود عرب تیل سے انتقام لے گا، بہ صورت دیگر ایران کے ایجنٹ یہ خدمت انجام دیں گے اور پیٹرول بحران دنیا کو زیر وزبر کر دے گا۔

اگر نیتن یاہو کی توریت آخری مراحل کی نشاندہی کر رہی ہے تو وہ ایران کے ایٹم سے نمٹنے کو ترجیح دے گا، وہ نہیں چاہے گا کہ ایران جواب الجواب کے لیے نیوکلیئر پوزیشن میں رہے، ایران ہنوز ایٹم بم سے خالی ہو سکتا ہے؛ مگر اس پر کائنات عالم کا اجماع ہے کہ ایران اور ایٹم بم کے درمیان فقط لب بام ہے، نیت و ارادے کو نتیجے میں بدلنے کے لیے رمزی عمل درکار ہے، تیاریاں مکمل ہیں، ایران کو ایٹم سے بہ تمام وجوہ محروم کرنا نیتن یاہو کا بہت پرانا اور ذاتی نوعیت کا خواب ہے، وہ موجودہ سنہرے موقع کو گنوانا نہیں چاہے گا۔

دو روز قبل امریکی صدر کے ساتھ نیتن یاہو کی اسی موضوع پر طویل گفتگو ہوئی ہے، اس کی تفصیلات لیک نہیں ہوئیں، اندازہ یہی ہے کہ امریکی صدر نے جواب میں توازن پر اصرار کیا ہو گا اور نیتن یاہو کے دن دہاڑے دیکھے گئے خواب پر متنبہ کیا ہو گا، یہ خبطی کے لیے مایوس کن صورت ہے، وہ ایٹمی اہداف کو نشانہ بنانے کا اہل نہیں ہے، سو میٹر زمین کے اندر ہدف بنانے کے لیے مخصوص امریکی میزائل درکار ہیں اور ان کی حمل برادری کے لیے بھی خاص الخاص

طیارے درکار ہیں جو خود امریکہ کے پاس بھی فقط بائیس کی تعداد میں ہیں۔

امریکی صدر کی یہ سوچ کہ محدود حملہ کافی ہے؛ محض بچکانہ ہے، اسرائیل اگر ایران کے ساتھ مذاق بھی کرے گا تو ایران پر جواب واجب ہو جائے گا؛ بل کہ اگر اسرائیل مطلق جواب نہ دے اور لبنان و غزہ کے مظالم جاری رکھے تب بھی ایران کے لیے لاتعلقی ممکن نہیں ہو گی، اب امن ممکن ہے نہ ایٹمی حملوں کو ٹالنا، نیتن یاہو صحیح سوچ رہا ہے اور بائڈن غلط فہمی میں ہے۔

❍❖❍

حضرت مولانا ندیم الواجدی رحمۃ اللہ علیہ دیوبند کی قلمی، علمی و کتابی کہکشاں کا پرنور ستارہ

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۱۱ ربیع الثانی ۱۴۴۶ھ ۱۵ اکتوبر ۲۰۲۴ء

چھپ جاتے ہیں آغوش میں سورج کی ہمیشہ
یہ چاند ستارے کبھی رحلت نہیں کرتے

چند روز قبل سوشل میڈیا پر ان سے متعلق دل کے بڑے آپریشن کی خبر سن کر ماتھا ٹھنک گیا تھا، اوپن ہارٹ سرجری یقیناً کامیاب بھی ہوتی ہو گی؛ اسی لیے یہ آپشن موجود ہے؛ لیکن تجربات تلخ ہیں، میرے نزدیکی واقعات میں بشمول

میری خوش دامن کے آپریشن کے لیے عمل میں لائی گئی بیہوشی موت پر ہی منتج ہوئی، میڈیکل سائنس کے جدید مکاروں نے ناکام آپریشن کو خوبصورت عنوان دیے ہیں، وہ موت کی اطلاع دینے سے قبل آپ کے رد عمل کی پیمائش بھی کرنا چاہتے ہیں اور تب تک آکسیجن کے مصنوعی تنفس سے طفل تسلیاں دیتے رہتے ہیں، یوں ہم اپنے پیاروں کی موت کا درست وقت بھی نہیں جان پاتے، پھر وہ گھڑی بھی کیسی ظالم ہوتی ہے جب متعلقین کو بے وقت کی نعش کے ساتھ ہوش ربا بل بھی حوالے کیا جاتا ہے اور میت کی تفویض بل کی ادائیگی پر معلق رہتی ہے۔

علالت کی اطلاع اس لیے بھی موجب حیرت تھی کہ ان کو سالہا سال سے تا حال ہمیشہ ہشاش بشاش اور تر و تازہ دیکھا، صحت اور تندرستی کی علامتوں سے معمور چہرہ اور ضیا بکھیرتا مواجہہ کل کی خبر کے لیے قیاس آرائی کی کوئی گنجائش نہیں رکھتا تھا، اولا عارضے کی خبر غیر متوقع تھی اور پھر داغ مفارقت کا یہ حادثہ، سفر زندگانی کا سراپا عجب موڑ معلوم ہوا۔

حضرت مولانا ندیم الواجدی کی رحلت علم و تحقیق اور فکر و فن کا حقیقی خسارہ ہے؛ کیوں کہ ان کی داستان ابھی رواں دواں تھی، ان کی کتاب زندگی میں روشن صفحات کی نئی شمولیت کا سلسلہ جاری تھا، وہ لکھ رہے تھے اور تخلیق کے فن پارے علم و کتاب کے کارواں کو تازہ بہ تازہ بنا رہے تھے، ان کا قلم ایک جہاں کی علمی و فکری امنگوں کے لیے مہمیز تھا، اس راہ کے سالکین کو ان کی قلمی جولانیوں

سے زبردست تحریک ملتی تھی۔

گو کہ دیوبند کی مٹی زرخیز ہے اور اس کا لمس جادو ہے؛ مگر عبقریت کو نمود کے لیے ادراہ جاتی دست گیری ناگزیر ہوتی ہے، انفرادی کام یابی کسی بھی جگہ مشکل ہے اور دیوبند میں یہ مشکل بہت بڑی ہے، دارالعلوم کے درخشاں آفتاب وماہتاب کے جلو میں ذیلی چراغ کی سرخ روئی کرامت سے کم نہیں، اس کرامت کی قیمت خونِ جگر ہے، پھر مولانا کو یہ خون بہادو گنا ادا کرنا پڑا؛ کیوں کہ وہ کل وقتی تاجر بھی تھے۔

وکی پیڈیا ریکارڈ کے مطابق حضرت مولانا نے چھتیس کتابیں تصنیف کیں، ان کی تجارت کے پھیلاؤ سے جو لوگ واقف ہیں ان کے لیے یہ تعداد سکتے میں ڈالنے والی ہے، تجارت ایک پراگندہ مصروفیت ہے، اسے علم کے ساتھ تضاد کی نسبت ہے، علم یکسوئی کی شرط رکھتا ہے؛ جب کہ تجارت علائق چاہتی ہے، نوکری پیشہ شخص بہ ہر حال شام کو فراغت کا سانس لیتا ہے؛ مگر تجارتی افکار تاجر کا تعاقب بستر نیند تک کرتے ہیں اور بستر کے بعد خاص نیند کے دورانیے میں بھی جدا نہیں ہوتے۔

مزید یہ کہ کتابوں کی تجارت نسبتاً زیادہ پیچیدہ ہے، کاغذ کے انتخاب سے جلد بندی تک نزاکتیں ہی نزاکتیں ہیں، بعض مراحل تو سانس روک دیتے ہیں، پھر ان کی تشہیر، تعارف اور اس کے لیے روابط کی دریافت، ان کی استواری وبر

قراری اور لین دین کی حساسیت، اسی طرح کتابوں کے بڑھتے ذخیروں کی حفاظت، قدیم طباعتوں پر نظر ثانی، غیر ضروری کتابوں کی نکاسی، ملازمین پر نظر رکھنا، غرض کتابوں کی تجارت سو بیماریوں کے برابر ہے۔

ایک اور خاص بات یہ ہے کہ حضرت مولانا کی تصانیف فکری و تخلیقی نوعیت رکھتی ہیں، ایسی تحریریں غیر معمولی ذہنی تعب سے گزارتی ہیں، ان کی تیاری کے لیے سو فی صد یکسوئی درکار ہوتی ہے، تجارت تو کجا! امور خانہ داری کی مداخلت بھی رنگ کو بھنگ کر دیتی ہے، تخلیقی کرشموں کے لیے یکسوئی اولین شرط ہے، اس پورے سیاق میں آپ حضرت مولانا کے آثار و نقوش کی قیمت و اہمیت کا اندازہ لگائیں اور سوچیں کہ ان چھتیس کتابوں کی تالیف میں کیسی جان کاہی، تندہی، ریاضت اور جاں فشانی شامل رہی ہوگی۔

راقم سطور طالب علمی کے تین سال یعنی سال ششم، ہفتم اور دورہ درسیات تک محدود رہا، اس دوران کوئی خارجی کتاب مطالعہ کی ہو یاد نہیں اور اس کا فائدہ بھی غیر معمولی ہوا، دورے کے بعد تکمیل ادب میں جب خارجی بازو پھڑ پھڑائے تو ادبی کتابوں کی ایک فہرست بنا کر حضرت مولانا کے کتب خانے پہنچا، من جملہ کتابوں کے جہان دیدہ بھی تھی میں نے عرض کیا کہ حضرت مولانا علی میاں ندوی کی جہان دیدہ بھی مطلوب ہے، یہ مولانا علی میاں کی غیر معمولی شہرت کا وقت تھا، مولانا واجدی بے اختیار ہنسے اور کہنے لگے کہ مولانا علی میاں کی

جہان دیدہ آپ کے لیے مفت ہے۔

ناچیز نے استاذ گرامی قدر حضرت مولانا نور عالم خلیل امینی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر قسط وار مضامین لکھے تو مولانا واجدی نے میرے ایک معتبر شخص سے بہ اہتمام کہا کہ مولوی فہیم حضرت مولانا پر عمدہ لکھ رہے ہیں، میری ان سے آخری گفتگو دس اگست کو ہوئی، میں نے ان سے گزارش کی کہ میرے پاس کتابوں کا ایک ذخیرہ ہے، ان میں درسیات تو بہ ہر حال آپ کے کام کی ہیں، آپ خرید لیں، میں قیمت میں کمی کر دیتا ہوں، حضرت مولانا نے زیادہ تو نہیں؛ لیکن معتد بہ تعداد خرید کر مجھے کسی قدر راحت پہنچائی، **فجزاہ اللہ خیر الجزاء!**

استاذ گرامی قدر حضرت مولانا ریاست علی بجنوری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روز مجھ سے پوچھا کہ کیا مفتی تقی عثمانی اپنے والد حضرت مفتی شفیع عثمانی کے برابر ہو گئے ہیں؟ میں نے چہک کر جواب دیا کہ بالکل؛ بل کہ آگے نظر آتے ہیں، حضرت نے اختلاف کیا اور فرمایا کہ مفتی تقی عثمانی علم و تحقیق اور بحث و نظر میں اپنے والد کے درجے کو ابھی نہیں پہنچے ہیں اور شہرت میں دیگر عوامل کا دخل ہے، مفتی یاسر ندیم مجھ سے غالبا دو سال بعد کے فارغ ہیں، اس وقت مادر علمی دارالعلوم دیوبند میں ان کے والد حضرت مولانا ندیم الواجدی ان کی عرفیت تھے، آج ان سطور کی تسوید کے وقت صورت حال برعکس ہے، کم از کم عالمی سطح پر متوفی کی تعیین میں ابنیت کو بہ طور تعارف نمایاں کیا گیا؛ لیکن ناچیز کے خیال میں حضرت الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ کا تبصرہ یہاں بھی منطبق ہے، شہرت اور مقبولیت میں سوشل میڈیا کا ایک کردار ہے، علم و تحقیق اور فکر و فن میں والد گرامی ہنوز والد

گرامی ہیں۔

إنا لله وإنا إليه راجعون، اللهم اغفر له وارحمه وأسكنه فسيح جناتك، وأنزل الصبر والسلوان على ذويه، آمين يارب العالمين.

❍❖❍

کم ہوتے وحیدی آئینے

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۱۱ ربیع الثانی ۱۴۴۶ھ ۱۵ اکتوبر ۲۰۲۴ء

حضرت مولانا وحید الزمان رحمۃ اللہ علیہ کی عبقریت نادر المثال تھی، ان کی قوت تاثیر لازوال ثابت ہوئی، انسان کی جادو گری اس کی بساط تک محدود ہوتی ہے؛ مگر وحیدی مسیحائی نسل در نسل تازہ ہے، ان کی تراش وخراش سے جو گذر گیا درخشاں ہو گیا، ماضی کی ایک سے زائد دیوبندی دہائیاں کئی معانی میں ان کی دریافتوں پر منحصر ونازاں ہیں۔

ان کا سب سے بڑا آئینۂ عکس، شاہِ فکر وسخن استاذ گرامی قدر حضرت مولانا نور عالم خلیل امینی رحمۃ اللہ علیہ تھے، انھیں کے قلم وزباں نے حضرت کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ کو حیات جاوداں بخشی، حضرت مولانا امینی جیسی عظیم پایہ شخصیت اگر ریاضت بھری زندگی کا سوختہ کسی کی نذر کردے تو اساطین وقت کی گردنیں بھی

خم ہو جاتی ہیں، ہم تو پھر بھی نو عمر اور طالب علم تھے، حضرت الاستاذ کی بسم اللہ بھی کیرانوی تھے اور آخر دعوانا بھی وہی۔

ان کی صنعت کاری اور فن پروری عجب رنگ لائی، جو ان کی لیبارٹری میں گیا بپتسمہ لے کر نکلا، ان کا پروردہ کبھی احساس کمتری کا شکار نہیں ہوا، ان کا نقش ہر ماسوا نقش سے بے نیاز کرتا تھا، ہماری نشأۃ ثانیہ میں جتنے مہ وانجم چمکے سب کا استناد وحیدی درسگاہ تک گیا، عرب وعجم میں فکر وفن کے جوہر بکھیرنے والے انھیں کے باج گزار تھے، ایک خاص پہلو سے دارالعلوم کی عظمت انھیں کے دوش پر قائم ہوئی، ان کے تلامذہ ناموس وحیدی کے حمیت بردار تھے، انھوں نے علم وحیدی کو اٹھایا اور پھر جھکنے نہیں دیا۔

استاذ گرامی قدر حضرت مولانا عبد الخالق مدراسی دامت برکاتہم نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند بھی انھیں کی دریافت ہیں، وہ مادر علمی میں اپنی تقرری کی حکایت بہت شگفتہ ہو کر سناتے ہیں، اس ذیل میں جب شوری نے ان کو طلب کیا تو انتخاب سے زیادہ ان پر اس بات کا دباؤ تھا کہ حضرت الاستاذ کی تعلیم پر حرف آئے، فرماتے ہیں کہ ابتدائی سوال پر ہی ہم نے عربی گفتگو کا ایک چینل کھول دیا اور وحیدی تربیت فاتحانہ رنگ میں جلوہ گر ہوئی۔

موجودہ اکابر امت زبان وسخن، فکر وفن اور تخلیق ودریافت میں انھیں کے رہین احسان ہیں، آج جو بھی ستارے روشن ہیں ان کی تابانی وحیدی نسبت پر

نازاں ہیں، حضرت مولانا ندیم الواجدی رحمۃ اللہ علیہ بھی ان کے تراشیدہ متنوع آئینوں میں ایک منفرد آئینہ تھے، عربی ذوق کی خلعت انھوں نے وحیدی دربار سے حاصل کی، اردو شراب انھیں کے متاع گراں مایہ سے کشید کی، تخلیق وابتکار کا رابطہ نمبر وہیں سے ملا، ریاضت وجفاکشی کا درس ان کی درس گاہ میں پایا، تصنیف وتالیف کی روشنی اسی آفتاب سے مانگی، زندگی کے آداب وہیں سیکھے، بودوباش کا قرینہ ان سے اخذ کیا، وضع وآہنگ ان سے لیا، غرض! حضرت مولانا ندیم الواجدی رحمۃ اللہ علیہ اپنی زندگی کے تمام گوشوں میں حضرت مولانا وحید الزمان کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ کا آئینہ تھے، افسوس کہ وقت کے ساتھ وحیدی آئینے کم ہوتے جاتے ہیں اور حضرت مولانا واجدی کی رحلت پر کل ہم نے اس قبیل کا ایک اور تلخ گھونٹ پیا۔

❍❖❍

تصور دیوبند اور حضرت مولانا

محمد فہیم الدین بجنوری

۱۵ اکتوبر ۲۰۲۴ء

حضرت مولانا ندیم الواجدی علیہ رحمۃ اللہ تصور دیوبند کا جزو لاینفک بن گئے تھے، دیوبند کا تخیل جن چیزوں کو جمع کر دیتا ہے، ان میں حضرت مولانا کی

ذات بھی شامل تھی، وہ فرزندان دارالعلوم سے بہ ہمہ جہت مربوط تھے، مسجد قدیم کی نماز انھیں دارالعلوم سے نزدیک کرتی تھی، کتابوں کی تجارت طلبہ دارالعلوم اور فضلائے دارالعلوم سے تعامل کا چینل کھولتی تھی، سرزمین دیوبند کے علمی اور ادبی پروگراموں میں وہ شہر کی علمی نمائندگی کرتے تھے، دیوبند کے بڑے اجتماعات کے خیر مقدم میں ان کا ادارہ پیش پیش تھا، زائرین کے لائحہ عمل میں دارالکتاب کی حاضری کا ایک مستقل خانہ ہوتا تھا، ان کی آمد ورفت دارالعلوم کی جبین اور مسجد رشید کے جلو سے ہوتی تھی، نئے گھر منتقلی کے بعد ان کا مدار گردش طویل ہو گیا تھا؛ مگر جو مسافت درمیان میں آتی ہے وہ محبوب سے منسوب ہے، وہ حصہ ہم سایہ دارالعلوم ہے، اس کی روزینہ پیمائش خراج عشق ہے، غرض! یہ اور ان جیسے درجنوں روابط ہیں جو حضرت مولانا کو دیوبند کا جزو خاص بناتے تھے اور ان کو دیوبند کی ترجمانی کا اعتبار بخشتے تھے۔

❍❖❍

سیریا: ارض محشر ارض کشت وخون

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۱۱ ربیع الثانی ۱۴۴۶ھ ۱۵ اکتوبر ۲۰۲۴ء

حضرت علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ملک شام ہی سرزمین ملاحم

ہے، قرب قیامت کی بیشتر قیامت خیزی یہیں واقع ہو گی، گیم پلئیر سامان سمیت یہاں ہجوم کریں گے اور اپنے اپنے جوہر دکھائیں گے، باقی دنیا نسبتا علی حالہ ہو گی، بڑی طاقتیں صور پھونکنے کے لیے ارض انبیاء کا رخ کریں گی اور اسی گل زار زمین کو لالہ زار کریں گی۔

گو کہ طوائف الملوکی کے لفظی معنی افراتفری، بد نظمی اور کثیر حکمرانی کے ہیں؛ مگر ملک شام کی صورت حال کے لیے اس اصطلاح کا پہلا جزو متوازن ہے، آج ملک شام جملہ مقامی وعالمی کھلاڑیوں کی آماج گاہ ہے اور بشار الاسد طوائف الملوکی کا محور ہے، وہ اس وقت جس تنوع کو نبھا رہا ہے اور جس تضاد کی تسکین بنا ہوا ہے، اس کے لحاظ سے مذکورہ اصطلاح میں لفظِ "ملوکی" ختم اور فقط لفظِ "طوائف" باقی رہنا چاہیے۔

آج کل ایجنٹ اور جاسوس کا موضوع عالمی دلچسپی میں نمایاں ہے، ایران جاسوسی کے بوجھ سے کراہ رہا ہے اور اس ننگ سے محجوب بھی ہے؛ لیکن کثیر جہتی جاسوس ہنوز متعارف نہیں ہوا تھا، بشار الاسد نے یہ اسوہ تخلیق کیا، وہ ڈبل جاسوس ہے، ایران کو سہولیات فراہم کرتا ہے اور اسرائیل کو معلومات، ملک شام کی موجودہ کھچڑی حیران کن ہے۔

ملک شام اقوام متحدہ کے چارٹر میں ایک خود مختار ملک ہے؛ لیکن اس کی خود مختاری کی تصویر دلچسپ ہے، دو ہزار پندرہ میں روس ایک عارضی معاہدے

کے تحت ملک شام آیا تھا؛ مگر انقلاب کو ناکام بنانے اور سنیوں کو تہہ تیغ کرنے کے بعد اسے شامی آب وہوا پسند آگئی اور اس نے دو ہزار سترہ میں مستقل قیام کے لیے حمیمیم نامی ہوائی اڈا مانگ لیا اور اس پر بے پناہ سرمایہ کاری کی، یہاں تک کہ وہ مشرق وسطی کا سب سے ترقی یافتہ ہوائی اڈا بن گیا۔

ادھر امریکی نے روس کے گیم کو بھانپتے ہوے دو ہزار سولہ میں داعش کی آڑ لے کر داخلہ لیا اور التنف نامی ہوائی اڈے کو چھاؤنی میں تبدیل کر دیا، اب صورت حال یہ ہے کہ بشار الاسد روس اور ایران کی مدد سے دو تہائی ملک پر حاوی ہے؛ جب کہ ایک تہائی ملک امریکہ اور اپوزیشن کے تصرف میں ہے، ادھر ایران نے جگہ جگہ عسکری یونٹس بنا رکھی ہیں، چوتھی جانب اسرائیل ان یونٹس کو نشانہ بناتا رہتا ہے؛ بل کہ فی الحال اسرائیل سیریا کے علاقوں میں دندنا رہا ہے، آپ اس منظر نامے کو دیکھیں اور علامہ کشمیری کی قبر پر فاتحہ خوانی کے بعد عرض کریں کہ حضرت آپ کے اندازے درست ثابت ہوے، ملاحم کے تمام فریق ملک شام پہنچ چکے ہیں۔

وإسماعیل ویحیی.....!

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۱۳ ربیع الثانی ۱۴۴۶ھ ۱۷ اکتوبر ۲۰۲۴ء

پارسائی کے بحرانی دور میں جنت کا بازار سرد پڑا تھا، ہر مرنے والا جہنم کی ترجیح کے ساتھ جارہا تھا، دوزخ سخت طلب میں تھی اور جنت بے پناہ کساد میں، جنت اور جہنم کے مابین رسد اور طلب میں قدرے توازن بنانے کے لیے فرشتوں نے جنت کا ایک خاص کاؤنٹر غزہ میں کھولا اور یحیی سنوار کو ذمے داری تفویض کی، اس طرح بہشت کو ایک تازہ بہار نصیب ہوئی۔

قرآن نے شہادت کو جہاد کی ایک مستقل غرض قرار دیا ہے، یعنی اللہ تعالی پروانوں سے جان مانگتا ہے اور اس نذرانے کو حیات جاوداں اور معراج انسان ٹھہراتا ہے، جہاد کو فقط نصرت وفتح کے چشمے سے دیکھنا فلسفۂ شہادت سے ناواقفیت کی دلیل ہے، مجاہد کے دونوں ہاتھوں میں جو لڈو کی بات سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۵۲ میں کہی گئی ہے؛ وہ اس فلسفے کے بغیر ناتمام ہے۔

جاری جدوجہد جنگ تو کبھی تھی ہی نہیں، ایمان اور غیرتِ ایمان والوں نے جنت کا سودا کیا تھا اور بس! اسلامی حمیت کے شعلوں نے ضبط توڑ دیے اور سات اکتوبر برپا ہو گیا، سات اکتوبر کی فکر کا تجزیہ یہ تھا کہ روزانہ کی بنیاد پر قومی

فہرست⬆

ذلت برداشت کرنے اور دو چار، دو چار جنازے اٹھانے سے بہتر ہے مار کر مریں، اس اقصی ایڈوانچر کا نصف حصہ یعنی مارنا تو سات اکتوبر کو ایک روز میں گذر چکا، اب دوسرا حصہ یعنی مرنا ایک سال سے جاری ہے۔

جو شیطانی نیٹ ورک زندہ اور متحرک اہداف میں غلط ثابت نہیں ہوا، وہ شہید کی مجرد شناخت میں کیا ہی خطا کرے گا، بات سوشل میڈیا تک محدود نہیں ہے، عالمی وقار کا حامل میڈیا بھی اگر مگر کے ساتھ ہی سہی خبر کو قبول کر چکا ہے، اہم خبریں جس طرح ابھرتی ہیں یہ خبر بعینہ رنگ میں نمایاں ہوئی ہے، اس طرح خبر کی تبدیلی کے امکانات موہوم ہیں، ناچیز تو عشاء کی نماز کے بعد دو رکعات نفل بھی برائے ایصال ثواب پڑھ چکا ہے۔

إنا لله وإنا إليه راجعون اللهم اغفر له وارحمه وأسكنه فسيح جناتك وأنزل الصبر والسلوان على ذويه آمين يارب العالمين

اے رب کائنات! ہم پھر دہراتے ہیں کہ یہ جنگ کبھی تھی ہی نہیں، آپ کی ناموس کے لیے مجرد ایمان اور جذبات کے سہارے نار نمرود میں کود پڑے تھے، جو کچھ سوختہ تھا نذر کر دیا، علامتی قوت بھی ختم ہو گئی، ہر طرح کچل دیے گئے، روزانہ کی بنیاد پر قتل عام سے گذر رہے ہیں، کوئی امید ہے نہ سہارا، موت، معذوری، قومی رسوائی، فاقہ، بے لباسی، خوف وہراس ہماری زندگی ہے، ہماری بے بسی پر رحم کھا اور تو نے جو ایک نجات دہندہ بچا کر رکھا ہے، بس اس کے ظہور سے ہمارے دلوں کو مسرور اور آنکھوں کو پر نور بنا، آمین!

فہرست

قری محصنہ کی روایت اور ضرب حیدری کا انتظار

لَا يُقَاتِلُونَكُمْ جَمِيعًا إِلَّا فِي قُرًى مُّحَصَّنَةٍ أَوْ مِن وَرَاءِ جُدُرٍ

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۱۵ ربیع الثانی ۱۴۴۶ھ ۱۹ اکتوبر ۲۰۲۴ء

اس وقت بنگلور میں شدید نوعیت کی بارش جاری ہے، بعد از مغرب مسجد میں محصور ہوں، موسم کے نقطۂ نظر سے غیر مطلوب ہونے کی بنا پر طبیعتوں پر گراں ہے، مسجد کے بیرونی حصے میں فقط شیٹ ہے، جو بارش کے شور کو مہیب بنا رہی ہے، چوں کہ ہمہ وقت غزہ ذہن پر سوار ہے؛ اس لیے برسات کے تھپیڑے دلدوز ہیں اور غزہ بمباری کا تخیل تشکیل دے رہے ہیں، جستہ جستہ کوندنے والی بجلی فائٹر جہازوں کا سماں تازہ کر جاتی ہیں۔

یہودی نفسیات میں دفاعی حصار بنیادی اہمیت رکھتا ہے، وہ قومی لحاظ سے خود کو غیر محفوظ خیال کرتے آئے ہیں، یہ عنصر ان کی نسل کا جزو بن گیا ہے، ہر یہودی بچہ عدمِ تحفظ کا احساس لے کر پیدا ہوتا ہے، حفاظتی اندیشہ ان کے اعصاب پر اس درجہ سوار ہے کہ وہ اقدام اور یورش کی پوزیشن میں بھی متواتر تحفظ کے لیے بدکتے رہتے ہیں، سابق وزیر اعظم واجپائی کی سیاسی زندگی کا بیشتر وقت اپوزیشن لیڈر کے طور پر گذرا، اس حیثیت کے وہ اس درجہ عادی ہو گئے

فہرست⬆

تھے کہ وزیر اعظم بننے کے بعد بھی وہ ایک خطاب اپوزیشن لیڈر کی ترجمانی میں کر گئے، یہودی آج مجسم یلغار ہیں؛ مگر دفاعی خول ہے کہ جدا نہیں ہوتا۔

ہر ملک اپنے دفاع کو اہمیت دیتا ہے؛ مگر اس کا وظیفہ نہیں پڑھتا، ملک کے دیگر شعبوں کی طرح یہ بھی اپنے دائرے میں بر سر عمل رہتا ہے؛ مگر اسرائیل کی بات الگ ہے، انھوں نے دفاع کو قومی تسبیح بنایا ہوا ہے اور اتنا ہی نہیں، اپنے مغربی غلاموں کو بھی یہ سبق ایک نظریے کی طرح تلقین کیا ہے، وہ بھی احمقوں کی طرح شب وروز اسی ورد میں مگن ہیں، یہودیوں کے غمِ دفاع کا خالی ذہن تجزیہ یہ ہے کہ یا تو وہ ایک توہم پرست قوم ہے، یا پھر ان کے راہبوں نے اجتماعی ہلاکت کی کوئی وحی سنا رکھی ہے۔

اسرائیلی دفاعی نظام معلومات عامہ کا اولین درس بن گیا ہے، کتنے ہی ملک خطروں میں گھرے ہیں اور ان کے اپنے دفاعی نظام ہیں؛ مگر خود ان ملکوں کے لیے وہ غیر متعلقہ تفصیلات ہیں؛ جب کہ اسرائیلی دفاعی جزئیات بچے بچے کو معلوم ہیں، یہودی اس فکر سے پورے طور پر مغلوب ہیں، ان کو ہر سو چیلنج نظر آتے ہیں، وہ دنیا کی سب سے محفوظ پوزیشن میں غیر مطمئن ہیں، نیتن یاہو اس فکر کا سرغنہ ہے، اس کا حالیہ جنون اسی کا مظہر ہے، اگر اس کو بے دست وپا نہ کیا گیا تو جنگ غزہ، لبنان اور سیریا تک محدود نہیں ہوگی، یہ ہر اس خوں کا پیاسا ہے جو اس کے وہمی خول میں نظر پڑ جائے۔

فہرست⬆

رب العالمین نے ان کی کمزوری چودہ صدی قبل اجاگر کی، فرماتے ہیں کہ قلعے بندی ان کی قومی شناخت ہے، ان کی بستیاں حصاروں، فصیلوں، شہر پناہوں اور دیو ہیکل دیواروں سے گھری ہوتی ہیں، یہ صورت حال خطروں کا مظہر نہیں، ان کی بیمار ذہنیت، سازشی دماغ، فتنہ پرداز عقل اور خبث باطن کا آئینہ ہے، خیبر قری محصنہ تھا؛ چناں چہ رسول اللہ ﷺ کے ابتدائی جاں بازوں کو کامیابی نہیں ملی، تا آں کہ آپ کے فرد خانہ حیدر کرار نے مہم سنبھالی اور خیبری حصار غبار غبار ہوگئے، آج پھر خیبری حصار مشرق وسطی کی پاکیزہ سرزمین پر کل عالم کے لیے دردسر بنے ہوے ہیں، امت کی ایک سے زائد مہم ناکام ہوچکی ہیں، اب آپ نئے حیدر کرار کو بھیجیں، قری محصنہ کی تسخیر میں محمد بن عبد اللہ المہدی کی ضرب حیدری درکار ہے۔

❍❖❍

قرآن کے الفاظ کی مٹھاس مستقل اور جداگانہ ہے

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۱۶ ربیع الثانی ۱۴۴۶ھ ۲۰ اکتوبر ۲۰۲۴ء

قرآن کریم پیکر اعجاز ہے، اس کا معجزہ ہونا بدیہی بھی ہے اور نظری بھی، اس کے معانی کی وسعت، موضوعات کا تنوع، مضامین کی گہرائی وگیرائی، علمی

باریکی، فکری آفاقیت، بیان کی جامعیت، تاریخی واقعات کی صداقت، پیشین گوئیوں کی حقانیت، آفاق وافلاک سے متعلق تبصرے، اجسام سماویہ کے تذکرے، نظام کائنات کی رونمائی، سمندر اور سمندری حیات کا پر اعتماد ذکر، صحت اور شفا کے لازوال تذکرے، انسانی جسم کے اسرار کی جانب اشارے وکنایے، ہدایت نامے، تذکیری عناوین، زندگی کے سلیقے، جہاں بانی کے قرینے اور شریعت کے اصول واحکام وغیرہ وغیرہ۔

یہ اور ان کے علاوہ بے شمار مندرجات ہیں جو دعوی اعجاز کے روشن حوالے ہیں؛ مگر ان میں سے بیشتر کا ادراک علم، فہم اور بعض موضوعات کے اختصاص پر موقوف ہے، قرآن جیسے معجزے کو اہل علم و تحقیق تک محدود نہیں کیا جاسکتا تھا؛اس لیے اس ضمن میں بعض پہلوؤں کو سادہ اور عام فہم بھی رکھا گیا، مثال کے طور پر یہ کہ قرآن کے الفاظ کی کشش، دل ربائی اور شیرینی بالکل بدیہی ہے، قرآنی الفاظ عربی زبان کے حروف تہجی پر مبنی ہیں، وہ دیگر کلمات کی صورت میں عام کیفیت رکھتے ہیں؛ لیکن جیسے ہی وہ حروف، قرآنی کلمات کے پیرہن میں جلوہ نما ہوتے ہیں تو کیفیت نہیں؛ایک نیا کیف پیدا ہوتا ہے، زبان تر ہو جاتی ہے، کان میٹھے ہو جاتے ہیں، روح تازہ ہو جاتی ہے اور طبیعت سرشار ہو جاتی ہے۔

مذکورہ بالا تاثر میں عامی شخص اور علامہ دونوں یکساں ہیں، تلاوت میں جاہل بھی وہی حظ اٹھاتا ہے جو عالم کے حصے میں آتا ہے، میری مراد الفاظ کی لذت

سے ہے، میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ الفاظِ قرآن بالذات لطف انگیز ہیں اور ان کا مزہ معانی کے ادراک سے بے نیاز ہے، معانی کا اپنا مستقل مزہ ہے، وہ اہل علم سمیٹیں گے؛ مگر الفاظ کی لذت میں معانی سے عدم واقفیت یا عدم استحضار کا کوئی کردار نہیں، آپ بے خیالی میں تلاوت کریں، بس کھنچے چلے جائیں گے، یاد داشت ساتھ نہیں دے گی تو جگہ جگہ ڈبکی ماریں گے اور جستہ جستہ یہاں وہاں سے پڑھیں گے؛ مگر مزہ اور لطف اس لخت لخت تلاوت میں بھی کم نہیں ہوگا۔

میں اس مضمون پر غور کر رہا تھا کہ اللہ تعالی نے میری رہنمائی کی اور مجھے اس کے استناد میں عہد نبوی تک پہنچادیا، یہ نکتہ میں نے کسی کتاب میں نہیں پڑھا، گویا خالص عطائی اور وہبی ہے، بڑوں کو وہ سمندر پلاتے ہیں؛ مگر قطرے ہم خردوں کو بھی نصیب ہو جاتے ہیں، دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ قریش کے بعض اہم سردار رات کو چھپ کر رسول اللہ ﷺ کی زبانی قرآن کریم سنتے ہوئے پکڑے گئے، صبح کو سبکی ہوئی؛ مگر باز نہیں آئے اور رازداری کی امید پر پھر حاضر ہوئے اور بار بار شرمسار ہوئے۔

یہ قریشی مفکرین قرآنی مضامین میں دلچسپی نہیں رکھتے تھے؛ کیوں کہ وہ ان کے عقائد وافکار سے متصادم تھے، یہ مضامین تو حضور ان کو اپنے الفاظ میں بھی سناتے رہتے تھے؛ ممکن نہیں کہ یہ حاضری معانی قرآن کی مد میں ہو؛ قریش کے یہ سخن شناس ادبا، شعرا اور خطبا فقط اور فقط زبان کی مٹھاس کے ہاتھوں قتل ہوئے

تھے، انھوں نے اپنی عزت کو اس رس کے سامنے ہلکا سمجھا تھا، جو ان کی سماعتوں کو مسحور کرتا تھا، یہ اس لذت سے ہار گئے تھے جو قرآن کے الفاظ میں صاحب قرآن نے ودیعت کی ہوئی ہے۔

اس وقت قریشی دشمن خود شیطان تھے اور نو واردین کو قرآن کے الفاظ سے دور رکھنے کی مہم چلاتے تھے کہ سنیں گے تو ان کے ہو کر رہیں گے، اب یہ کام خود شیطان کر رہا ہے، اس کی کوشش ہوتی ہے کہ ہم قرآن کریم کی تلاوت سے دور رہیں، بسم اللہ ہی نہ ہو، مبادا پڑھنا شروع کر دیں تو مگن ہو جائیں گے، وہ اس کے لیے سارے حربے استعمال کرتا ہے، اس ضمن میں اہل علم بھی اس کی چالوں کے شکار ہیں اور نغمۂ ابد کی سرشاری سے محروم بھی ہیں۔

❍❖❍

مشاہدات و تاثرات (۱)

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۱۹ ربیع الثانی ۱۴۴۶ھ ۲۳ اکتوبر ۲۰۲۴ء

آج انور خان صاحب ساکن راکا، الخبیر نے ہمارے وفد کی مخصوص ضیافتی تکریم کی اور اس کے لیے دمام کے نامور زاد السلطان ہوٹل کا انتخاب کیا، خورد ونوش سعودیہ کی قومی شناخت ہو سکتی ہے کہ آپ کو گرداگرد صرف اور صرف

فہرست⬆

سامان اکل وخورد کے شوروم نظر آئیں گے، بہ ایں ہمہ انھوں نے بیس کلو میٹر کی مسافت کا تکلف کیا۔

یہ ریسٹورنٹ ایک مختلف تجربہ ہے، اس میں دیہاتی وضع کی نمائندگی کا خاص اہتمام کیا گیا ہے، اندرونی سجاوٹ اور داخلہ ڈیزائن صفر ہے، بادی النظر میں معمولی نظر آتا ہے؛ مگر یہ ایک کاروباری بساط ہے، اس سادہ نمائی سے عربوں کی نسلی، قبائلی اور دیہاتی رگ کو ہدف بنایا گیا ہے، چناں چہ عرب غول در غول محو ورود ہیں، یہاں تک کہ سعودی پیمانے کی وسعتیں بھی شاکی ہیں۔

عرب، زندگی کی تمام تجربات سے گذر کر اکل وشرب کی دریافتوں پر خیمہ زن ہو گئے ہیں، طاؤس ورباب کے باب میں یہ ان کی آخری معرفت ہے، غفلت، اونگھ اور بحر نوم تک جانے والی یہ ایجاد ان کی قریب الاختتام تفریح ہے، محمد بن عبد اللہ الرسول کے یہ ہم سایے محمد بن عبد اللہ المہدی کی کمان میں عن قریب دوبارہ شمسیر وسنان کی طرف عود کرنے والے ہیں۔

ہندوستانی مسلمانوں نے کھانوں کی عرب انواع واقسام درآمد کی ہیں، بڑے شہروں کی طعام گاہیں اس کا ثبوت ہیں، بنگلور میں فریزر ٹاؤن کے ریسٹورنٹ مندی ڈش کی کشش سے مقناطیس بنے ہوے ہیں؛ مگر آج غلط فہمی دور ہوئی اور پہلی بار مندی اصل صورت میں سامنے آئی، وفد کے ایک رکن فریزر

ٹاؤن کے معروف ریسٹورنٹ عربی مطعم کے مالک ہیں؛ وہ بھی اس نکتے پر شرم سار ہو گئے۔

کھانے عربوں کے لیے ہیں اور عرب کھانوں کے لیے ہیں، مجھے اس اطلاع نے سکتے میں ڈال دیا کہ سامنے محو طعام عرب وفد ایک دوسرے ملک بحرین سے صرف کھانے کے لیے آیا ہے، یہ کل پندرہ افراد ہیں جن کو بیٹھنے کے لیے تیس افراد کی جگہ درکار ہوئی، ہم کھانے کے نقطۂ نظر سے بھی عربوں کی خاکِ پا ہیں، دراصل عرب تمام معانی میں مکمل واصل ہیں اور ہم ضمنی انسان ہیں، یہی کھڑے ہوں گے تو تنور گرم ہو گا، ہم تو کب سے کھڑے ہیں اور بے نتیجہ ہیں۔

❍❖❍

مشاہدات و تاثرات (۲)

اسلام کی حسین نگری

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۲۰ ربیع الثانی ۱۴۴۶ھ ۲۴ اکتوبر ۲۰۲۴ء

یہ اسلام کی سرزمین ہے اور یہاں اسلام ناقابلِ تسخیر ہے، شاذ بھیڑ ہر

جگہ ہوتی ہے، ریاض پروگرام میں ایسا ہی کوئی وقتی ہجوم جمع ہو گیا ہو گا، مجھے بھی میڈیا رپورٹس پر بدگمانی ہوئی تھی، وہ شیاطین کا کوئی حاشیہ بوس گروہ تھا، یہاں کا مرکزی دھارا، حرم مکی، حرم نبوت، مساجد، عبادات، شعائر، اسلامی وراثت، ایمانی خدوخال، دینی چھاپ اور مذہبی رنگ وآہنگ میں سر سے پاؤں تک نہال ہے۔

ہماری جاری گردش کا دورانیہ دراز ہے، آج خلاف پروگرام اچانک اس بات پر اتفاق رائے ہو گیا کہ پہلے عمرہ کر لینا چاہیے، احباب کی رائے تھی کہ دمام سے فلائٹ لی جائے وقت بچے گا، ناچیز نے روڈ والے آپشن پر اصرار کیا کہ ان کی زمین کی سیر روح افزا ہے، ایک لگژری بس میں سفر جاری ہے، ساتھی بار بار راحت کے بارے میں پوچھتے ہیں، آپ بتائیں کہ ہم بتائیں کیا! ایمان کی تازگی اور روح کی بالیدگی کے تصورات میں گم انسان کو سیٹ کی کیا خبر! پھر ہم جیسے لوگ! جو یوپی ساخت کے دیسی ٹیمپو میں باہر لٹک کر سفر کرنا ہنوز نہیں بھولے ہیں!

تین بجے روانہ ہونے والی یہ بس اپنی ضرورت، مسافروں کی بشری حوائج اور عصر کی نماز کے لیے ایک پیٹرول بنک پر رکی، جو کثیر مقاصد مرکز بھی تھا، مغرب میں بیس منٹ تھیں، گویا حنفی نقطۂ نظر سے جمع بین العصر والمغرب کا موزوں وقت تھا اور رسول اللہ ﷺ کے جمع والے عمل کی درست تصویر تھی، ہم نے بس ڈرائیور سے مغرب تک رکنے کی بات کی تو یہ ہماری سادہ لوحی ثابت

ہوئی، اس نے یہ کہہ کر ہمیں حیرت زدہ کر دیا کہ عشاء بھی اسی وقت پڑھنی ہے، چناں چہ عصر وقت کے اندر پڑھی گئی، پندرہ منٹ بعد وقت ہونے پر مغرب کی جماعت ہوئی اور بغیر کسی وقفے کے معاعشاء ہوئی، اس وقت بس میں ہمارے وفد کے علاوہ پوری بس ۲۴ اکتوبر کی تمام نمازوں سے فارغ ہے، ہم عشاء کی نماز کے لیے عشائیہ وقفے پر تکیہ وتوکل کیے ہوے ہیں۔

یہاں نیکیوں میں مسابقت سجی ہوئی ہے، عبادات سب کے روزناموں کا مدار ہیں، زندگی کی تگ ودو نے نماز اور مسجد کو محور بنایا ہوا ہے، یہ عام دن ہیں، پھر رمضان کس رنگ کا ہوتا ہوگا؟ دین ان میں سمایا ہے اور یہ دین میں سمایے ہیں، دین کی سرحدوں سے ان کا انخلا ممکن نہیں، یہ معیار پر جلوہ گر ہیں، ان کے نزدیک دستبرداری آگ میں ڈالے جانے کے برابر ہے، یہ حلاوت ایمانی میں سرشار ہیں، ان کے ذائقے کی یکسر تبدیلی ممکن نہیں، وہ کوشش میں ضرور ہے؛ مگر کامیابی بڑا چیلنج ثابت ہوگی۔

دین ومذہب کی عام بہار حکومتی دلچسپی کے بغیر متصور نہیں، ہمارے یہاں بیداری پذیر ہندو سانگ اس کی تازہ مثال ہے، اس پاکیزہ سرزمین کے بادشاہوں نے ظاہر دین کو ایک انقلاب کے طور پر متعارف کرایا، اس کے لیے سرکاری مشینری وقف کی، کاہلوں کے لیے جبری صورت نکالی، مظاہر دین کو حکومتی مفادات کا جزو بنادیا، یہ عظیم تخم ریزی کامیاب رہی، پودوں کو نمود ملی، وہ درختوں میں تبدیل ہوئے، برگ وبار کے دن آئے اور پورا سعودیہ گلشن اسلام

میں تبدیل ہو گیا، اب اسلام اس سرزمین کا مترادف ہے، یہ اسلام کے ساتھ سانس لیتے ہیں اور سانس کے ساتھ اسلام لیتے ہیں، میں بارہ مولا کشمیر میں تھا کہ میزبان کے محلے میں نزاع ہو گیا، میں بھی تفریحی سیاق میں پولس اسٹیشن گیا، جب پولس والے نے ایف آئی آر اردو میں لکھنی شروع کی تو حیرت و مسرت سے بے خود ہو گیا، اب کیا کروں کہ ہر نقش کا پیرہن اسلام ہے؛ حتی کہ خو گرانِ گیرو بھی جبہ پناہ اور سفید پوش ہیں۔

❍❖❍

(مشاہدات و تاثرات:۳)

مغرب سے قبل دو رکعات نفل

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۲۲ اکتوبر ۲۰۲۴ء

کل مغرب کی نماز الجبیل کی ایک عالی شان مسجد میں ادا کرنے کے لیے حاضر ہوے تو نمازیوں نے توجہ کھینچی، اذان کے بعد حاضرین کی ایک بڑی تعداد دو رکعات نفل میں مشغول ہو گئی، مغرب کی اذان اور اقامت کے درمیان اعلانیہ دس منٹ کا فرق مقرر تھا، عملا یہ وقفہ قدرے زیادہ رہا، میرے رفقا ان مناظر کے لیے مجھے جواب دہ سمجھتے ہیں اور گھیر کر بیٹھ جاتے ہیں۔

فہرست⬆

مغرب سے قبل نفل والا موقف صحیح بخاری کی دو روایتوں پر مبنی ہے، ان میں عبد اللہ مزنی کی روایت اہم ہے؛ کیوں کہ اس میں صریح حکم ہے: صلوا قبل المغرب؛ مگر یہ روایت علامہ کشمیری کی تحقیق کے مطابق معلل ہے، دراصل عبد اللہ مزنی کے تین تلامذہ ہیں: جریری، کہمس اور حسین المعلم، پہلے دونوں تلامذہ نے اسی حدیث کو بین کل اذانیں صلاۃ کے الفاظ سے نقل کیا ہے؛ جب کہ فقط حسین المعلم نے صلوا قبل المغرب کے الفاظ نقل کیے ہیں۔

یہاں ایک تیسری روایت اور ہے جس میں بین کل أذانین صلاۃ إلا المغرب کے الفاظ ہیں، ان تینوں روایات کو سامنے رکھ کر علامہ کشمیری فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصل الفاظ بین کل أذانین صلاۃ والے ہیں، جیسا کہ دو شاگرد جریری اور کہمس نقل کرتے ہیں، بعد میں راویوں نے روایت بالمعنی کی اور بعض نے اسے بین کل أذانین صلاۃ إلا المغرب کیا اور بعض نے صلوا قبل المغرب کر دیا۔

علت کبھی حد درجہ مخفی اور تہہ در تہہ ہوتی ہے، ماہر سنار کی طرح عبقری محدث اسے بر آمد کرتا ہے، حضرت علامہ کشمیری کا صحیح بخاری کی روایت پر یہ تبصرہ بڑا ضرور ہے؛ مگر ناگزیر ہے، ورنہ روایات متعارض ہوں گی، علامہ کشمیری کا وہ رتبہ ہے کہ وہ اس نوع کا مواخذہ کریں، نیز ابو بکر اثرم نے بھی ناسخ الحدیث ومنسوخہ میں اس طرح کی بات کہی ہے۔

فہرست

بخاری کی دوسری حدیث تو برعکس طور پر ہمارے حق میں ہے، مرثد بن عبد اللہ، عقبہ بن عامر صحابی سے عرض کرتے ہیں کہ ابو تمیم کی عجیب بات بتاؤں؟ وہ مغرب سے قبل نفل پڑھتے ہیں! صحابی نے کہا: اس میں حیرت کی کیا بات ہے؟ ہم عہدِ نبوی میں یہ نماز پڑھتے تھے، ظاہر ہے کہ ابو تمیم کے عمل پر تابعین کا استعجاب اس بات کی دلیل ہے کہ اس نماز کا معمول نہیں تھا اور خود اسی حدیث میں دورِ صحابہ ہی میں اس نماز کے متروک ہونے کی تصریح ہے، یعنی صورت حال یہ ہے کہ عہدِ صحابہ میں قبل از مغرب نفل کا تعامل نہیں تھا اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس نماز کا پڑھنا منقول نہیں۔

اس پسِ منظر میں قبل مغرب نفل نماز کی اباحت کی بات کہہ سکتے ہیں؛ مگر استحباب یا سنیت کی بات بعید ہے، پھر جس طرح مذکورہ مسجد میں معمول دیکھا گیا وہ قابلِ اشکال واصلاح ہے، بعد والی ثابت شدہ سنت مؤکدہ کو چھوڑ کر بھاگنا اور پہلی والی نفل پر اصرار کرنا اعتدال وتوازن کے منافی ہے۔

(مشاہدات و تاثرات:۴)

مجلس درس

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۱۸ ربیع الثانی ۱۴۴۶ھ ۲۲ اکتوبر ۲۰۲۴ء

بھائی امتیاز احمد ان لوگوں میں ہیں، جن سے دنیا کا حسن ہنوز برقرار ہے، انھوں نے گھر میں ضیافت خانہ ڈیزائن کیا ہوا ہے، بعض عالمی شہرت کی حامل شخصیات ان کی میزبانی کو شرف بخش چکی ہیں، کل شب ہماری باری تھی، ان کو میرے تعارف کا ایک جزو معلوم ہوا تو وہ مصر ہوگئے کہ اکل و شرب سے قبل کچھ گفتگو ہو، وہ عام دنیا دار ہوتے ہوئے حد درجہ علم دوست ہیں، شوق علم کا یہ عالم ہے کہ کہولت اور مصروفیت میں آن لائن تحصیل علم کا سلسلہ بنا رکھا ہے، فی الوقت میرے ذہن میں علمی خاکے نہیں ہیں؛ مگر بروقت حاضرین نے ماحول بنا دیا اور معذرت کے تمام حوالے مسترد کر دیے گئے۔

ناچیز نے اس درس کے لیے، اسرائیل فلسطین معرکے کی مناسبت سے صحیح بخاری کتاب الجهاد سے باب نمبر ۳ (باب الدعاء بالجهاد و الشهادة للرجال و النساء و قال عمر اللهم ارزقني شهادة في بلد رسولك) کا انتخاب

فہرست⬆

کیا، اس کا ترجمۃ الباب لاجواب ہے اور حدیث باب بھی کیا ہی خوب ہے! امام بخاری فرماتے ہیں کہ جہاد اور شہادت کی دعا کرتے رہنا چاہیے، مردوں کی طرح خواتین بھی اس کا اہتمام کریں، خواتین کے اضافے سے بخاری یہ کہنا چاہتے ہیں کہ جہاد اور شہادت کی دعا ایک مستقل عمل ہے، جنگ کا موقع ہونا ضروری نہیں، چناں چہ عام حالات میں عورتوں پر جہاد لازم نہیں؛ مگر دعا وآرزو کے حکم میں وہ بھی شامل ہیں، جہاد کی دعا اور شہادت کی تمنا نفاق سے براءت کی نشانی اور ایمان کی سند توثیق ہے۔

بخاری نے ترجمۃ الباب میں حضرت عمر کی دعا بھی نقل کی ہے، وہ فرماتے تھے کہ یا اللہ! مدینۃ النبی میں شہادت عطا فرما! یہ عجیب دعا تھی، مدینہ منورہ میں رزم کے حالات کیوں کر پیدا ہوں گے کہ شہادت بھی ملے اور مدینۂ نبوی کی خاک بھی فوت نہ ہو! ان کی صاحبزادی حضرت حفصہ کو بھی اس دعا پر حیرت تھی؛ لیکن تاریخ نے ان کی صدق نیتی کا نتیجہ دیکھا اور شہادت مدنی حاصل ہوئی، ترجمۃ الباب کا مدعا یہ ہے کہ جہاد کی دعا اور شہادت کی آرزو رکھو، اگر تم سچے ہو تو دعا قبول ہوگی یا تو شہادت کے حق میں یا ثواب شہادت کی صورت میں۔

حدیث باب میں ام حرام بنت ملحان کا قصہ ہے، جو دلائل النبوت کا روشن باب ہے، انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی تھی، آپ تشریف لائے، کھانے کے بعد آرام فرما ہوے تو وہ آپ کا سر سہلانے لگیں، یہاں جوں

دیکھنے کی بات مجرد عرف ہے، سرکار کے رشکِ زلفِ حوراں بالوں میں جوں کیسے ممکن ہے؟ ام حرام سے محرمیت کے دو رشتے تھے، رضاعی خالہ بھی تھیں اور نانیہالی قرابت سے بھی محرم ہوتی تھیں، خیر! آپ کو اسی حالت میں نیند آگئی اور پھر آپ مسکراتے ہوے بیدار ہوے، ام حرام کے استفسار پر فرمایا کہ مجھے خواب میں امت کی ایک بحری مہم دکھائی گئی، سپاہیوں کی حالت قابل رشک تھی، بادشاہ لگ رہے تھے۔

ام حرام نے درخواست لگائی کہ حضور دعا فرمادیں میں بھی خوش نصیب جماعت کا حصہ بنوں، آپ نے دعا فرمادی، پھر دوبارہ آنکھ لگی اور اسی صورت تبسم بکھیرتے ہوے بیدار ہوے اور ملتا جلتا خواب بیان کیا، ام حرام نے پھر شمولیت کی درخواست کی؛ مگر اس بار آپ نے فرمایا کہ نہیں تم پہلی جماعت میں ہو، یہ دلائل النبوت کا خاص قصہ ہے، ام حرام اولین بحری مہم میں شریک ہوئیں اور سواری سے گر کر شہید ہوئیں، حضور یہ کہنا چاہتے تھے کہ تم دوسری مہم کے لیے حیات نہیں رہو گی؛ مگر آپ نے پیرایہ تبدیل کیا اور اس پر اکتفا کیا کہ تم پہلی مہم کا حصہ ہو۔

اس درس نے آدھا گھنٹہ لیا اور اختتام پر حاضرین کا جو تاثر بنا، اس کو بیان کرنے کے لیے الفاظ نہیں تھے، فللہ الحمد والمنة۔

(مشاہدات و تاثرات:۵)

عورت

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۲۲ ربیع الثانی ۱۴۴۶ھ ۲۶ اکتوبر ۲۰۲۴ء

جب انسان گرتا ہے تو سب سے پہلے توازن رخصت ہوتا ہے، پھر گرنے کی کوئی حد نہیں ہوتی، رب العالمین کے شہر تقدس مآب میں حوا کی بیٹی کھانا سپلائی کر رہی ہے، آپ کو یہ منظر بلدِ کفر کے نامور طعام گاہوں میں بھی نہیں ملے گا، پردے میں چہرے کی شمولیت ان کے قد آور علما نے مختلف فیہ کی ہوئی تھی، سو دونوں صورتیں رائج ہیں، ممکن ہے کم صورت نے نقاب گرا لیا ہو اور خوب صورت ملازمہ کی رونمائی ترجیح قرار پائی ہو، ریسٹورنٹ میں کمروں کی مانند کیبن بنے ہوے ہیں، ان خلوت گاہوں تک لڑکیاں ہی واسطہ ورابطہ ہیں۔

ہمارے یہاں خواتین کے حقوقِ مسجد کی وکالت کرنے والے حرم شریف کی مثال دیتے ہیں؛ لیکن خاکم بدہن مقیس علیہ کی صورت حال بھی اسوہ نہیں ہے، حرم، مسجد حرام، احرام، خانۂ خدا، طواف، مطاف، سعی، مسعی، صفا، مروہ اور رب السدرہ کے درخشاں انوار یہاں خواتین کو افراط سے روکنے میں

فہرست⬆

کامیاب نہیں ہیں تو آپ کے بندوبست کیا معانی رکھتے ہیں؟ نماز میں محاذاتِ نامحرم کا مسئلہ ختم ہو گیا ہے، مرد اجنبی خاتون کے شانہ بشانہ نماز کا خشوع برقرار رکھنے میں کامیاب ہے، طواف میں مردوں کو رمل کے لیے جگہ نہیں ہے؛ جب کہ خواتین سراپا رمل ہیں۔

طواف میں نزدیکی اور دوری یکساں ہے، پھر شدید ہجوم میں نزدیکی پر اصرار کون سی ذہنیت ہے؟ بڑے شہر کے بس ڈرائیور سے پوچھا گیا کہ آپ ازدحام میں اتنی بڑی بس کیوں کر چلاتے ہیں؟ اس نے کہا میں صرف ڈرائیونگ پر توجہ دیتا ہوں، باقی کام دوسرے کرتے ہیں، جس کو بچنا ہوتا ہے وہ خود دھیان رکھتا ہے، عورتیں مردانہ وار محو طواف ہیں، اب یہ مردوں پر ہے کہ وہ لمس اور مس کے گناہ سے کیسے بچتے ہیں، پھر خواتین توثیق شدہ کم عقلی ہمراہ لے کر نکلتی ہیں، سخت تنگی میں ایک سمت سے دوسری سمت بھیڑ کو عبور کرنا اور پھر واپس اسی سمت جانے کے لیے مجمع کو کراس کرنا ان کے لیے خوش گوار عمل ہے۔

حرمین میں خواتین کی حاضری کا کوئی متبادل نہیں؛ لہذا اس کو گوارا کیا جائے گا؛ مگر نظیر نہیں بنائیں گے؛ بل کہ حدود کی رعایت میں لاپرواہی کو ملحوظ رکھا جائے گا، عورت بہ ہر صورت اور بہ ہر ماحول مرد کی سب سے بڑی کشش ہے، اس کی نزدیکی آخری امتحان ہے، اس کا قرب جان لیوا ہے، اس کا احساس توبہ شکن ہے، اس باب میں مقدسات بھی لگام کی ضمانت نہیں ہیں، حضرت فضل بن

عباس اور خثعمیہ خاتون کی نگاہوں کا تبادلہ دوران حج ہوا تھا، وہ رسول اللہ ﷺ کے ردیف تھے، خاتون مسئلہ دریافت کر رہی تھی، اس سب کے باوجود آپ نے برادر خورد کی گردن اپنے دست مقدس سے دوسری جانب پھیر دی۔

کام کے لیے عورت کا باہر نکلنا مجبوری کی سب سے دردناک تصویر ہے، مانا کہ جوان العمر حکمران دین بیزار ہے؛ مگر دیگر نخوتیں کیا ہوئیں؟ ملکی ناموس، عرب غرور، قبائلی حمیت، مال کا گھمنڈ، قومی برتری اور نسلی عصبیت ہی کا خیال کر لیا ہوتا، ناچیز کی گذشتہ حاضری دو ہزار چار میں ہوئی تھی، ان بیس سالوں میں جو تبدیلیاں آئی ہیں ان میں عورت کی پامالی سب سے زیادہ اذیت ناک ہے، تہذیبِ جدید میں سب سے بڑا نفاق اور فریب عورت کے ساتھ ہوا، اس کی عزت کا نعرہ کلمے کی طرح مقدس مانا گیا؛ مگر ملازمت کے حجاب میں اس کے رشک دوجہاں حجاب کو تار تار کیا گیا۔

❍❖❍

ہم توڈوبے ہیں صنم تم کو بھی لے ڈوبیں گے

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۲۹ ربیع الثانی ۱۴۴۶ھ ۱۲ اکتوبر ۲۰۲۴ء

مشرق وسطی قیامت کے شعور کی بسم اللہ یہ ہے کہ آپ دو اسرائیل

تسلیم کریں، "اسرائیل باقاعدہ"، جس کا جائے وقوع ارض فلسطین ہے، دوسرا "فاصلاتی اسرائیل" جو شمالی امریکہ میں واقع ہے، یہ دو جسم ایک جان ہیں، آج آپ برسرِ دار ہیں تو آپ کے جلاد دو ہیں، کل محمد بن عبد اللہ المہدی کی قیادت خس کم جہاں پاک کرے گی تو یہ دونوں عفریت ایک ساتھ دم توڑیں گے؛ کیوں کہ دونوں کی سانس ایک ہے۔

دو روز قبل الجزیرہ کی رپورٹ تھی کہ پینٹاگون ذخائر کو دفاعی میزائل کی قلت کا سامنا ہے، ہم مزاحمت کے جن میزائلوں کو عبث سمجھتے ہیں، ان کے دفاع نے عسکری دیو کو زیر وزبر کر دیا ہے، یقیناوہ اس قلت سے باہر آجائے گا، اس کی اسلحہ صنعت عملاقی ہے؛ مگر اس میں کل کے زوال کی صورت جھانک رہی ہے، وقت آنے پر دونوں غرور بہ یک ساعت خاک چاٹیں گے؛ کیوں کہ وہ دو نہیں، ایک ہیں۔

جب سے شمالی کوریا کے "تشنہ خوں لیڈر" نے روس کے ساتھ تجدید عہد کیا ہے، ایران تازہ دم ہو گیا ہے، ممکنہ عالمی جنگ میں اس کو تاہ قد کوریائی حکمران کا بلند قد کردار ہے، جس وقت عرب بکرے اور مندی پر تحقیق میں مشغول تھے اور بسیار خوری کو نئی بلندیاں عطا کر رہے تھے، اس وقت شمالی کوریا پیٹ پر پتھر باندھ کر بم اور میزائل بنا رہا تھا، نتیجہ یہ ہے کہ سعودی عرب سے بیس گنا چھوٹا ملک امریکہ کے لیے ڈراؤنا خواب ہے اور یہ ممکن نہیں کہ اس کے خوں فشاں

عزائم سے امریکہ بچ نکلے۔

نیتن یاہو کو اس کے روحانی و نظریاتی پیر، معروف امریکی ربی مناحیم شنیر سن نے یقین دلایا ہوا ہے کہ وہ مسیح کا پیش رو ہے اور یہودی مشن کی باگ ڈور مسیح کو اسی کے ہاتھوں منتقل ہو گی، بائڈن جنگ بندی کی حسرت کے ساتھ رخصت پذیر ہے؛ مگر وہ امریکہ کو راست ابتلا سے بچانے میں کامیاب رہا، وہ یہ سنگین آزمائش اپنے جانشین کے لیے زندہ حالت میں چھوڑ کر جا رہا ہے۔

ٹرمپ کے امکانات حالیہ دنوں میں بڑھ گئے ہیں، وہ بائڈن سے بھی زیادہ صہیونی ہے؛ مگر دونوں کے دور میں بنیادی فرق یہ ہو گا کہ نیتن یاہو کو وہی کرنا ہو گا جو ٹرمپ چاہے گا، ٹرمپ فون رکھنے کے بعد عاجزانہ گالیاں دینے اور مجبوری کی لعنتیں بھیجنے پر اکتفا کرنے والا نہیں، اس کے ضمیر اور زبان کے درمیان حجاب نہیں ہے، اگر وہ جنگ بندی چاہے گا تو جنگ بندی ہو گی یا پھر جان ایف کنیڈی دوم ہو گا، خاتون اگر صدر بنی تو وہ نیتن یاہو جیسی گھاگ لومڑی سے نبرد آزما نہیں ہو پائے گی۔

یوکرین جنگ، ملحمہ کا مقدمہ تھا، پھر مشرق وسطی جل اٹھا، امریکی صورت حال کا فائدہ چین تائیوان میں اور شمالی کوریا جنوبی کوریا میں اٹھانا چاہتا ہے، ایران کو نیتن یاہو کے عزائم کا بالکل درست ادراک ہے، اس نے مرتا کیا نہ کرتا کے اصول پر ملحمہ نیت باندھ لی ہے، نیتن یاہو اپنی توریت کے نشے میں غرق ہے،

اب تک امریکہ گریز میں کام یاب رہا ہے؛ لیکن تا بہ کہ! آخرش اسے چلمن سے نکلنا ہے، دفاع اسرائیل کا کلمہ جو پڑھا ہے، اسرائیل کا زوال نص قطعی سے ثابت ہے؛ مگر یہ زوال دہرا ہو گا، اسرائیل کا آخری مکروہ منتر یہ ہے کہ ہم تو ڈوبے ہیں صنم تم کو بھی لے ڈوبیں گے!

خود سر اور خود پرست صدر کی واپسی

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۵ جمادی الاولی ۱۴۴۶ھ ۸ نومبر ۲۰۲۴ء

امریکی الیکشن نتائج کے ساتھ دنیا چار سال کے لیے غیر یقینی، غیر متوقع اور سرپرائز موڈ پر چلی گئی ہے، اب صدر کی غیر سنجیدہ ادائیں ہی ملکی پالیسیوں کی رونمائی کریں گی، اپنے پرائے سانسیں روک کر ان کے ٹویٹ، صحافتی دل لگی، ذرائع ابلاغ کے ہمراہ خوش وقتی اور ذاتی فون کال کے تماشے دیکھیں گے، کسی کی جان گئی آپ کی ادا ٹھہری کے مناظر کی فیاضی ہو گی، وہ پارٹنر شپ باب کا سحر کار ہے؛ مگر بے ظرف ہے؛ اس لیے ساجھے کی ہانڈی سرے عام پھوڑتا ہے۔

اس نے خطابِ فتح کی لن ترانی میں کہا کہ میں جاری تمام جنگیں بند کر دوں گا، یہ اسی قبیل کی بات ہے جو وہ دوران الیکشن کہتا رہا کہ امریکہ میں سب کچھ

خراب ہو چکا ہے اور میں سب کچھ ٹھیک کر دوں گا، یا جیسے ہمارے چائے فروش نے کہا تھا کہ ہر ایک کو پندرہ لاکھ دوں گا؛ مگر الیکشن لہر اور حکمت عملی دو جداگانہ رنگ کے میدان ہیں اور ہر ایک کی زبان بھی الگ ہے، غیر سنجیدہ شخص اس فرق کا لحاظ نہیں کر پاتا، بائڈن کی گومگو والی کمزور پالیسی امریکہ کو متعدد کرداروں سے محروم کر چکی ہے، بہ ظاہر جنگ بندی کا دور گذر چکا ہے اور جنگ بازی کا زمانہ آگیا ہے۔

ٹرمپ خود پرست ہے اور وطن پرست بھی، مزید یہ کہ وہ پورے طور پر کمرشیل ہے، وہ جنگ بندی کی طرف ضرور جائے گا؛ لیکن اس کا سافٹ ویئر چار سال پرانا ہے، ابھی وہ قدیم فریم میں سوچ رہا ہے، نئی سیٹلائیٹ دیکھے گا تو کچھ طبق ضرور روشن ہوں گے، چوالیس ہزار بے قصور جانوں کے ماتم پر مذاکرات کی شگفتہ میز دراز کرنا آسان نہیں، ادھر اس کے دوست نے منتیں مان رکھی ہیں، گذشتہ باری میں آپ نے قدس سفارت خانے کا تحفہ دیا تھا، اب اقصی عبادت گاہ پر نظر ہے۔

یوریشیا محاذ بھی مذاق نہیں، پوتین کی لکیر مقدس ہے، نظر ثانی کی گنجائشیں بہت پیچھے رہ گئی ہیں، یوکرین کی تفویض آپ کا آپشن نہیں، سو آپ کا تاجرانہ موقف یہی ہوگا کہ عسکری بل سے ہاتھ اٹھالیں اور یورپ کی بکری روس کے حوالے کر دیں، شمالی کوریا باقاعدہ روس کے شانہ بشانہ ہے، چین سوچ رہا ہے

کہ سب جنگ جنگ کھیل رہے ہیں تو میں بھی کچھ حساب ٹھیک کر لوں، افغان جنگ ذاتی تھی، آپ نے ہزیمت کا آپشن لیا اور نکل بھاگے، جاری جنگیں پیچیدہ ہیں اور ہفت اقلیم راست فریق ہیں اور ہر فریق منہ کھولے کھڑا ہے۔

❍❖❍

مسجد شیخ زاید ابو ظبی

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۶ جمادی الاولی ۱۴۴۶ھ ۹ نومبر ۲۰۲۴ء

ابو ظبی کی مسجد شیخ زاید تاج العروس ہے، اس نے برج خلیفہ کی رعنائی کو توازن میں رکھا ہے، اگر ٹاور دبئ میں کشش ثقل کا موجب ہے تو مسجد شیخ ابو ظبی کی مقناطیس ہے، ہم نے آج اس مسجد کے بام و در میں، اسلام کی محبت کا بہترین خراج عقیدت دیکھا، آنکھیں پر نور ہوئیں، طبیعت کھل اٹھی، مغل بادشاہوں کی تعمیری وراثت کا عرب نسخہ سر شار کر گیا، مسجدیں تعمیر ہوتی ہیں اور ہوتی رہیں گی؛ مگر جب ظل الٰہی اس مبارک سلسلے کو ذاتی دلچسپی بناتا ہے تو عجائب رونما ہوتے ہیں، مساجد الملوک ملوک المساجد کے مظاہر رنگ جماتے ہیں اور اسلام زندہ باد کی انگڑائیاں لیتا ہے۔

مسجد نئے عالمی رجحان کو سامنے رکھ کر ڈیزائن کی گئی ہے، مذہب اور

عبادت کے اس عظیم رمز میں سیاحت کا باب کھول کر اسلامی ثقافت و تہذیب کا تعارف کرایا گیا ہے، سیاحوں کا ہجوم ہے، جنس بشر کی ہر نوع موجود ہے، مغرب کی سفید ہرنیوں کو عربی قبا کا پابند کیا گیا ہے، سر کے حجاب کی بھی تاکید ہے، آگے کے مراحل میں اہلکار تنبیہ بھی کرتے ہیں، اگر کسی یورپین کا حجاب اتر جاتا ہے تو استواری کی ہدایت کی جاتی ہے، یہ منظر موجب تسکین واقع ہوا، الاسلام یعلو کا نظارہ جو ٹھہرا۔

ہم نے مغرب اور عشاء؛ دو نمازیں اس عالیشان مسجد میں ادا کیں، مسجد کا مرکزی ہال دیکھا، اس کی وسعت، تعمیری حسن، قالین کی خوبی، در و دیوار کی زیبائش، چھت کی تزئین کاری، ستونوں کی کاری گری اور جھومروں کا جمال زبان وبیان کی قدرت سے ماوراہے، مسجد کے گرداگرد سبزہ زار ہے، گل کاری اور چمن سازی کا خاص اہتمام کیا گیا ہے، صحرا کے بانجھ پن کو درہم کی طاقت نے شکست دی ہے، دہلی کی شاہی جامع مسجد کو نئے عروسی جوڑے میں ڈھالا گیا ہے، وہی بلندی، وہی مینار، وہی گنبد، وہی وضع اور بعینہ رنگ و آہنگ، بس ہماری جامع مسجد یہاں اپ ٹو ڈیٹ اور آن دا ایج ہو گئی ہے۔

بادشاہ خدا کا سایہ ہے، اس کے شاہ نامے خدائی شان کی عکاسی کرتے ہیں، دین کا شکوہ بھی اسی وقت قائم ہوتا ہے جب بادشاہ اسے دل پر لیتا ہے، حکمران کی دلچسپی بہار لاتی ہے اور اس کی بیزاری خزاں رسید کر دیتی ہے،

”پیٹرول عہد“ عربوں کے شہری وعمرانی عروج کا دور ہے؛ مگر شہری تمدن کے اس شباب میں وہ مذہبی تمدن کو نہیں بھولے ہیں، ان کی مسجدیں آرائش، زیبائش، سہولیات اور ترقی کے مظاہر میں ان کے دفاتر اور خواب گاہوں سے کم نہیں ہیں، یہ ان کی ایمانی غیرت، اسلامی حمیت اور دین پسندی کی بے شمار نشانیوں میں سے ایک نمایاں نشانی ہے۔

مساجد اور خواتین

محمد فہیم الدین بجنوری

۱۳نومبر ۲۰۲۴ء

ہمیں غیر مقلد نشر واشاعت نے یہ تاثر دیا تھا کہ عرب ممالک میں خواتین پنج گانہ مساجد میں ادا کرتی ہیں، یہ خیال سخت خلجان کا موجب تھا، عورت کی پانچ وقت حاضری کا تصور ایسے سنگین معاشرتی مسائل کو نمایاں کرتا تھا کہ طبیعت ہلکان ہو جاتی؛ لیکن جاری اسفار میں یہ تصور بھی باطل ہوا، بے شک اس دیار کی مساجد میں خواتین کے لیے باقاعدہ نماز اور طہارت خانوں کے انتظامات ہیں؛ لیکن خواتین کی آمد نہیں ہے، بالکل نہیں ہے۔

فہرست⬆

یہ صورت حال منشائے شریعت کے عین مطابق ہے، وقتی طور پر کسی خاتون کو باہر نماز کی ادائیگی در پیش ہو تو وہ اس نظم سے فائدہ اٹھا سکتی ہے، غیر مقلد برادران نے رسول اللہ ﷺ کی عطاء کردہ گنجائش کو ترغیب پر محمول کر لیا ہے، بنگلور میں میری رہائش کے ارد گرد پورا علاقہ تبلیغی دیوبندی ہے، غیر مقلد بھائی ہماری مساجد ہی میں آمین بالشر کر لیتے ہیں؛ تاہم انھوں نے ایک جداگانہ انتظام کے طور پر مصلی قائم کیا ہے، میں نمازوں کے وقت ادھر سے گذرتا ہوں تو غیر مقلد بہنوں کا ہجوم نظر آتا ہے، اندرون بندوبست میں فاصلہ بالیقین ملحوظ ہو گا؛ مگر باب الخروج پر مشترکہ ازدحام دیکھا جاسکتا ہے۔

جس طرح بنگلور کی کرسی والی نماز کے فساد کی نسبت عرب ذمے دار نہیں ہیں اور عربوں میں کرسی پر نماز کا ماحول نہیں ہے، اسی طرح مذکورہ رجحان کی طرف سے سال بھر پنج وقت خواتین کے تکلف کی جواب دہی سے بھی عرب بری ہیں۔

ناچیز ایک وقت مسجد عالیشان محلہ بڑ ضیاء الحق دیوبند میں فجر بعد تفسیر قرآن کرتا تھا، یہ سلسلہ وہاں سے دارالمدرسین منتقل ہونے تک دس سال جاری رہا، ایک روز تفسیر کے بعد ایک صاحب ملے، اولا بہ طور پالیسی انھوں نے تفسیر کی تعریف کی، پھر فرمانے لگے کہ حدیث کے مطابق خواتین مسجد میں نماز پڑھ سکتی ہیں، آپ اس پر بیان کریں، میں نے عرض کیا کہ کہنے سننے سے خاطر خواہ نتائج

حاصل نہیں ہوں گے، آپ اپنے گھر سے بسم اللہ کر دیجیے، بس وہ مجھے گھور کر چلا گیا، بنگلور کے باب الداخلہ پر جس ہجوم کا ذکر آیا، ہمارے یہاں وہ ہجوم تقسیم غنائم میں تبدیل ہو گا؛ بالخصوص متعلقہ مسجد میں، جہاں نمازیوں میں طلبہ کا ایک بڑا تناسب ہے۔

گلوبل ولیج دبئ

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۱۲ جمادی الاولی ۱۴۴۶ھ ۱۵ نومبر ۲۰۲۴ء

کل شام ایک میسوری دوست نے گلوبل ولیج دبئ کی سیر کرائی، یہاں تمام راستوں کی منزل شیخ زاید ہے، سو یہ انوکھی دنیا بھی اسی روڈ پر جلوہ ریز ہے، اس تفریح گاہ کا بنیادی تصور یہ ہے کہ دنیا بھر کی ثقافت، خصوصیات، شناخت، کھانے اور دیگر تمدنی دلچسپیاں مناسب نمائندگی کے ساتھ ایک جگہ پر فراہم ہو جائیں؛ حتی کہ اگر کسی دور افتادہ شہری کو اپنے وطن کی کسی عرفیت سے آسودہ ہونا منظور ہو تو وہ یہاں چلا آئے، دبئ جیسے ملک کو زیب دیتا ہے کہ وہ ایک عالمی بستی قائم کرے کہ اس کے آنگن میں دو سو سے زائد وطنی نسبتیں خیمہ زن ہیں۔

یہ تماشا خانہ عجوبہ روزگار ہے، اس میں تفنن و تنوع کے تمام تصورات کو

مجسم کر دیا گیا ہے، ایشیائی ملکوں کی نمائندگی مستقل ہے؛ جب کہ امریکہ، یورپ اور افریقہ کو براعظم کی اکائی میں نمایاں کیا گیا ہے، پھر ملکوں اور براعظموں کے عالیشان قلعوں میں متعلقہ ممالک کے مخصوص بازار، ثقافتی پلیٹ فارم اور ریسٹورنٹ ہیں، نمائش کے انتخاب میں معروف اور خاص اشیا کا اہتمام بہ طور خاص کیا گیا ہے، مثال کے طور پر ہم یمنی پویلین گئے تو وہاں شہد کی دوکانیں زیادہ تھیں، بعض دوکانوں میں چالیس سے زائد انوع موجود تھیں اور قیمتوں کی رینج ایک ہزار انڈین روپے سے پچاس ہزار فی کلو تک بتائی گئی۔

ملکوں کے عالیشان خیموں کے علاوہ یہاں اور بھی بہت کچھ ہے، دیو ہیکل شاپنگ سینٹر اپنے متعلقات سمیت اس کی ایک ہلکی شاخ میں سمٹ آئیں گے، خورد ونوش کا بھی ایک حشر برپا ہے، دنیا بھر کے تمام کھانے، فاسٹ فوڈ، مشروبات اور ہر گوشۂ عالم کی لذتِ دہن دست یاب ہے، کھیل، ریاضت اور پر خطر کرتب کا بھی ایک باب ہے، جہاں ایڈوانچر نے ناظرین کی سانسیں روکی ہوئی تھیں، درمیان میں جھیل بھی بنائی گئی ہے اور بوٹنگ کا نظم ہے، اس پانی نے خوشنمائی میں چار چاند لگائے ہیں، روشنیوں کی یہ دنیا ایک خواب کے جیسی معلوم ہوتی ہے، شعاع افگن چکاچوند تاب نظارہ کو آزمائش میں ڈال دیتی ہے۔

احاطے کے درمیان مبینہ فنون لطیفہ مرکز ہے، وہاں عربی رقص وسرود جاری تھا، ہم ہندی نژاد ایسی صورت میں مخمصے کا شکار ہوتے ہیں اور اس ایقان کے

لیے تکلف اٹھانا پڑتا ہے کہ عربی گانے، حروف حلقیہ کی صوتیات اور دستار و جبے کا رقص بھی گناہ ہے، پرفارمنس اسٹیج کی محاذات میں دوسرے کنارے پر عین نفسی نفسی کے بیچ وسیع مسجد بھی موجود ہے، جس میں ابن آدم اور بنت حوا دونوں کے لیے نماز کا انتظام ہے اور پر لطف یہ کہ جس طرح رقص کا اسٹیڈیم معمور ہے اسی طرح مسجد بھی خوب آباد ہے، یہاں چوں کہ ہر شے منظم ہے؛ اس لیے گناہ بھی منظم ہوا، آپ یہاں گناہ کی پلاننگ کر سکتے ہیں، ترتیب کے ساتھ دونوں بندوبست ہیں، مشہور شعر:

شب کو مے خوب سی پی صبح کو توبہ کر لی
رند کے رند رہے ہاتھ سے جنت نہ گئی

یہاں اپنے پورے معانی کے ساتھ منطبق ہے۔

❍❖❍

شارجہ کا معرکۃ الآرا کتب میلہ

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۱۳ جمادی الاولی ۱۴۴۶ھ ۱۶ نومبر ۲۰۲۴ء

کل شارجہ کا عالمی شہرت یافتہ بین الاقوامی سالانہ کتب میلہ دیکھا، برسوں سے اس کا ذکر حسرت کی سماعت سے سنتا آرہا تھا، حسن اتفاق کہ اس کے

انعقاد کا مقررہ وقت جاری ہے اور میں بالکل جوار میں فروکش ہوں، کل اس بازار حسن وشوق کا رخ کیا۔

دبئی میں ہفت اقلیم نظر آتے ہیں، بس عرب نہیں ملتے، بک فیئر میں صورت حال بر عکس تھی، نوے فی صد سے زیادہ عرب تھے، خواتین اور دوشیزائیں بھاری اکثریت میں تھیں، صنف نازک کا بیشتر ہجوم میلے کی مد میں تھا، کتب والا جزو نمائشی حیثیت میں محسوس ہوتا تھا؛ تاہم بنات حوا کی ایک تعداد کتابوں کی ورق گردانی اور خریداری میں بھی محو پائی گئی، یہ منظر خوشگوار حیرت والا تھا۔

رسمی اعداد وشمار کے مطابق یہاں ایک سو بارہ ملکوں اور ڈھائی ہزار ناشرین کی نمائندگی ہے؛ لیکن ہر سو عرب چھائے ہوے ہیں، میلے کے طواف میں آپ کو عربوں کا تناسب دیر ہضم محسوس ہوگا کہ خاک وخون میں محصور ہو کر بھی یہ قوم مدرسے میں ناقابل تسخیر ہے، مجھے انگریزی لٹریچر کی رینج کا علم نہیں؛ مگر گذشتہ شام کتابوں کی جو عربی راہداریاں دیکھی ہیں وہ حد تصور سے بھی قدرے آگے تھیں۔

قدیم کتابیں، مراجع ومصادر، ان کے نوع بہ نوع نسخے، عروسی لباس کی طرح آراستہ جلدیں، طلائی، زرد اور سبز رنگوں میں نہال زرق برق سیٹ، کلیدی کتابوں کی یادگار شروحات، نئے حواشی اور متعلقات، نادر کتابوں کی طباعتیں،

نامعلوم پرانی کتابوں کے نظارے، شنیدہ رعنائیوں کی دیدہ تصویریں، نئی طبع آزمائی کے انبوہ، انوکھے موضوعات، نو دریافت مضامین، جدید لٹریچر کا سیلاب، دین و دنیا؛ دونوں سے متعلق ہر ممکنہ موضوع سخن کے جلوے؛ غرض بحر علم، یا صحرائے عشق یا گلشن حسن کا لامحدود سی شان والا سلسلۂ کوہ قائم تھا۔

ایک دن کیا ایک ماہ بھی سیری کے لیے کوتاہ ہے؛ ہم کتنا چلتے اور کتنا دیکھتے اور پڑھتے، آخر توانائی ختم ہوگئی، انرجی کمک لازم ہوگئی، ٹوٹے دل اور تشنہ کامی کے جلو میں میلے سے باہر آئے، مولانا شفیق الرحمن خان جو آج کے میزبان تھے ان کو دستیابی کی اطلاع دی اور ان کے منتخب کردہ ریسٹورنٹ مطعم نجمہ کراچی میں پناہ گزین ہوے۔

بہت اچھا ہوا کہ خاکسار نے یہ میلہ دوہزار چوبیس میں دیکھا؛ جب کہ لیلائے کتاب سے وصال کا برقی متبادل دریافت ہوگیا ہے، ورنہ یہ وقتی رونمائی اور میلے کی نقاب کشائی مجھ جیسے طالب علم کے لیے جان لیوا تھی، ہم اس خیال سے زندہ بچ نکلے کہ موبائل ہے، لیپ ٹاپ ہے، پی ڈی ایف ہے، آرکائیو ہے اور کافی کچھ ہے، حسی ہم آغوشی نہ سہی کہربائی دیدہ بوسی تو ہمہ وقت میسر ہے!

شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا سچا قصہ

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۱۸ جمادی الاولی ۱۴۴۶ھ ۲۱ نومبر ۲۰۲۴ء

حافظ ذہبی سیر اعلام النبلاء میں نقل کرتے ہیں کہ شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ بغداد میں زیر تعلیم تھے، ان کی والدہ جیلان سے خرچ روانہ کرنے کا اہتمام کرتی تھیں، ایک وقت گرانی کا دور دورہ ہوا اور شیخ کو سخت ترین تنگی درپیش ہوئی، جب کئی روز فاقے میں گذر گئے تو بازار کا رخ کیا کہ گرے پڑے باقیات سے پیٹ سیدھی کریں؛ لیکن وہاں فقرا پہلے ہی پہنچ گئے تھے، حیا مانع ہوئی، کھڑے رہنے کی طاقت نہیں تھی، ایک مسجد میں جا کر بیٹھ گئے۔

مایوس کن صورت حال تھی، ان کے بقول موت کا گمان ہو چلا تھا، اسی اثنا میں ایک جوان روٹی اور بھنا گوشت لیے آیا اور سامنے بیٹھ کر کھانے لگا، اس وقت اضطراب واضطرار کا یہ عالم تھا کہ جب وہ روٹی کھاتا تو ان کا منھ بے اختیار کھل جاتا، نوجوان کو احساس ہو گیا اور اس نے کھانے کے لیے بلایا، ابتدا میں انھوں نے معذرت کی؛ مگر اصرار پر بقدر ضرورت تناول کیا۔

اجنبی نے مصروفیت اور وطن کے بارے میں دریافت کیا، انھوں نے بتایا کہ طالب علم ہوں اور جیلان کا رہائشی ہوں، اس نے چونک کر کہا کہ میں بھی

فہرست

جیلان سے ہوں اور یہ بتاؤ کہ جیلان کے کسی عبد القادر نامی جوان کو جانتے ہو، جو ابو عبد اللہ صومعی کا پوتا ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ وہ میں ہی ہوں، یہ سن کا اس کا چہرہ اتر گیا، کہنے لگا بھائی آپ کی والدہ نے آٹھ دینار دیے تھے، میں نے آپ کو بہت تلاش کیا؛ تا آں کہ تین روز قبل میرا نفقہ ختم ہو گیا اور آج چوتھے روز جان بچانے کے لیے یہ کھانا تمہارے ہی پیسوں سے خریدا، اب بشاشت سے کھاؤ، دستر خوان کے مالک تم ہو۔

یہ قصہ راہ علم میں قربانی، جفاکشی اور ریاضت کی ترجمانی کرتا ہے، پیران پیر بھی ان مراحل سے گذرے جو سچے، پاک دامن، یکسو طالب علم کو پیش آتے ہیں؛ مگر بریلوی برادران ان کی زندگی کے اس دور کو بھی جس طرح پر اسرار، ماورا اور خلائی رنگ دیتے ہیں وہ ایک متوازی سیرت ہے، ہمارے قصے میں وہ بندۂ خدا ہیں؛ جب کہ بریلوی لٹریچر میں اس کا مضاف ساقط ہو جاتا ہے اور وہ خدا کی طرح نمایاں کیے جاتے ہیں۔

شیعوں نے جو کتابیات تیار کی ہیں وہ تو اسلام کا پورے معانی میں متوازی بیانیہ ہے؛ مگر بریلوی برادران کی دریافتوں نے بھی بہت حد تک مستقل دین تشکیل دیا ہے، یہ دیکھ کر خرافات کے خلاف سخت گیر دیوبندی رجحان کو سلام بنتا ہے، بے شک اعتدال بہت عمدہ راہ ہے؛ مگر من گھڑت روایات کے خلاف متشدد نمائندگی بھی ناگزیر ہے، ہمارے یہاں اس کی آخری مثال استاذ گرامی حضرت

مفتی سعید احمد پالنپوری رحمۃ اللہ علیہ تھے، صدیوں کے لیے مبعوث مذہب کے لیے لازمی ہے کہ اس کی نگہبانی اور پاسبانی سمجھوتوں سے والا اور بالا ہو۔

❍❖❍

سماجی مساوات کی ہندو تحریک

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۲۲ جمادی الاولی ۱۴۴۶ھ ۲۵ نومبر ۲۰۲۴ء

اس وقت وطنِ عزیز کا ایک معروف شرک آئی کون جارحانہ دھارمک یاترا پر ہے، اس یاترا کے دو مرکزی ہدف نمایاں کیے گئے ہیں، مبینہ ہندو راشٹر کی مانگ کے ساتھ ذات پات کا خاتمہ دوسرا علانیہ مدعا ہے، معلوم ہے کہ ہندو سماج کی تشکیل اونچ نیچ پر قائم اور منحصر ہے، اس کے بغیر ہندو معاشرے کے روایتی خدوخال متصور نہیں، تو یہ تحریک بھی مساوات کے پس پردہ مسلم دشمنی کی دعوت ہے؛ لیکن بہ ہر حال وہ اسلام دشمنی میں اپنے اساسی تصور، مذہبی کتابوں کی واضح ہدایت، صدیوں پرانی روایت، علاقائی شناخت، قومی وراثت اور دھارمک سنسکرتی یعنی اونچ نیچ پر نظر ثانی کے لیے متحد ہو رہے ہیں۔

دوسری طرف اسلام کے فرزندان کو اصرار ہے کہ اونچ نیچ ایک اسلامی تصور ہے اور اس کا عمل میں رہنا اسلام کے مطلوبہ معاشرے کے لیے ناگزیر ہے،

انسانی مساوات ان معاشرتی مصلحتوں کے منافی ہے جو اسلام نے متعارف کرائی ہیں، ان کے مطابق اگر آپ اسلام کا آئیڈیل سماج دیکھنا چاہتے ہیں تو برادریوں کے تفاوت کو برقرار رکھیں۔

خیر! ایک سید صاحب میرے قدیم شناسا ہیں، بی جے پی عہد سے قبل وہ دہلی میں بزم آرا تھے، بڑا جلوہ تھا، نیو فرینڈس کالونی میں ان کا آفس بھی اس وقت کی میڈم یعنی سونیا گاندھی کا ایک ورچوئل آفس بنا ہوا تھا، وزارت درجے کی فائلیں بھی وہاں زیر گردش ہوتی تھیں، پھر نئی ہوا کا رخ دیکھ کر دبئی منتقل ہو گئے، وہ میری دبئی زیارت لسٹ میں خاص تھے، آدمی نابغہ روزگار ہے، ایسی لیاقتیں کم دیکھنے میں آئی ہیں، اردو داں ہے، مذہبیات کا بھی بے ہنگم مطالعہ کر لیا ہے، مجھے دیکھتے ہی مذہبی بحثیں چھیڑ دیتا ہے۔

ملاقات اس کے گھر پر ہوئی، کسی بادشاہ کا محل معلوم ہوتا تھا، اس نے ہال کی دیو ہیکل اسکرین پر صوفی کلام سنوایا، یہ ہے میکدہ والی غزل کسی پاکستانی گلوکار نے بہت پر اثر انداز میں پیش کی ہے، ترنم میں کلاکاری کے ساتھ کلام میں بھی فن کاری دکھائی ہے، اختتام پر میں نے عرض کیا کہ اس البم کا ابتدائی حصہ جگر مراد آبادی کی مشہور غزل پر مبنی ہے؛ لیکن بعد کا اضافہ کسی شیعہ شاعر کا ہے، میں نے یہ بھی کہا کہ زبان و سخن میں شیعہ بہت آگے ہیں۔

سید صاحب نے میری یہ شیعہ والی بات پکڑ لی اور کہنے لگے کہ شیعہ

اسمارٹ ہیں اور ہم سنی بے وقوف ہیں، ان کی سب سے عمدہ بات یہ ہے کہ انھوں نے غیر سید کو قبول ہی نہیں کیا، وہ سب خالص النسب سید ہیں، ان کی خاندانی خوبیاں محفوظ ہیں، اس کے بر خلاف ہم نے ہر برادری کا اسلام قبول کر لیا، ہمارا پورا نظام خراب ہو گیا، ہر کس وناکس مسلمان بن گیا، غیر سید کو قبول ہی نہیں کرنا چاہیے تھا۔

یہ خیالات ہیں سید صاحب کے، ظاہر ہے کہ بحث ہوئی، بد مزگی ہوئی، تاویلیں ہوئیں اور پھر کھانے پر بیلنس کی سعی ہوئی؛ مگر تاریخ ایسی صلح کو نہیں مانتی، اس کی رپورٹ یہی ہو گی کہ جس وقت اونچ نیچ کے موجد ہندو برہمن، ہندو سماج میں مساوات کی دعوت پھیلا رہے تھے، اس وقت مساوات کے علم بردار یہ افسوس کر رہے تھے کہ انھوں نے دائرۂ اسلام میں غیر سید کو قبول ہی کیوں کیا!

چند ماہ قبل ناچیز نے ایک وقتی تاثر میں سماجی تفریق پر کچھ لکھ دیا تھا، جو اونچ نیچ کے حامیوں کو ناگوار گذرا تھا اور بعض اپنے بھی صف آرا ہو گئے تھے، اس وقت طے کیا تھا کہ اس زخم سے تغافل ہی واحد آپشن ہے، علاج ممکن نہیں، سعی لاحاصل ہے؛ بل کہ مزید مہلک ہے؛ لیکن بھاگیشور پنڈت کے ہاتھوں اسلام کے خوبصورت تصور کو ہائی جیک ہوتا دیکھ کر وہی سطریں بے اختیار پھر زیر قلم آگئیں، زمانے کی نیرنگی بھی کس درجہ دل چسپ ہے کہ سادھو مولوی کی زبان بول رہا ہے اور مولوی سادھو کی اور تبدیل شدہ جعلی پیرہن کے ادعا میں دونوں ہی دروغ گو، بے حیا اور ڈھیٹ ہیں!

قیامت کی دستک

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۲۸ جمادی الاولی ۱۴۴۶ھ یکم دسمبر ۲۰۲۴ء

غزہ خاک وخون نے شیعہ سنی خلیج کم کر دی تھی، سعودی ولی عہد کی تازہ سفارتی وسیاسی سلسلہ جنبانی حیران کن تھی؛ کیوں کہ مملکت کے آباواجداد شیعی عزائم پر ہمیشہ بیدار، دور اندیش اور محتاط رہے تھے؛ حتی کہ وہ دوسرے آپشن کی غلامی تک گئے، اب شام کی تازہ صورت حال نے ممکنہ سیاسی اتحاد کے باب کو بند کر دیا ہے اور شاید تا ظہور مہدی بند ہی رہے۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے اس قیاس میں بہت قوت ہے کہ امت کی داخلی برائیاں پورے طور پر حضرت مہدی ہی دور فرمائیں گے، شیعہ اختلاف داخلی بھی ہے اور خارجی بھی، سو شیعہ توبہ بھی انھیں کے دور میں رونما ہوگی، اس وقت تک مقابلہ سہ رخی ہی رہے گا۔

ملک شام قدیم الایام سے رزم گاہ رہا ہے، جہاں بانی کے ہر کردار نے اسے لالہ زار کیا ہے، یہ کیسے ممکن تھا کہ علامات قیامت جھلکیاں بکھیریں، حشر کا دریچہ متواتر پلکیں جھپکائے اور ارض محشر خاموش ہو؟ حضرت علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق ہے کہ ملاحم ملک شام واطراف میں ہوں گے، سوچو! ہمارے

فہرست

پرانے بزرگ روایات کی تطبیق میں کس درجہ سرگرداں رہے ہوں گے؟ آخر ملک شام عالمی جنگوں اور اقوام کے قتل وذبح کا میزبان کیسے ہو گا؟ لیکن ٹھیک آج دیکھ لو! اپنے پرائے، سنی شیعہ، یہودی مسیحی اور مسلم، غرض! ہے کوئی قابل ذکر طاقت، مذہب، فکر اور نظریہ جو ملک شام پر آستیں چڑھانے کے لیے تیار نہ ہو!

ارشاد باری ہے کہ بعض مرتبہ منفی چیزیں مثبت رنگ لاتی ہیں اور اس کا برعکس بھی ہے، وہ ظلم کی تہہ سے عدل کی لہریں اٹھا سکتا ہے، اسرائیل نے اگر بشار الاسد، حزب اللہ اور ایران کو ہلکان نہ کیا ہوتا تو حلب سرپرائز ممکن نہ تھا، تازہ شامی لہر دفعتہ نہیں ہے، روس نفسی نفسی کے عالم میں سود وزیاں تول رہا ہے، ایران کو درپردہ محاذ سوٹ کرتا ہے اور اس طرز جنگ کا عہد تمام ہوا، راست معرکہ جو کھم بھی ہے اور اتحاد ملت پیرہن کے لیے پر خطر بھی، یوں شامیوں کی پیش قدمی بڑی حد تک اسرائیل کی چوطرفہ حماقتوں کی رہین احسان ہے۔

بشار کی گذشتہ بال بال بچنے کی کہانی حزب اللہ جنگجوؤں نے رقم کی تھی، زمین پر وہی تھے، آسمانی سرپرستی کا کردار روس نبھا رہا تھا، روسی طاقت اپنے ذاتی مورچے پر گئی اور وہیں مطلوب ٹھہری؛ جب کہ حزب کے لڑاکے اسرائیلی محاذ کے لیے لبنان گئے تھے اور واپس نہیں آئے، الٰہی! تیری نیرنگیاں بھی کیا ہی خوب ہیں! ہم اسرائیل کے شکر گزار بھی نہیں اور وہ سہولت کاری بھی کر گیا۔

میری ذاتی رائے ہے کہ اللہ تعالی ایران کو توبہ کی توفیق دے گا، شاید وہ

ہمارے مہدی کے ہاتھ پر بیعت کرے، موجودہ منظر نامہ ایران کی چو طرفہ ہزیمت ہے، اس کی بساط کا سب سے بڑا مہرہ پٹ چکا ہے، بشار اسی لائن پر ہے، ٹرمپ کی بسم اللہ ایران کی تکیل سے ہوگی اور وہ ایران کو خود کشی کی حد تک تنگ کرے گا، اگر ایران حماس کی پشت پناہی میں مخلص تھا اور اسے اقصی حمایت کا خراج دینا پڑا ہے تو اللہ کوئی سبیل پیدا کرے گا۔

ملک شام میں ملحمہ کی صورت حال ہے، روس بھی دست بردار نہیں ہوگا، امریکہ اور یورپ کو اسلام پسندوں سے خطرہ ہے، وہ بھی تماشا نزدیکی سے دیکھیں گے، عرب ممالک پھونک پھونک کر قدم اٹھاتے ہیں؛ کیوں کہ شامی اتحاد میں اخوانی بھی ہیں، دراصل چالیس مختلف افکار وخیالات کی جماعتوں کا یہ شامی اتحاد تمام عالمی طاقتوں کی عداوت انگیزی کے لیے پوری گنجائش رکھتا ہے، اس وقت ملک شام پر کوئی بھی طاقت بمباری کر سکتی ہے، اتحادی جماعتوں میں ہر ایک کے حملے کی وجہ جواز موجود ہے، وہ بھی اقوام متحدہ کی سند توثیق کے ساتھ۔

اسرائیلی حساب کتاب یہ ہے کہ بشار دفع ہو اور ایران کی سپلائی لائن ٹوٹے، دمشق قصر صدارت ایرانی ایجنٹ سے خالی ہو، پھر لبنان بھی بے ضرر ہوگا اور حماس بھی، شام میں یا تو خانہ جنگی رہے، یا اگر نئی حکومت آئے تو سعودی عرب اور ترکی وغیرہ کی مدد سے سمجھوتہ ہو جائے، کسی بھی صورت ایران کی راہیں مسدود ہوں، ابھی کچھ کہنا قبل از وقت ہے، حزب اور ایران جان کی بازی تک

بھی جاسکتے ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ جدید جوش کام یاب ہو جائے، واللہ اعلم!

❍❖❍

شامی سنیوں کے گیسوئے پُرخم

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۲۹ جمادی الاولی ۱۴۴۶ھ ۲ دسمبر ۲۰۲۴ء

میرا خیال تھا کہ شامی سرپرائز ہمارے لیے پیچیدہ ہے، اسرائیل کے ذہن میں تو منظر سادہ اور صاف ہو گا؛ مگر یروشلم پوسٹ کی ایک رپورٹ میں اسرائیل کی بعینہ بے بسی دیکھ کر حیرت ہوئی، صہیونی مفکرین بھی یکساں اندھیرے میں ہیں اور واچ اینڈ ویٹ تک محدود ہیں، اسی قسم کی صورت حال کو حدیث میں فتنہ کہا گیا ہے، ہم تو تانک جھانک سے کام نکال ہی رہے تھے کہ اسرائیلی بھی ٹارچ گھماتے پائے گئے۔

امریکہ اور اسرائیل سوچتے ہیں کہ بشار الاسد کے ساتھ ایرانی عمل دخل سیریا سے چلا جائے گا، نئے لوگ ایران مخالف ہیں ان سے مفاہمت کر لیں گے، اتنے میں دیکھتے ہیں کہ شامی اتحاد میں تو القاعدہ بھی ایک اہم پارٹنر ہے، ھیئۃ تحریر الشام دراصل القاعدہ ہی ہے، بس یہ چیز امریکی ذائقہ خراب کر دیتی ہے، اخوان کی بھاری نمائندگی عرب ممالک کے لیے ڈراؤنا خواب ہے، اخوان کا تعدیہ

ان کا زوال جو ہے۔

شامی احرار بہت سے معانی میں طالبان کا عرب نسخہ ہیں، مزید یہ کہ بشار نے کیمیکل ہتھیار بھی رکھے ہیں، اگر یہ سب ذخائر ان جماعتوں کی رسائی میں آگئے تو آگے کے اندازے نہایت دلچسپ ہوں گے، افغانستان تو دنگل سے دور واقع ہوا؛ اس لیے ان کا لطف متعدی نہیں ہوا، اس کے برعکس یہاں سب سے مزیدار دنگل بالکل جوار میں ہے۔

آئندہ صورت حال میں میاں طیب اردگان کی تمام دس انگلیاں گھی میں ہیں، چوں کہ یہ اتحاد جہادی تناظر سے ہے؛ اس لیے اردگان کو خوب موافق آئے گا، اخوانی تو وہ خود ہیں، باقی وہابیوں کو بھی وہ پسند کرتے ہیں، بیشتر جہادی گروہ سے ان کی مناسبت ہے، اگر یہ ذہن دمشق میں مستحکم ہو گیا تو اردگان جو کہ سپر پاور ہیں ڈبل سپر پاور ہوں گے۔

❍❖❍

راہِ عمل کی تجویز

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

یکم جمادی الاخری ۱۴۴۶ھ ۳؍دسمبر ۲۰۲۴ء

مجلس سربراہ بنیادی طور پر انقلابی لیڈر ہیں، اس رنگ کے قائدین جذباتی

ہوتے ہیں، قوم یہ طے کرے کہ اسے حکمت عملی اور دور اندیشی پر مبنی تعمیری سیاست کرنی ہے یا ردعمل کی غیر سنجیدہ انفعالی سیاست، اس ضمن میں فیصلہ لینے سے قبل مخالف فرقہ پرست رجحان کو تولنا ضروری ہے، اگر بی جے پی کا عفریت ایک بار پھر قابض ہو جائے اور اپوزیشن پورے طور پر اپاہج ہو جائے تو اویسی آپشن فطری آپشن کے طور پر از خود ابھر آئے گا، مجلس کی موجودہ حیثیت کا سہرا بھی بھاجپا عروج کے نام ہے، ہندو فرقہ پرست سیاست کے عروج کا ردعمل مسلم فرقہ پرست سیاست کی لہر کی شکل میں رونما ہوا ہے۔

ملت کو درپیش نوع بہ نوع چیلنجز کے مطالعے سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ سیاست کی بندوق تو ہمیں سیکولر کاندھے پر ہی رکھنی چاہیے؛ کیوں کہ گیم کلی طور پر نمبرات پر منحصر ہے اور ہمارے پاس مطلوبہ نمبرات موجود نہیں ہیں، جیت کی صورت میں سیکولر عناصر کے ساتھ مجموعی طور پر قوم بھی فیض یاب ہوگی، مغربی بنگال، کرناٹک، تلنگانہ، تمل ناڈو اور کیرل وغیرہ اس کی کھلی نشانی ہیں، آپ کی جارح مسلم فرقہ پرست سیاست سے یہ تمام موجودہ سہولیات اور امکانی کامیابیاں داؤ پر لگتی ہیں اور ملی سیاست کی ناکامی یا غیر مؤثر ہونا یقینی، حتمی اور لازمی ہے۔

سیکولر سیاست کے ساتھ ملی اور مذہبی محاذ ہماری دوسری ضرورت ہے، سکھوں کی طرح ہمیں ایک بہادر، دلیر اور جرأت مند تحریک کی ضرورت ہے، ہمارے ساتھ جو ہو رہا ہے وہ ہرگز قابل تعجب نہیں، بزدلوں کے ساتھ یہی ہوتا

آیا ہے، یہ مورچہ اس لیے ناگزیر ہے کہ مسلمانوں سے مذہبی چھیڑ خانیاں جاری رہیں گی، اس سے بحث نہیں کہ مرکز میں کس کی حکومت ہے، ہمارے نزاع کے عوامل تاریخی ہیں، کیسی ہی معتدل سرکار آجائے گڑے مردے برابر اکھاڑے جائیں گے، یہ سلسلہ اسی وقت بند ہوگا جب فتنہ پردازوں کو یقین ہو جائے کہ راکھ میں انگارے ہیں، ہاتھ ڈالیں گے تو خاکستر ہو جائیں گے، یہ پیغام کیسے تخلیق ہوگا اور فرقہ پرست عوام تک کیسے پہنچے گا سب کو معلوم ہے۔

اویسی صاحب کی بات پر ہنگامہ سمجھ سے باہر ہے، دو مخالف رجحان کے نمائندوں میں کشاکشی کیا عجب ہے؟ یہاں ایک رجحان کے نمائندے ہی ایک رائے نہیں ہو پاتے، لوگ اختلاف ختم کرنے کی باتیں کرتے ہیں، اہل حق میں کبھی اتفاق ہوا ہے؟ خیر القرون تک کا جائزہ لے لو! اختلاف انسان کی افتاد ہے، یہ جرثومہ خالق نے بہ طور خاص رکھا ہے، اختلاف کرۂ ارض سے شروع ہو کر، ملک، ریاست، ضلع، شہر، محلہ، قوم، ادارہ اور تنظیم سے گذرتے ہوئے گھر تک پہنچا ہوا ہے، اختلاف کے رہتے ہوئے راہ عمل نکالنا راز زندگی ہے، اختلاف ختم ہونے کا انتظار کرنا تعلیق بالمحال ہے، اہل حق میں نہ کبھی اتفاق ہوا اور نہ ہوگا، اختلاف تھا، اختلاف ہے اور اختلاف رہے گا!

شامی اکھاڑا

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۵ جمادی الاخری ۱۴۴۶ھ ۷ دسمبر ۲۰۲۴ء

اس حد تک تصویر صاف ہوگئی ہے کہ کمان سلفیوں اور وہابیوں کے ہاتھوں میں ہے، گو کہ دیگر افکار کی نمائندگی بھی قابل لحاظ ہے، سلفیوں کی کم زوری یہ ہے کہ وہ اپنے غالی ذہن کی رو میں بہہ جاتے ہیں اور خوارج کا پیرہن اوڑھ لیتے ہیں، محمد بن عبد الوہاب کی مثال مخفی نہیں، یہ چہرہ تصور امت کے لیے خوف ناک ہے۔

تاہم جس تنظیم سے ان کی وابستگی تھی، وہ طالبان کے شانہ بشانہ رہی ہے اور سلفی نسبت کے باوجود وہ مسلک میں معتدل رہے، امت کے مفاد نے قدرے مختلف الفکر افراد کو متحد رکھا تھا، دوسرے جہاد کی عملی شمولیت امت کے آفاقی تصور کو قریب کرتی ہے، مجاہد اسلام کی وسعتوں میں سوچتا ہے، ذیلی چیلنجز کو دل پر نہیں لیتا۔

یہ پہلی بار نہیں ہے کہ امریکہ مجاہدین کی مدد کر رہا ہے، سہولت کاری کے ذریعے یا لاتعلق رہ کر، وہ اس سے قبل کھل کر ان افراد کی جنگی مدد کر چکا ہے جو مخلص مجاہد تھے، کسی کے لیے استعمال ہونا اس وقت حمق ہے جب اپنا الو سیدھا نہ

ہو، اگر مستعمل عنصر بھی اپنا کام نکالنے میں کامیاب ہو جائے تو زیادہ اسمارٹ وہی ہے اور بڑا کردار بجائے خود مستعمل قرار پاتا ہے۔

قرب قیامت رومیوں کے ساتھ اتحاد کا جو مضمون وارد ہے وہ بھی اسی قبیل سے ہے، روسی بلاک مراد ہو یا امریکی بلاک وہ اپنے مفاد کے لیے ہمیں گھسیٹے گا، چوں کہ امت کے پاس آپشن نہیں ہو گا تو وہ بھی علم اٹھالے گی، جنگ کی گرد جھاڑنے کے بعد امت کو معلوم ہو گا کہ ابھی نصف کام ہوا ہے، باقی نصف اسے اکیلے کرنا ہے، پھر یہ مہا گٹھ بندھن والے نیا ملحمہ سجائیں گے اور اب خالص مذہبی جنگ ہو گی۔

مقامی لوگ اپنے کوائف کو زیادہ بہتر سمجھتے ہیں، ہر سو وائرل مناظر میں فاتحین کا والہانہ استقبال ہوا ہے، ہر مفتوح شہر کے باشندوں کی خوشی دیدنی ہے، ایک دہائی سے زیادہ عرصے کے بعد ملک شام میں مسرت واپس آئی ہے، عوام فرش راہ بھی ہے اور سر بسجود بھی، جبری صورت حال مختلف ہوتی ہے، لوگ دروازے بند کر لیتے ہیں، یہاں دروازے بھی کھلے ہیں اور دل بھی۔

قتل عام، سفاکی، خوں ریزی، ظلم، حقوق کی پامالی اور جبر میں ہٹلر کے بعد دوسرا مقام بشار الاسد کا ہے، نیتن یاہو ہنوز نمبر تین ہے، میں نے بشار کے دست راست، ماموں زاد بھائی، رامی مخلوف کا تازہ ویڈیو دیکھا، جس میں وہ اپنے فوجیوں کے درمیان پچاس ارب شامی لیرہ تقسیم کرنے کا وعدہ کر رہا ہے، اس کے چہرے

پر اعتماد کے خدوخال ندارد تھے اور وہ جے شاہ کے ڈگمگاتے لب ولہجے میں بول رہا تھا؛ مگر میری حمیت اس وقت جواب دے گئی جب اس نے اللہ کا اور اللہ کی قوت کا ذکر کیا اور اپنے سیاہ کردار کو بھی اللہ تعالی کی مدد ورحمت کا عکس ٹھہرایا، اس سے بڑا دور فتنہ کیا ہوگا کہ اللہ کے سب سے بڑے دشمن بھی معصوموں کو خاک وخون میں آلودہ کرتے ہوئے اللہ اکبر کہہ رہے ہیں!

اس میں شک نہیں کہ تازہ فتوحات نے شیعہ سنی کش مکش کو نیا ایندھن فراہم کر دیا ہے؛ مگر یہ عداوت قدیم روایت ہے، اس میں بڑی جواب دہی شیعہ بلاک کی ہے، خاص بات یہ ہے کہ اس علاقے میں شیعہ مسلح تنظیموں کی بھرمار ہے؛ جب کہ سنی میدان بالکل خالی تھا، اس عروج سے توازن آئے گا اور توازن ہی امن کی ضمانت ہے، اس کی بالکل امید نہیں کہ تجربات کی بھٹی میں نکھر کر آنے والے سنی اسلحہ بردار مسلکی فتنے کو ہوا دیں، ہاں یہ ہوگا کہ وہ بشاریوں کو عام معافی دیں اور نصیریوں سمیت تمام روافض سے درگذر کریں۔

وَنَرَاهُ قَرِيبًا

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۶ جمادی الاخری ۱۴۴۶ھ ۸ دسمبر ۲۰۲۴ء

سرپرائز جدید تہذیب کی خاص دریافت ہے، مغرب نے اسے ایک فیشن کا رتبہ دیا ہے، نئی معاشرت کی کتنی ہی شوخیاں اور بودوباش کی کتنی ہی رنگینیاں سرپرائز فلسفے کی راہ سے رونما ہوتی ہیں؛ لیکن یہ باب در اصل رب کائنات کی خاص سنت ہے، آج اس نے ملک شام میں تمام اندازوں کو باطل کر دیا اور بندوں کو بتایا کہ سرپرائز کے مالک ہم ہیں، قرآن کریم اس کی تعبیر **بغتة** اور **وهم لا يشعرون** سے کرتا ہے، عذاب میں تو ناگہانی والی بات سمجھ میں آتی ہے اور ہم اس کا مشاہدہ کرتے ہیں؛ مگر وہ قیامت کے لیے بھی یہی تعبیر استعمال کرتا ہے؛ حالاں کہ قیامت سے پہلے تو علامات کا ایک سلسلہ ہے، اس کی شان ہے کہ وہ نشانیوں والی تباہی کو بھی سرپرائز کی صورت دیتا ہے۔

سن چھ ہجری کے حادثے میں صحابہ کی نگاہیں مکہ مکرمہ پر تھیں، صلح کی منظوری ہوئی تو صحابہ دل برداشتہ تھے؛ لیکن رب الحکمت کا انتخاب خیبر تھا، یہاں سے وہ برکت پھوٹی کہ دو سال میں قریش زیر ہو گئے اور یہ ترتیب ہزار نعمت ثابت ہوئی، اس وقت اسلامیان عالم کے دل غزہ میں ہیں، وہ آسمان کو دیکھتے ہیں تو

فہرست⬆

صرف غزہ کے لیے؛ مگر آج دنیا یہ دیکھ کر دنگ رہ گئی کہ آسمانی ترتیب میں ملک شام مقدم ہے اور غزہ مؤخر، برکت ملک شام کی پیشانی کا جھومر ہے، قرآن نے جہاں ملک شام کا ذکر کیا برکت کا عنوان ہم رشتہ رکھا، خیبر سے مکہ کی زمانی میعاد دو سال تھی، ان شاء اللہ دمشق اور اقصی کے مابین فاصلہ اس سے زائد نہیں ہو گا۔

آج دن بھر کچھ نہیں کیا، صرف دمشق ویڈیوز دیکھے، ان ویڈیوز میں کیا نہیں ہے؟ انسان کا ماضی ہے قریب بھی اور بعید بھی، ان میں حال ہے اور وہ بھی تازہ بہ تازہ، ان میں مستقبل بھی ہے، دور آخر کے سلسلے کی بہت سی کڑیاں دشوار فہم تھیں، خاص واقعات کی سرزمین پر سرکاریں مستحکم ہیں، ہوائیں بھی اجازت کی خواست گار ہوتی ہیں، علم بردارِ انقلاب کی راہ کیسے استوار ہو گی؟ آج کی ویڈیوز نے یہ اشکال ختم کر دیا، دس روز قبل جب یہ نکلے تھے تو اسے احمقانہ چھلانگ سمجھا گیا تھا، میرا اولین تاثر یہ تھا کہ امریکہ کی جنگ لڑنے کا یہ وقت درست نہیں، روس بھاری پڑ جائے گا؛ لیکن یہ اندازہ غلط تھا، امت مسلمہ مواخذہ سے آگے بڑھ گئی ہے، جو برکتیں ان کی صف اول نے انھیں علاقوں میں دیکھی تھیں، اب وہی برکتیں ان کے آخری جانشینوں کو دکھائی جائیں گی، ایک وقت قیصر و کسری صحابہ کے سامنے تارِ عنکبوت ثابت ہوے تھے، آج کا شیطان وارثین صحابہ کے طوفان میں غبار کاریزہ بن کر بے نشان ہوا ہے۔

اسرائیل کو ایران کے ایٹم بم سے مسئلہ ہے، وہ ایران کو دور رکھنے کے

لیے دمشق فاتحین سے لاتعلق رہا، اس کے اپنے دفاعی تجزیے ہیں، ایک وقت تک اس کی قیاس آرائی صحیح القبلہ ثابت ہوگی، فاتحین کو بھی وقت لینا چاہیے، رسول اللہ ﷺ بدترین دشمن سے صلح کرسکتے ہیں تو آپ کے لیے اس کے دکھاوے سے بیر کس لیے؟ امریکہ اور اسرائیل کو ایران سے الجھنے دو، آپ گذشتہ سات سال سے خاموش تھے، مزید کچھ وقت خاموش رہو، فریقین کی ماندگی کا انتظار کرو، اس وقت پر نظر رکھو جب آپ کی توانائی میں یہی ابال آجائے اور اقدام کریں تو القدس کی مسافت دس دن سے زائد ثابت نہ ہو اور ایٹم بم سے بچاؤ کی پلاننگ کرنے والے دستی اسلحے کے سیلاب میں خس وخاشاک کی طرح بہہ جائیں۔

ہم جن نشانیوں کے منتظر ہیں، ان کی ایک بڑی تمہید آج قائم ہوگئی، گویا استقبالیہ فراہم ہوگیا، ظلم کے خاتمے کا ناقوس گونج اٹھا، آخری معرکوں کے بعض کردار نمایاں ہوگئے، اہم جزو سے متعلق افراد کو نشانِ راہ مل گیا، آہنی پنجہ کچھ نہیں ہوتا، ہر پیکر تصویر کا پیرہن کاغذی ہوتا ہے، ذرا ہوا تند ہوجائے تو پاش پاش ہوجاتا ہے، ظہور کی سرزمین پرندوں کی نقل وحرکت پر بھی حاوی ہے؛ مگر آج کے نظارے نے مستقبل قریب کے شکم سے جھانک رہے ہنگامے کی چغلی کھالی ہے، خلق وامر کے جلوے کی دیری ہے، سسٹم کی رکاوٹیں کچھ نہیں، ترتیبات کی تبدیلی فقط دس روز لیتی ہے۔

فہرست

متعہ: حرمت خداوندی پر دیوثوں کا شب خون

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۸ جمادی الاخری ۱۴۴۶ھ ۱۰ دسمبر ۲۰۲۴ء

ننگ انسانیت شیعی متعہ کی ترجمانی کرنے والے گائے کے پیشاب اور گوبر کے قصیدہ خوانوں سے بھی گئے گذرے ہیں، کل کسی "شیعہ عالم نما" کی ویڈیو نظر سے گذری، جس میں وہ متعہ کے فضائل پر سراپا ڈھیٹ بنا ہوا تھا، اس کے نزدیک زنا سے بچاؤ کا آسان طریقہ متعہ ہے، یہ اس کی اوقات کی کہتری ہے؛ کیوں کہ امریکی نسخہ یعنی "لیوان ریلیشن شپ" تو متعہ سے بھی آسان ہے، رسول اللہ ﷺ کی صداقت اور اعجاز پر جان قربان! آپ فرما گئے ہیں کہ آخری دور میں گناہوں کے نام بدل دیے جائیں گے۔

"شرم گاہ" اللہ رب العزت کی خاص غیرت ہے، حضرت سعد بن عبادہ نے اس ضمن میں غیرت کا مظاہرہ کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالی سعد بن عبادہ سے زیادہ غیرت مند ہے، شرم گاہ کے غلط استعمال کو اس نے بغاوت کا درجہ دیا ہے، رجم کی سزا اس کا ثبوت ہے، وہ اس باب کی تعدی کو معاشرے کا سب سے سنگین فساد قرار دیتا ہے، بدکاری کو وہ انسانی نسل کے لیے بنایے گئے شاندار پلان کی رکاوٹ اور خلل کے طور پر دیکھتا ہے، اس کے نزدیک

فہرست

زانی شخص پاکیزہ سماج کی بود و باش کے لیے نااہل ہو جاتا ہے۔

اللہ کے یہاں حلال چیزوں میں طلاق سب سے ناپسندیدہ عمل ہے، آپ ہیں کہ طلاق کو نکاح سے چسپاں کر رہے ہیں، مجلس نکاح میں طلاق کو یقینی بنا رہے ہیں، جو چیز "پوسٹ پیڈ" بھی مذموم تھی آپ نے اسے "پری پیڈ" بنا دیا، مذہب تو کجا! تم تو روایتی معاشروں سے بھی گر گئے ہو، ہندوستانی غیر مسلم معاشرہ بھی ماسوائے نکاح تعلق کو ذلیل سمجھتا ہے، تم نے اپنے دین کو بے دین معاشروں کی روایات سے بھی کو تاہ کر لیا، تم کتنے بے حیا ہو، لیو ان ریلیشن والے بھی اس کو گنجائش کی حیثیت میں لیتے ہیں، ان کے نزدیک بھی پہلا درجہ نکاح کا ہے؛ مگر تمھاری قحبہ گری ثواب اور نیکی کے پیرہن میں آئی ہے، تم پلیدی پر رفع درجات کی بات کرتے ہو، بے شک تم ننگے ہو جاؤ، برہنگی مچاؤ؛ مگر پہلے اسلام سے براءت کا اعلان کرو۔

اندام نہانی بہت ہی حساس عضو ہے، یہ خدائی نشانیوں کا بہت بڑا عنوان ہے، جنسی ملاقات انسانی تصرفات میں آخری درجہ کا نازک، حساس، دور رس اور اہم ترین تصرف ہے، جنسی ملاقات کرنے والے فریقین میں جزئیت پیدا ہو جاتی ہے، دونوں کا ڈی این اے ایک ہو جاتا ہے، قرآن نے اسے اَفۡضٰی بَعۡضُکُمۡ اِلٰی بَعۡضٍ کی معجزانہ تعبیر دی ہے، تم کہتے ہو کہ دو اجنبی ایک ساعت کے لیے علامتی کارروائی سے گذر کر یہ تعلق قائم کر لیں اور پھر ہمیشہ کے لیے اپنی اپنی راہ لیں،

دیوثی پیشہ کمینو! تم نے متعہ جیسے ننگ وعار کو متعارف کرا کر اللہ کی حرمت کو پامال کیا ہے، اس کی حدود کو روندا ہے، اس کی غیرت کو مجروح کیا ہے، اس کی بنائی ہوئی سب سے حساس چیز کو سامان تجارت بنایا ہے، اس کی امانت کی نیلامی کی ہے، تم اللہ کی نظر میں بدترین مخلوق ہو، تم اسلام کے مجرم ہو کہ تم نے اس کے حسین چہرے پر متعہ کی کالک لگانے کی سعی کی، تم انسانیت کے بھی مجرم ہو کہ اس کی پاکیزہ روایات کو آلودہ کرتے ہو۔

بنگلور کی تہذیب

نمک خوار بنگلور:

محمد فہیم الدین بجنوری

۱۱ دسمبر ۲۰۲۴ء

بنگلور میں قضائے حاجت کے لیے باہر جانے کا کنایہ رائج ہے، بیت الخلاء جانے کو باہر جانا کہتے ہیں، در اصل مہذب دنیا اس بشری ضرورت کی تعبیر سے پریشان ہے، اردو میں یہ تصور پاخانے سے شروع ہو کر بیت الخلاء وغیرہ مختلف ناموں سے گذرتے ہوئے طہارت خانے کی تہذیب پر خیمہ زن ہے، عربی میں مرحاض کہلانے والی جگہ حمام وغیرہ القاب سے ہوتے ہوے دورۃ المیاہ تک آئی

ہے، اب تہذیب کی باگ انگریز کے ہاتھ میں ہے تو وہ بھی آئے دن تبدیلی کرتے ہیں، ٹوائلیٹ سے آغاز پانے والے سلسلے نے کئی پہلو بدلے، واش روم خوب مقبول ہوا؛ لیکن وہی بات کہ معنی کی آلودگی لفظ کو بھی متعفن کر دیتی ہے، یوں تہذیب جدید نے فی الحال ریسٹ روم پر سانس لیا ہے۔

اس تفصیل سے آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ بنگلور کی تہذیب سب پر فائق ہے اور اس تعبیر کی ایجاد میں انھوں نے سب کو آؤٹ کلاس کر دیا، اس میں حیا ہے اور نفاست ولطافت بھی، پھر یہ باہر والی تعبیر حقیقی تناظر رکھتی ہے، میرے بچپن میں گاؤں میں ایک جانب گھر ہوتا تھا اور دور کہیں آخری گوشے میں بیت الخلاء ہوتی تھی، ”کم پروفائل چور“ پیتل کے لوٹے چرا لیتے تھے، بعد میں پلاسٹک کے لوٹے آئے تو طہارت خانوں میں امن وامان قائم ہوا، آپ بتائیں! رہائش کے باہر موجود طہارت خانے کی وزٹ کو باہر جانا نہیں کہیں گے تو اور کیا کہیں گے ؟

پھر مزید پیچھے جائیں تو قضائے حاجت کا آپشن ہی جنگل تھا، بنگلور والوں کا بیت الخلاء کے لیے باہر کا لفظ استعمال کرنا کس درجہ اصیل اور پر لطف ہے! ایک صاحب نے بیان کیا کہ شمال سے کوئی حضرت بنگلور وارد ہوے، رہائش گاہ پہنچے تو رات ہو گئی تھی، میزبان نے پہلا سوال یہی کیا کہ حضرت باہر جائیں گے ؟ انھوں نے نفی میں جواب دیا؛ مگر سوال کی چبھن ہوئی کہ رات میں مجھے باہر کیوں بھیج رہا تھا! قدرے توقف کے بعد حضرت کو رفع حاجت کا تقاضا ہوا، میزبان چہکا کہ میں

نے تو پہلے ہی دریافت کیا تھا، خاکسار کی سسرال بنگلور ہے، میرے نکاح کو بیس سال ہو رہے ہیں، آج بھی جب اہلیہ کہتی ہے کہ باہر گئی تھی تو چکمہ کھا جاتا ہوں، یہ سمجھنے میں کچھ وقت جاتا ہے کہ وہ اندر ہی باہر گئی تھی۔

مناسبت سے یاد آیا کہ ناچیز حضرت مولانا حکیم محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سابق استاذ و ناظم تعلیمات دارالعلوم دیوبند کی خدمت میں تھا، مطب کا وقت تھا، ایک زیرِ علاج طالب علم کے ساتھ مشغول تھے، حضرت نے پوچھا بخار کیسا ہے؟ اس نے کہا کم ہے، حضرت پریشان ہوے، چہرہ متغیر ہو گیا، ان کو مکمل صحت یابی کی توقع تھی، حضرت علاج تبدیل کرنے والے تھے کہ میں نے توقف کی درخواست کی اور مریض سے پوچھا کہ آپ بنگلور کے ہیں؟ اس کا جواب اثبات میں تھا، میں نے عرض کیا حضرت یہ ٹھیک ہو گیا ہے، بنگلور میں بیماری ختم ہونے کو کم ہونا کہتے ہیں، بس حضرت لوٹ پوٹ ہو گئے۔

❍❖❍

ناممکن الوقوع خواب کی تعبیر

تاثرات: محمد فہیم الدین بجنوری

۱۱ جمادی الاخری ۱۴۴۶ھ ۱۳ دسمبر ۲۰۲۴ء

وہ مائل بہ کرم ہو تو حیران کر دیتا ہے، ملک شام کی تبدیلی معجزانہ ہے،

ہنوز ایک خواب سا ہے، ابلیس کا دفاع تار عنکبوت ثابت ہوا، خوف کے ہیولے چھٹ گئے، حفاظتی فصیلیں گر گئیں، پشتینی گھر ڈھ گئے، مدد گار زمینیں متزلزل ہو گئیں، سرپرستوں کا اعتماد پاش پاش ہو گیا، آقاؤں نے تماشا بنی اختیار کی، فتح مکہ کی یاد تازہ ہو گئی، قریش سے متعدد دشوار گزار مقابلے ہوے؛ لیکن فتح کا وقت آیا تو چھپر پھٹا، محمد رسول اللہ ﷺ کی پیش قدمی کا کوئی چیلنج نہیں تھا، ان کے فدا کار بھی سالہا سال بشار شیطان سے محاذ آرا رہے؛ لیکن جب وقت آیا تو ان کو بھی فتح دمشق میں کوئی مزاحمت نہیں ملی، فتح مکہ بھی ربانی سوغات تھی، فتح دمشق بھی خدائی تحفہ ہے۔

شامی انقلاب کی بسم اللہ قیدیوں کی رہائی سے ہوئی ہے، جو بابرکت عمل ہے اور عند اللہ مقبول و محبوب ہے، یہ نیک فال ہے، ان شاء اللہ برکتوں والی سرزمین سے خوش گوار اور مزے دار خبریں ہی آئیں گی، ادبار کی آندھی گذر گئی، اقبال کی باد نسیم اجازت چاہتی ہے، پت جھڑ کی داستانیں قصۂ ماضی ہوئیں، گل باری کی تاریخ رقم ہونے کو ہے، مادی برکتوں سے مالا مال ارض شام اب اسلام کی برکتوں سے بھی سرشار ہو گی، دفاعی و عسکری پیغامات کی طرح دینی و مذہبی سطح پر بھی قابلِ رشک خبریں نمایاں ہوں گی۔

شامی مسلمان چودہ سال مجسم ماتم تھے، اس دوران شامی گھروں میں عید نہیں آئی، چودہ سال اجتماعی غم کے تھے، ماتم کدہ ہر طرح سے دل گیر تھا، آٹھ

دسمبر کا سورج عید کی نوید لایا ہے، اس روز وہ خوشی میں بے خود ہوے، اس درجہ سرشار کیوں نہ ہوتے کہ اٹھائیس عیدوں کی مسرتوں کا بندھ ٹوٹا تھا، کتنے حساب برابر ہوے تھے، انھیں "الأسد للأبد" کے بت کو "وتنزع الملک ممن تشاء" کے سامنے ریزہ ریزہ ہونے کے مناظر کو انجوائے کرنا تھا، وہ عالم کیف میں ہیں، وہ محو مسرت ہیں، دمشق کی خوشیوں نے مضافات کو ہلا دیا ہے، شاید وہ مقبروں میں مدفون شامیوں کو بتانا چاہتے ہیں کہ شام آزاد ہو گیا ہے، تمھاری حسرت بعد از مرگ ہی سہی پوری ہوئی، تابِ نظارہ ہو تو دیکھ لو تمھارے سجائے ہوے ناممکن خواب کی تعبیر دمشق کی فضاؤں کو مخمور کر رہی ہے۔

❍❖❍

دھندلی تصویر کے چند واضح خدوخال

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۱۲ جمادی الاخری ۱۴۴۶ھ ۱۴ دسمبر ۲۰۲۴ء

عالمی دل چسپیوں کے درمیان ملک شام کی تصویر گو کہ ہنوز دھندلی ہے؛ مگر اس کے دو نقش روز اول سے واضح، روشن اور متعین ہیں، ایک یہ کہ شامی تبدیلی میں ہارنے والا فریق ایران ہے، دوسرے اس حسین، بابرکت اور محور کائنات سرزمین میں سنیوں کی واپسی ہو گئی ہے، اب ایران کے لیے ملک شام میں

کوئی کردار ممکن نہیں، مقامی شیعوں کی اپنی بساط تھی نہ آئندہ ہو سکتی ہے، برسر پیکار گروپ متحد ہوں یا متفرق؛ ملک بہ ہر صورت سنیوں کی طالع آزمائی اور طبع آزمائی تک محدود ہو گا۔

جس طرح ایران کی صورت میں شکست خوردہ فریق صاف و متعین ہے، اسی طرح اس پوری قواعد میں فی الحال نیتن یاہو سب سے بڑا فاتح ہے، اس نے حزب اللہ کو نیم جان کر کے شمالی اسرائیل کا خطرہ دور کیا، حزب کی کم زوری کا نتیجہ بشار کے سقوط کی شکل میں رونما ہوا اور ایران بے دست و پا ہو گیا، اسرائیل نے عدم استحکام کا فائدہ اٹھاتے ہوے ملک شام کا عسکری ساز و سامان خاکستر کر دیا، یوں نیتن یاہو نے بہ ظاہر وہ سب کچھ حاصل کر لیا جو وہ چاہتا تھا؛ لیکن عربی کہاوت: مِنْ مَأمَنِهِ يُؤتَى الحَذِرُ کے مطابق اسرائیل کو حتمی سرپرائز یہی فاتحین دیں گے۔

انسانی تاریخ نے پہلی بار دیکھا کہ ایک ملک نے دوسرے ملک کی فوجی طاقت کو جنگ کے بغیر ہی تباہ کر دیا، دشمن ملک نے بمباری کے تمام ارمان نکالے اور دوسرا فریق خاموش رہا، یا یہ کہ دوسرا فریق موجود ہی نہیں تھا، میڈیا میں وائرل تصاویر کے مطابق اسرائیل نے کیمیکل اسلحہ سمیت بری، بحری اور فضائی؛ ہر سہ قسم کے عسکری بازوؤں کو مفلوج کر دیا ہے، اس صورت حال کی ایک تشریح یہ ہے کہ فاتحین اور اسرائیل کے درمیان مفاہمت ہے؛ لیکن یہ بدیہی طور

پر بچکانہ استنتاج ہے، دو انتہا پسند نظریات کے مابین اعتماد واعتبار کی بات وہم کے سوا کچھ نہیں، دوسری ممکنہ توضیح یہ ہے کہ نئے مالکین کو بڑے دشمن سے محاذ آرائی کے لیے وقت درکار ہے، یہ اسمارٹ سوچ ہے، اسرائیل کو میسج چلا گیا کہ ایرانی زخم ہماری ترجیح ہیں اور آپ کا جنگی قبلہ بھی ایران ہی ہے؛ لہٰذا دونوں فریق یکسو رہ سکتے ہیں۔

اسرائیل نے پچھتر سالوں میں کلمۂ دفاع کو محور بنایا ہے، غزہ قتل عام دفاع ہے، حزب پر لشکر کشی دفاع ہے، اسد کے دور میں شام پر سیکڑوں فضائی حملے دفاع تھے اور اب سیریا کے بفر زون پر عارضی قبضہ (جو کہ دائمی نیت سے کیا گیا ہے) بھی ناگزیر دفاع کے صیغے میں گیا، غرض! نیتن یاہو نے بزعم خود تمام سراخ بند کر دیے ہیں، یہ تناظر محمد بن عبد اللہ المہدی کی دستک ہے، ناقابل تسخیر طاقت کی تسخیر کے لیے ناقابل تسخیر طاقت ہی درکار ہے، ابو محمد جولانی کی شامی کرامت عالمی کرشمے کی تمہید ہے، ٹریلر ہی نے عالم اسلام کو سرشار کیا ہوا ہے، اصل کہانی کا رنگ ومزہ یقیناً دیدنی ہوگا۔

آثار مہدی

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۱۳ جمادی الاخری ۱۴۴۶ھ ۱۵ دسمبر ۲۰۲۴ء

مہدی تجسس کو اسرائیل کے عروج سے تحریک ملی ہے، غزہ قتل عام اور بالکل کھلے عام نے یہ ثابت کیا کہ دنیا یک قطبی ہے اور محور اسرائیل ہے، آج کا سپر پاور یہود ہے، امریکہ، روس اور چین اس باب میں دوسرے پائیدان پر ہیں، آپ نے نہیں دیکھا کہ اسرائیل سال بھر ملک شام کو ہدف بناتا رہا؛ جب کہ بشار کا ملک روس کے کنٹریکٹ میں تھا، اسرائیلی حملے روس کی آبروریزی کے مترادف تھے، روس کا بت بنے رہنا بے غیرتی نہیں، اسرائیل کے ڈر کا مظہر تھا، اسرائیل نے روس کی عزت کو نیلام کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی؛ مگر یورپ وامریکہ کو للکارنے والے روس کو اسرائیل کے تصور میں سانپ سونگھ جاتا ہے۔

سال بھر امریکہ سمیت پوری دنیا غزہ کے لیے اسرائیل سے رحم کی بھیک مانگتی رہی، غزہ کا خون پینے کے بعد بھی اس نے عالمی گزارشیں کوڑے دان میں ڈال رکھی ہیں، اسرائیل کی طاقت کا یہ آخری مظہر ہے کہ اس کا قتل عام بھی دنیا کے لیے نارمل ہو گیا ہے، روزانہ اوسطا سو معصوم آج بھی شہید ہو رہے ہیں؛ مگر ذرائع ابلاغ میں ذکر تک نہیں، کیا کسی نے سوچا تھا کہ ناحق خوں ریزی بھی روز

فہرست⬆

مرہ کی معمولی ڈائری بن جائے گی؟ جی ہاں اسے کہتے ہیں دبدبہ، رعب، طاقت، یہ اسرائیل کی دنیا ہے، آپ یہودیوں کی رعیت ہیں، اقوام عالم کے مالک یروشلم میں ہیں۔

اسرائیل کے اس ہوش ربا عروج میں مہدی کی آہٹ پنہاں ہے؛ کیوں کہ اللہ رب العزت نے ہم سے دو جداگانہ مواقع پر یہ کہہ رکھا ہے کہ ذلت وخواری قوم یہود کے ماتھے کی مہر ہے، جہاں رہیں گے ذلیل اور مقہور ہوں گے، اس قومی تقدیر کو قرآن نے ایک عارضی استثناء دیا ہے اور پچھتر سالہ اقتدار بہت ہوتا ہے، یہ وقتی استثنا مزید دراز نہیں ہو سکتا، ایک تیسری جگہ ارشاد باری ہے کہ ہم تمھیں ایک آخری موقع دیں گے، دینی لحاذ سے اللہ تعالی کو مردود قوم سے کوئی ہمدردی نہیں؛ لیکن وہ دنیا عروج وزوال کے اصول پر چلاتا ہے؛ اس لیے ہولوکاسٹ کے بعد ایک باری عطا ہوئی، اس نے پیشگی اشارہ دیا کہ تم اس آخری مہلت میں سرکشی کی نئی مثال قائم کروگے اور اس وقت ہم تمھاری بیخ کنی کریں گے اور تمھیں عبرت بنائیں گے۔

اسرائیل کو آخری عروج مل چکا، اس سے آگے عروج کا کوئی تصور ہے نہ ماضی میں نظیر، اب خدائی عذاب کی باری ہے، اسرائیل ایک عالمی وجود ہے، اس کا سقوط عالم کو تہہ وبالا کرے گا، بہ ظاہرِ اسباب ممکن نہیں کہ عام قوتیں اس میں سرخ رو ہوں، اس کے لیے غیبی کمک اور عالمی رعب کی حامل قیادت درکار ہے،

رسول اللہ ﷺ کو جو امتیاز عطا ہوے تھے، ان میں دور رس رعب خاص تھا، ان کے آخری خلیفہ کو یہ وصف نمایاں صورت میں بخشا جائے گا اور محمد بن عبد اللہ المہدی کا رعب فاتح عالم ہو گا، اسرائیلی ورلڈ آرڈر پاش پاش ہو گا اور مہدی ورلڈ آرڈر اس کی جگہ لے گا، وَنُرِيدُ أَن نَّمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ (القصص:۵) کا جلوہ ایک بار پھر رونما ہو گا۔

امت میں مجدد پیدا ہوتے رہے اور اسلام کے چہرے کی ضوبر قرار رہی، ان کے تجدیدی کارنامے عالم گیر اثر رکھتے تھے، دارالعلوم اور اس کی شخصیات نے بھی کئی تجدیدی کردار ادا کیے، اب عالمی سطح کے مجددین کا خانہ خالی چل رہا ہے، سیاسی میدان تو صفر تھا ہی، دینی دائرہ بھی متواتر حالتِ انتظار میں ہے، امت کا ہمہ جہت فساد ہمہ جہت اصلاح کی راہ دیکھ رہا ہے، فتنوں کے دور میں عسکری وانقلابی شخصیات بھی مشکوک ہو گئی ہیں، حق اور باطل میں فرق کے پیمانے نارسا ثابت ہو رہے ہیں، اسلام پسندوں کے جھنڈے اختلاف کا شکار ہیں، خلافت کے شعار ونعرے جدا جدا ہیں، دودھ میں جلی امت چھاچھ کے سامنے محتاط ہے، تاریک شب میں آگے کی راہ بے نشان وپر خطر ہو گئی ہے، یہ حالت چودہ سو سال قبل پیش آئی تھی تو ارض مکہ سے سراج منیر چمکا تھا، آج بھی شمع وہیں فروزاں ہو گی تو اندھیرے شکست کھائیں گے۔

فہرست

تصور کی طاقت

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۱۴ جمادی الاخری ۱۴۴۶ھ ۱۶ دسمبر ۲۰۲۴ء

میں "ہائٹ فوبیا" کا بیمار ہوں، معمولی بلندی سے بھی نیچے نہیں دیکھ سکتا، کسی کے اسکائی کرتب کی بھی تاب نہیں، مجرد فوٹو دیکھ کر میری ٹانگیں کانپنے لگتی ہیں، دبئی مول پر کچھ فضائی سرگرمی ہے، زائرین اسے خوب انجوائے کرتے ہیں، میرے رفیق کو اس میں دل چسپی ہوئی، وہ اس کی تفصیلات میں گیا، ٹکٹ بھی مہنگا ہے، ناچیز نے اس کو یہ کہہ کر وہاں سے ہٹایا کہ اگر یہ برعکس مجھے ادائیگی کریں تب بھی تیار نہیں اور تمھیں بھی اجازت نہیں دے سکتا، اس ایڈونچر کے بعد تم میرے لیے بھوت بن جاؤ گے۔

مجھے بلندی سے گرنے کا وہم ہوتا ہے، دو منزلہ گھر کی بالکونی پر نہیں آسکتا، پاؤں کی لرزش بے قابو ہو جاتی ہے، صابر بھائی اور راقم سطور کے درمیان فاصلاتی سسرال، قدر مشترک ہے، انھوں نے ہریانہ سے آکر بنگلور میں شادی کی اور میں نے یہی خطرہ بجنور سے چل کر مول لیا، صابر بھائی اب دبئی میں شاد و آباد ہیں، ان کا فلیٹ برج خلیفہ کے محاذات میں ہے، درمیان میں طویل خلیج ہے، جس کا بہتا پانی مصنوعی روشنیوں میں رواں سونے اور چاندی کا تخیل پیدا کرتا ہے اور

فہرست⬆

دبئی کی کشش کو قیامت خیز بناتا ہے، یہ خلیج اور اس کے دونوں طرف بل کھاتی عمارتیں، آسمان سے محو سرگوشی ٹاور اور لہراتی روشنیاں دبئی کی جان ہیں۔

ایک روز صابر بھائی گھر لے گئے، ان کا فلیٹ بہت اوپر ہے، سامنے برج خلیفہ بالکل منہ پر مسکراتا ہے، فلیٹ کے ہال اور ایک روم سے نظارے کا مزہ لے سکتے ہیں اور یہ ہم کر بھی رہے تھے کہ انھوں نے ایک کمرے کی بالکونی میں طلب کیا، یہ بالکونی خلیج کے بہتے پانی پر جھانکتی ہے، نظارہ دیدنی تھا؛ مگر میرا ہائٹ فوبیا فعال ہو گیا، میزبان کا اصرار اور مہمان کی کمزوری برسرپیکار رہے، آخرش ہم نے اس حسن یار عب کو اس طرح انجوائے کیا کہ ایک پاؤں بالکونی میں رکھا اور دوسرا بدستور کمرے میں تھا، میں اس دھڑکے پر قابو نہیں پا سکا کہ بالکونی گر جائے گی، اس تماشے کے دوران اختلاج قلب برقرار رہا جو میزبان کے لیے سامان حیرت و تعجب تھا۔

ایک دفعہ میں بمبئی جا رہا تھا اور ٹیک آف کے وقت، ساعتِ موعود کے وظائف پڑھ رہا تھا، میرے دائیں طرف ایک سکھ بیٹھا ہوا تھا، فلائٹ نے پرواز بھری تو سردار نے میرا ہاتھ پکڑ لیا، استفسار پر کہنے لگا کہ برا نہ مانیں مجھے اونچائی سے ڈر لگتا ہے، آپ کچھ پڑھ رہے ہیں، میں بمبئی تک آپ کو پکڑے رہنا چاہتا ہوں، وہ منزل تک میرا ایک ہاتھ تھامے رہا، میں اسے یہ بتا کر مزید خوف زدہ کرنا نہیں چاہتا تھا کہ اس نے جس کا سہارا لیا ہے وہ زیادہ ڈرا ہوا ہے۔

فہرست⬆

میں ونڈو سیٹ سے گریز کرتا ہوں، کنارے کی سیٹ کو ترجیح دیتا ہوں، ہوائی سفر چوں کہ ناگزیر ہے، سو اونچائی فوبیا کا حل میں نے یہ نکالا ہے کہ باہر کی طرف بالکل نہیں دیکھتا، قوی مدرکہ اور جمیع حواس کو جہاز کے اندرونی کیبن تک محدود کر لیتا ہوں، اس پر اتنا دھیان صرف کرتا ہوں کہ پلین کا خیال دھندلا ہو جاتا ہے اور ایک بڑے ہال کا خاکہ جم جاتا ہے، یہ تصور کی طاقت ہے، رسول اللہ ﷺ نے آپ سے بس اسی کا مطالبہ کیا ہے، وہ بخاری کی روایت میں فرماتے ہیں کہ عبادت میں یہ خیال جماؤ کہ خدا کو دیکھ رہے ہو، بس دھیان لگانا ہے، توجہ صرف کرنی ہے، یہ سوچتے جاؤ کہ خدا کو دیکھ رہے ہو، ایک ریاضت کے بعد واقعی دیکھ لوگے، بلاشبہ تصور حیران کن وسیلہ ہے۔

❍❖❍

موسم سرما کی رنگینیاں

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۱۸ جمادی الاخری ۱۴۴۶ھ ۲۰ دسمبر ۲۰۲۴ء

اکلوتے بھتیجے کی شادی میں جملہ اقارب بنگلور جمع ہوے، بعض مجھے دیکھنا چاہتے تھے ان کی خوشی المضاعف ہوئی، وطن میں سرد خیمہ نصب ہو گیا ہے، چھوٹی بہن ریوڑی اور اس قبیل کے سرمائی خوردنی تحفے لائی تھی، موسم کی ہم آہنگی

نہ ہونے کی وجہ سے لطف نہیں آیا، ذائقے موسمی ہیں اور علاقائی بھی، یا پھر ذہنی وتخیلاتی، بنگلور میں مونگ پھلی ہوتی ہے؛ مگر بخدا! کبھی نہیں کھائی، یہاں مونگ پھلی کی بے حرمتی نے جذبات مجروح کیے۔

دارالمدرسین منتقل ہونے سے قبل، دس سردیاں محلہ بڑ ضیاء الحق، کھرل گلی دیوبند میں گزاریں، ہر شب دروازے پر کراری مونگ پھلی کی صدا لہراتی اور جمیع اہل خانہ مرتب ویکسو ہو جاتے، اسے دانہ خوری کے قضیے کی طرح دیکھنا کم نظری ہے، مونگ پھلی سے شادکام ہونا ایک روایت، تہذیب اور تاریخ ہے، اس کے جادو کو اس طرح بھی سمجھ سکتے ہیں کہ صفائی پرست خاتون خانہ بھی اس فنکشن میں برابر حصہ لیتی ہے؛ جب کہ یہ جشن کچرے کے انبار پر منتج ہوتا ہے۔

کچرے سے یاد آیا کہ سالوں قبل دہلی سے دیوبند کے عزم پر پیسنجر ٹرین کا آپشن لیا، سردی شباب پر تھی، ٹرین ابھی خالی ہوئی تھی اور نئے مسافروں کا خیر مقدم کر رہی تھی، میں اندر گیا تو ٹرین کی سیٹیں غائب تھی، پیش رو سیاحوں نے "مونگ پھلی پارٹی" شراب وشباب کے رنگ میں کی تھی، ہوش وحواس میں تو چھلکے نیچے ڈالے جاتے ہیں، یہاں وہ سیٹوں کے کھردرے قالین کا نظارہ پیش کر رہے تھے، من جملۂ خاصان مونگ پھلی ہونے کی بنا پر ناگواری نہیں ہوئی اور اس کچرے کو بھی راستے بھر انجوائے کیا، "مونگ پھلی ذوق" کا حساس پہلو یہ ہے کہ

بند اور ثابت مونگ پھلی ہی لی جائے، چھلا ہوا دانہ خریدنا، بدعت سیئہ، بد تہذیبی، نارسائی اور اس باب کے رنگ و کیف پر شب خون مارنے کے مترادف ہے۔

بچپن کی سردی زیادہ پر لطف تھی، آثار نمایاں ہوتے ہی چارپائیوں کا ریلیس منٹ ہوتا، ایک کمرے میں پرال بچھائی جاتی، پورے موسم وہی ایک خواب گاہ ٹھہرتی، ہم سب بہن بھائی ماں کے ساتھ اسی کمرے میں سوتے، والدہ کی عدم موجودگی میں بستر پر کرتب کرتے، قلابازیاں کھاتے، اچھل کود مچاتے، اس ریاضت میں پرال بکھر جاتی تو مار بھی کھاتے، وہ نیند بھرپور، گہری، سیر حاصل، شیریں اور گھوڑے بیچ نیند تھی، اب وہ خوابیدگی کہاں!

میں معین مدرسی کے بعد بنگلور آگیا تھا اور چھ سال یہیں برسر تدریس رہا، میرا ایک دوست میرے ترکِ وطن پر رنجیدہ تھا، وہ تجویزیں وضع کرتا، فلاں مدرسے میں پڑھالو، فلاں ادارے والے فرش راہ ہیں، یہاں آجاؤ وہاں آجاؤ، میں دوران گفتگو بنگلور کے موسم کا ذکر کرتا، ایک روز اس کا ضبط ٹوٹ گیا اور اس نے راست کہا کہ تو بدنصیب ہے، یہ سردی اور گرمی بھی نصیب والوں کو ملتی ہے، میں نے اس درجے احساس برتری کی مثال نہیں دیکھی، اس کے اعتماد نے مجھے ایک لمحے کے لیے یوٹرن پر آمادہ کردیا تھا، آج بھی اس کا لب ولہجہ یاد آتا ہے تو لاشعور کی بازگشت یہی دہراتی ہے کہ تو برگشتہ قسمت ہے اور وطن کی سردی بختاوروں کا تحفہ ہے۔

فہرست

ایران ملحمۂ کبری کا پہلا پڑاؤ

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۱۸ جمادی الاخری ۱۴۴۶ھ ۲۰ دسمبر ۲۰۲۴ء

موجودہ ورلڈ آرڈر کا محور دفاع اسرائیل ہے، اس نام پر ہونے والا قتل عام عین انسانیت ہے، دفاع اسرائیل جدید عالمی دستور کی وہ مقدس دفعہ ہے جس کی کوئی حد نہیں، ملکوں کی خود مختاری، جغرافیائی رکاوٹیں، بین الاقوامی مواثیق، عالمی عہد نامے اور ہر قسم کی سرخ لکیر دفاع اسرائیل کے سامنے کالعدم ہیں، دفاع اسرائیل کو ہر قانون میں استثنا حاصل ہے، وہ ملک شام کے اسلحہ خانے تباہ کر سکتا ہے، لبنان کا کس بل نکال سکتا ہے، یمن کو مفلوج کر سکتا ہے اور غزہ کو انسانی مقتل میں تبدیل کر سکتا ہے۔

ایران کو اسرائیل کا یہ بے لگام حق دفاع تسلیم نہیں، ایران کا ایمان یہ ہے کہ اسرائیل کی تخم ریزی، مغربی سرپرستی اور امریکہ کی گردونواح والی تمام جنگی مہم؛ یہ سب ایران کو مفلوج کرنے کے لیے ہیں، ایران میں خمینی انقلاب تکونی پالیسی پر استوار ہوا تھا، شیعی استعمار، اسرائیل امریکہ عداوت اور مشرق وسطی میں ایجنٹ پروری، ایران کی مذہبی قیادت نے ان تینوں پالیسیوں کے لیے موت کی بیعت کی تھی اور اب واقعی موت ہی کا وقت آگیا ہے، نائبین ختم ہو گئے،

حماس کی پالیسی "خذما صفا ودع ما کدر" پر مبنی تھی، اسماعیل ہانیہ کا تاریخی جملہ تا قیامت گونجتا رہے گا، انھوں نے کہا تھا: "من وقف معنا في الحق لا نقف معه في الباطل"، یہ ایران کی مسلکی دہشت گردی کا کنایہ تھا؛ مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ اب حماس کے پاس ایمان ہے اور حریف کا چھوڑا ہوا عسکری سامان یا مقتول کا سلب (مقتول کا ساز وسامان)، خارجی کمک کا آپشن ختم ہو گیا۔

اسرائیل کو ایران کے مولویانہ نظام حکومت سے مسئلہ نہیں ہے، وہ کسی بھی کٹر اسلامی مذہبی حکومت سے ہاتھ ملا سکتا ہے، بس وہ عقیدۂ دفاع اسرائیل کا قائل ہو یا اس کے لیے خطرہ نہ ہو، اسرائیل کو ایران کے نیوکلیئر پروگرام سے مسئلہ ہے، یہ پروگرام اسرائیل کے عالم گیر عقیدۂ دفاع کو چیلنج کرتا ہے، میرا خیال ہے اسرائیل ٹرمپ کے مذاکراتی چینل سے مطمئن نہیں ہو گا اور وہ نیوکلیئر پروگرام کو عسکری راہ سے نیست ونابود کرنے کی طرف جائے گا اور یہ اقدام ملحمۂ کبری کی چنگاری ثابت ہو گا۔

ایران کی طرف سے داغے گئے ایک سو اسی میزائل میں سے اسرائیلی اعتراف کے مطابق دس فی صد دفاع توڑنے میں کامیاب رہے اور ہدف تک پہنچے، اگر ان میں سے چند بھی ایٹم ہوتے تو اسرائیل قصۂ ماضی تھا، پھر اس وقت اسرائیل کے دفاعی میزائل قلت کا شکار ہو گئے تھے، اگر ایران پانچ سو میزائل مارتا تو غیر ایٹمی بھی اسرائیل پر بھاری پڑ جاتے، اسرائیل میں کامن ایمان ہے کہ

مشرق وسطی امن کے لیے ایران کی مکمل تباہی ناگزیر ہے۔

ایران کی موجودہ سیاسی لیڈر شپ بالخصوص صدر پزشکیاں خود سپردگی کے موڈ میں ہے، وہ بھی خلیجی ریاستوں کی طرح ڈالروں میں نہانا چاہتے ہیں، امریکہ بھی خیر مقدم کے لیے تیار ہے؛ مگر وہ کم از کم دو شرطیں منوائے گا، ایران بڑی رینج کے میزائل تباہ کرے، خاص طور پر بین البراعظمی بیلیسٹک میزائل، دوسرے ایٹمی پروگرام سے بالکلیہ دست بردار ہو، عسکری اور شہری دونوں طرح کی تنصیبات تباہ کرے، یعنی جاپانی اوتار اختیار کرے، پھر ایرانی حسبِ آرزو داد عیش دے سکتے ہیں۔

لیکن ایران کی مذہبی قیادت ہنوز جارحانہ ہے، خامنائی کے تیور تبدیل نہیں ہوے ہیں، خامنائی کی ترجیح شمالی کوریا فارمولا ہے، اس کی سوچ ہے کہ ایٹم بن گیا تو امریکہ اور اسرائیل سرنڈر ہوں گے، یہ قیاس معقول ہے؛ مگر ایٹم والی دہلی دور رہتے ہی جغرافیہ تبدیل ہو چکا ہو گا، مزید برآں شیعہ مذہبی قیادت کے اپنے اندازے ہیں، نیتن یاہو کے مسیح کی طرح، خامنائی کا بارہواں امام بھی اب تب میں ہے، پھر ہار کیوں مانیں؟ بس جنگ ایسے ہی عوامل پر بھڑک اٹھتی ہے، جنگ کوئی نہیں چاہتا؛ مگر فریقین خواہی نہ خواہی ادھر بڑھتے جاتے ہیں، ایران اگر ایٹمی توبہ نہیں کرتا تو اسرائیل تنہا بھی انتہائی قدم اٹھائے گا۔

میں شیعوں کی شیطنت اور اسلام کی پیٹھ میں پیوست رافضی خنجر دیکھتا

ہوں تو ایسا لگتا ہے کہ عرب ریاستوں کا اسرائیل سے معاہدہ کرنا ہی حدیث میں وارد رومی مصالحت ہے؛ کیوں کہ وہ رومیوں کے سرخیل صدر ٹرمپ نے کرایا تھا، اس میں تازہ اضافہ سنیوں کا ملک شام ہے اور تیسرا مشترکہ دشمن ایران ہے؛ کیوں کہ حدیث میں آیا ہے کہ تیسرے دشمن کو نمٹانے کے بعد عیسائی کہیں گے کہ صلیب کی فتح ہوئی اور اس پر مسلم فریق تلوار کھینچ لے گا، یہ منظر اسی وقت ممکن ہے جب تیسرا دشمن اسلام کا مدعی ہو، روسی اور امریکی بلاک تو صلیبی ہی ہیں، اگر مفتوح بھی صلیب ہو تو فتح صلیب طعنہ کیسے ہو سکتا ہے؟ اگر یہی سین تخلیق ہوتا ہے تو ایرانی بڑی تعداد میں یہودیت قبول کر لیں گے اور اس طرح دجال اکبر کے لیے اصفہان سے ستر ہزار یہودیوں کی حمایت والی پیشین گوئی متحقق ہو گی، واللہ اعلم!

❍❖❍

ایک اور ساقی فیاض کا دور تمام ہوا

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۲۰ جمادی الاخری ۱۴۴۶ھ ۲۲ دسمبر ۲۰۲۴ء

مے کدۂ قاسمی کی یہ روایت بھی دل چسپ ہے کہ غالباً ہر سال اس کے کسی ساقی کہنہ مشق کا "دورِ جام" آخری گردش کو پہنچ جاتا ہے، صحنِ دارالعلوم

سالانہ ایک شجرِ سایہ دار سے محروم ہو جاتا ہے، الوداعی سلسلے کی تازہ کڑی استاذ گرامی قدر حضرت علامہ قمر الدین علیہ کی رحلت ہے، گذشتہ دنوں آپ کی علالت اور مایوس کن نقاہت وائرل رہی، معالجین بھی دست بردار ہو گئے تھے؛ مگر رب العزت کی چارہ سازی اور دست گیری کا آپشن پھر بھی رہ جاتا ہے اور امیدوں کے لیے گنجائشیں حباب بنتی رہتی ہیں؛ لیکن آج صبح فیصلہ آگیا اور اگر مگر کا باب ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا۔

حضرت علامہ کو دو غیر معمولی سعادتیں مقدر ہوئیں اور آپ کے میزان عمل کو گراں بار کر گئیں: ایک یہ کہ دارالعلوم دیوبند میں آپ کا تقرر نسبتاً کم عمری میں ہوا اور پھر بڑی جماعتوں اور درجۂ علیا تک رسائی میں زیادہ عرصہ حائل نہیں رہا، ان دو وجوہ سے آپ کے خوشہ چینوں میں اصاغر و متوسطین کے ساتھ اکابر وقت بھی شامل ہیں، ابھی میری نظر سے حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کشمیری رکن شوری دارالعلوم دیوبند کی پوسٹ گذری، جس میں انھوں نے اپنے تلمذ کا تذکرہ فرمایا ہے، مجھے اس پر حیرت نہیں ہوئی، حیرت کا نصاب کئی سال قبل پورا ہو چکا تھا، جب میرے علم میں یہ بات آئی تھی کہ استاذ گرامی قدر حضرت مولانا نور عالم خلیل امینی رحمۃ اللہ علیہ بھی حضرت علامہ کے شاگرد تھے۔

حضرت امینی رحمۃ اللہ علیہ حضرت علامہ کے تعلق سے دو پر لطف قصے سناتے تھے، ایک تعلیمی اور دوسرا اقامتی، حضرت امینی کا میبذی کا درس حضرت علامہ

سے متعلق تھا، معلوم ہے کہ طلبہ میبذی بھاری دل سے پڑھتے ہیں، درس نظامی کی جو کتابیں نظر ثانی راڈار پر ہیں ان میں میبذی سر فہرست ہے، حضرت نے فرمایا کہ میں حاضر خدمت ہوا اور یہ عرضی رکھی کہ میبذی سے ساتھی ملول ورنجیدہ ہیں، بہتر ہے کہ اس کی جگہ کوئی اردو کتاب پڑھادی جائے، جیسے دینی تعلیم کا رسالہ۔

حضرت علامہ ناظم دارالاقامہ تھے، ایک مرتبہ انھوں نے حضرت امینی کو طلب کیا اور فرمایا کہ مولوی نور عالم! تمھارے نمبرات اعلی آئے ہیں، چھوٹے کمرے کا استحقاق ہو گیا ہے، اگر چاہو تو ایک سیٹ یا دو سیٹ والے کمرے میں منتقل ہو جاؤ، دارالعلوم میں چھوٹے کمرے مرغوب ومطلوب رہے ہیں، ہمارے زمانہ تعلیم میں بھی یہ رجحان تھا اور طلبہ جو کاوش داخلے کے لیے کرتے تھے، اسی درجے کی مشقیں کم سیٹ والے کمرے کے لیے بھی کر گذرتے تھے، حضرت امینی رحمۃ اللہ علیہ نے معذرت کر لی اور بدستور بڑے وازدحام وو والے کمرے میں رہائش کو ترجیح دی، عذر یہ بیان کیا کہ حضرت دس بارہ سیٹ والے کمرے میں تنقید وتبصرے کے لیے دوچار کردار مل جاتے ہیں، چھوٹے کمرے میں رائے زنی شغل کے لیے افراد کہاں سے لاؤں گا!

دونوں واقعات میں استاذ کی نرم خوئی، بہی خواہی اور رعایت دیکھیں اور شاگرد کی بے تکلفی، صاف گوئی اور شوخی بھی ملاحظہ کریں، یہ دونوں قصے حضرت

امینی کی پروفائل کا امتیاز نمایاں کرتے ہیں، ہم نے ان کو ظرافت، بذلہ سنجی اور فقروں و تبصروں کے بادشاہ کے روپ میں دیکھا؛ لیکن یہاں معلوم ہوا کہ باغ و بہار طبیعت نئی نہیں، قدیم الایام تھی، دارالعلوم میں ہمارے دو اساتذہ ذہانت و احساس کی مثال تھے، استاذ گرامی قدر حضرت مولانا ریاست علی بجنوری رحمۃ اللہ علیہ اور استاذ گرامی حضرت مولانا نور عالم خلیل امینی رحمۃ اللہ علیہ، دونوں کی نزدیکی، علمی امنگ، فکری جولانی اور طبعی نشاط کا سرچشمہ ہوا کرتی تھی۔

حضرت علامہ قمر الدین رحمۃ اللہ علیہ سے ہم نے مسلم شریف جلد اول اور نسائی شریف پڑھی، حضرت کی آواز صاف اور بلند تھی، اس وقت صحت عمدہ تھی، فتح الملہم اور نووی آپ کے درس کی دو بنیادیں تھیں، ان میں فتح الملہم کا ذکر بہ طور خاص کرنا مناسب ہو گا، حضرت کے مخصوص اہتمام کی وجہ سے مجھ جیسے طالب علم کو فتح الملہم کی مراجعت میں آسانی ہو جاتی تھی، مسلم شریف کا سبق فتح الملہم کی توسیع، تشریح اور علامہ شبیر احمد عثمانی کے علوم کی خدمت، ترویج اور ان کے شکوہ میں اضافے کا درجہ رکھتا تھا، وہ علامہ عثمانی کی تحقیقات کو عالمِ کیف میں بیان کرتے تھے۔

ان کا سبق پہلے گھنٹے میں تھا، معلوم ہے کہ پہلا گھنٹہ نیند کے دباؤ میں ہوتا ہے، حضرت نظر رکھتے اور سونے والے کو حالت قیام کا پابند کرنے کے لیے "الف ہو جا" کی تعبیر استعمال فرماتے، نیند سے متعلق مشہور شعر:

خمار آلود آنکھوں پر ہزاروں میکدے قرباں
یہ قاتل بے پیے ہی رات دن مخمور رہتا ہے

پہلی مرتبہ آپ ہی سے سنا۔

حضرت مولانا ابرارالحق ہردوئی سے وابستگی کی وجہ سے روک ٹوک کا خاص ذوق تھا، طالب علمی کی بات ہے میں مسجد قدیم میں حضرت سے متصل صف آرا تھا اور دوران تکبیر دونوں ہاتھوں کو باندھ کر لٹکائے ہوے تھا، حضرت نے کچھ کہے بغیر دونوں ہاتھ جدا کر دیے، وہ کوئی منکر دیکھتے تو مسجدِ قدیم میں موقع پر ہی مختصر وعظ فرماتے، یہ منظر کسی

بھی دن قائم ہو جاتا تھا، دعا چھوڑ کر جانے والوں کو بھی ٹوکتے تھے۔

آپ حضرت علامہ ابراہیم بلیاوی سے متاثر تھے، مجلس درس، ملاقات، جلوت اور خلوت ہر موقع کو ان کے ذکر سے معطر رکھتے، انھیں کی طرح شاگردوں کو مولوی صاحب پکارتے، تقرر انھیں کی سفارش پر عمل میں آیا تھا، گو کہ حضرت شیخ فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ بھی استاذ تھے؛ مگر آپ کو حضرت علامہ کا قریبی مانا جاتا تھا، فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت شیخ فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ نے پردہ رکھتے ہوے آپ کا درس سنا، فراغت پر معلوم ہوا تو گھبرائے، وہ نزدیکی بھی ایک زاویہ تھی، فرماتے ہیں کہ میری پریشانی بے بنیاد ثابت ہوئی، حضرت شیخ نے مجلس میں میرے درس کی تعریف کی۔

حدیث میں آتا ہے کہ عمل صالح کے ساتھ طولِ عمر سب سے بڑی نعمت ہے، آپ نے چھیاسی برس عمر پائی اور آخر تک برسر تدریس رہے، تدریس اعمال خیر کا نگینہ ہے، وہ صدقات جاریہ میں سب سے محکم صدقہ ہے، ہر صدقۂ جاریہ محدود اور ممکن الانقطاع ہوتا ہے؛ جب کہ تدریس کا صدقہ غیر محدود اور ناممکن الانقطاع ہے، مردہ شخص ایصال ثواب کے لیے راہیں دیکھتا ہے اور مدرس کے لیے ثواب کی نہریں جوش مارتی ہیں، حضرت علامہ قمر الدین رحمۃ اللہ علیہ کی درازی تدریس نے آپ کے صدقۂ علم نافع کے سوتوں کو خوب وسیع و عمیق کر دیا ہے اور اب آپ بصد ناز ان چشموں سے تا قیامت فیض یاب ہوں گے۔

❍❖❍

بیرونی طعنہ کفر اور نفاق کی روایت

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۲۲ جمادی الاخری ۱۴۴۶ھ ۲۴ دسمبر ۲۰۲۴ء

ہر زمانے اور خطے کا نااہل، نکما، تنگ نظر اور متعصب گروہ، علاقائی کارڈ کھیلتا ہے، حد تو اس وقت ہوگئی جب رئیس النفاق ابن سلول نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیرون کا طعنہ دے کر کہا کہ ہم اہل وطن باہر والوں کو شہر بدر کریں گے، انھوں نے ہمارا شہر خراب کر رکھا ہے اور باہر سے آکر قابض ہو گئے ہیں،

ظالم اس شہر کی بات کر رہا تھا جو رسول اللہ ﷺ کی قدم بوسی کر کے یثرب سے مدینہ بنا تھا، ایک غیر معروف بستی کو عرفیت، شناخت، خصوصیت، اہمیت اور مرکزیت تو باہر والے عطا کریں اور جب بستی رنگین، شوخ اور دلربا ہو جائے تو احسان فراموش ٹولہ نسلی اجارہ داری اور علاقائی نمبر داری کے جھنڈے اٹھائے؛ یہ بھی دناءت کا ایک رنگ ہے۔

جس زمانے میں بال ٹھاکرے بمبئی میں شمالی ہند کے خلاف نفرتی مہم چلا رہا تھا، اسی وقت یہی زہر ایک صاحبِ جبہ ودستار دوسرے معروف شہر میں متعارف کرا رہے تھے، شہر کی تعیین سے گریز دانستہ ہے، مبادا میری موب لنچنگ ہو جائے، دیگر یہودی اخلاق کی طرح یہ خست بھی عالم نما نکموں نے خوب سمیٹی ہے، کوئی مدرس کام یاب ہو جائے تو اس پر بیرون کا ننگ چسپاں کر دیتے ہیں، باہری نگینہ بے قیمت ٹھہرتا ہے اور مقامی سنگ ریزے انمول بن جاتے ہیں، یوں ادارے خستہ وبرباد ہیں، جن کی ترجیح علاقائیت ہے وہ آفاقی رنگت والے علم وفکر کو کیسے پاسکتے ہیں!

مقامی نالائقی نے علاقائیت کے آسرے میں پناہ لی ہے، یہ بیماری درجات کے فرق کے ساتھ ہر جگہ ہے، میرا ایک قابل اور ذی استعداد ساتھی ایک مدرسے میں پڑھا رہا تھا، بہت نیک نام تھا، اس نے ادارہ چھوڑا تو مجھے تجسس ہوا، اس نے بتایا کہ میرے خلاف باہری ہونے کی مہم چلائی گئی، اس قصے کا دل

چسپ گوشہ یہ ہے کہ مدرس کی وطنیت بجنور تھی اور مدرسہ بھی ضلع بجنور ہی میں تھا، مزید لطف یہ کہ ادارہ نسبتاً پسماندہ علاقے میں تھا، بہ ایں ہمہ فن کار لوگ علاقائی عفریت کو متحرک کرنے میں کام یاب رہے۔

یہ مقامی نفاق بھی خوب ہے، ایک مقام پر یہ حق میں جاتا ہے تو دوسرے مقام پر مخالف واقع ہوتا ہے، ملک کے بڑے شہروں میں بیرونی تبر اوالے، دبئ جا کر بیرونیت کے عار کی وہی چادر اوڑھ لیتے ہیں، دبئ میں باہری باشندوں کو رذیل سمجھنے والے عرب، یورپ میں یہی لبادہ زیب تن کرتے ہیں، یورپ میں ایشیائی تارکین وطن کے خلاف تطہیر مہم چلانے والے امریکہ جانا چاہتے ہیں، مقامیت کی تحریک کا ایک کرشمہ یہ بھی ہے کہ اس کے علم بردار خود باہری پس منظر رکھتے ہیں، اوپر صاحب جبہ ودستار کا ذکر آیا وہ بھی معروف شہر میں نسلا بر آمد شدہ تھے اور کل کی وائرل ویڈیو کی شخصیت بھی بیرونی ہے۔

قوم شعیب نے آخری وارننگ میں یہی دھونس دی کہ اپنے شہر سے نکال دیں گے، قوم نوح کی زبان پر بھی یہی ترہیب تھی، قوم فرعون نے مفصل سیاق میں کہا تھا کہ یہ باہر سے آئے ہوے لوگ ہمارے وجود اور ہماری شاندار تہذیب کے لیے خطرہ ہیں؛ بل کہ سورۂ ابراہیم کے مطابق ہر کافر نے اپنے پیغمبر کو یہی دھمکی دی کی اگر باز نہیں آئے تو اپنی بستی سے نکال دیں گے، اس المیہ کو کیا تعبیر دیں کہ کفار کے اس شعار کے وارثین ہم بنے ہوے ہیں، علاقائی، نسلی اور خاندانی تعصب کو ہم نے گود لیا ہے، بڑے شہروں اور اداروں میں مقامی اور

بیرونی کش مکش والوں پر عذاب الٰہی آر ایس ایس اور بی جے پی کی صورت نازل ہوا، وہ کہتے ہیں کہ تم سب کلمہ گو باہری ہو، دفع ہو جاؤ اور ہمارا دیس خالی کر دو۔

مرکزی اداروں اور شہروں کا امتیاز ان کی آفاقیت ہے، اطراف واکناف میں بکھری لیاقتیں جب یکجا ہوتی ہیں تو بڑے ادارے اور شہر وجود میں آتے ہیں، اگر دور افتادہ جوہر نقل مکانی نہ کریں تو اداروں کو مرجعیت اور شہروں کو مرکزیت کبھی حاصل نہ ہو، تسخیری ذہانتیں اداروں اور آبادیوں کو تیز گام کرتی ہیں، پھر وہ ترقی یافتہ بن جاتی ہیں اور مقامی علامتیں پس ماندہ رہ جاتی ہیں، نااہلی کی قیمت چکانے والے مقامی شریر ان فتنوں کو ہوا دے کر حظ نفس کا نصاب پورا کرتے ہیں۔

❍❖❍

اے زہے غزہ!

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۲۳ جمادی الاخری ۱۴۴۶ھ ۲۵ دسمبر ۲۰۲۴ء

اسرائیل نے اپنی اس آخری باری میں نیل سے فرات تک کا خواب سجایا تھا، اس کی تعبیر کے لیے اسے اسباب کا بھی کوئی مسئلہ نہیں تھا، دنیا اپنے تمام وسائل کے ساتھ پشت پناہ تھی، اس کی کھینچی ہوئی لکیر میں کوئی طاقت لائق چیلنج نہیں تھی، اس کے آہنی گرز کے سامنے عرب ریاستیں محض ریت کا تودہ تھیں؛

فہرست⬆

اسرائیل عظیم اسرائیل بننے ہی والا تھا کہ درمیان میں غزہ آگیا۔

غزہ جسے یہودیوں نے لقمۂ تر سمجھا تھا وہ سد سکندری ثابت ہوا، آپ پچھتر سالہ تاریخ کا جائزہ لیں اور تجزیہ کر کے بتائیں کہ صہیونیت کا سیلاب کہاں رکا ہوا ہے؟ عظیم اسرائیل کا طوفان کس بھنور میں پھنسا ہے؟ اسرائیل کی ٹانگ کس نے پکڑی ہوئی ہے؟ کس کی جواں مردی نے یہودی رتھ جام کر رکھا ہے؟ کون ہے جو سپر پاور کو ناکوں چنے چبوا رہا ہے؟ یہ اور ان جیسے درجنوں سوالات کے جواب میں فلسطین اور بالخصوص غزہ آتا ہے۔

عظیم اسرائیل تو کجا! غزہ نے تو جاری جنگ کی فتح بھی صہیونی حلق کا کانٹا بنا دی، نیتن یاہو نے جس فتح کامل کو ہدف قرار دیا ہے غزہ نے اسے بلی کا خواب بنا دیا، ایک سال سے زائد جاری جنگ میں یہ چند نفوس ہنوز غیر مفتوح ہیں، دنیا جانتی ہے کہ روزانہ سو معصوموں کا قتلِ عام اسرائیل کی فتح نہیں ہے، اگر مذاکرات میں غزہ شرائط زیر غور ہیں تو یہ بالیقین غزہ فتح ہے۔

ایران سپلائی منقطع ہو گئی، جن کا خورد و نوش سنگین ناکہ بندی کی زد میں ہے، ان کو اسلحہ دینے کی جسارت یا فنکاری کون دکھا سکتا ہے؟ حزب اللہ "شیخ اپنی اپنی دیکھ" کی حالت میں ہے، اس پر معاہدے کی خلاف ورزی کی تلوار لٹک رہی ہے، دمشق تبدیلی نے اس کا ذائقہ بھی بد مزہ کیا ہوا ہے، غزہ ہر سو پہرے میں ہے، پھر ان کے پایہ ثبات کا راز کیا ہے؟ نیتن یاہو ظلم کی چکی خوب پیسنے کے بعد

بھی قیدیوں کی بھیک مانگنے پر مجبور کیوں ہے؟ جن شرائط کو وہ اسرائیل کی قومی خودکشی سمجھتا ہے ان پر غور کرنے کے لیے بھی آمادہ کیوں کر ہے؟

مادی دنیا کو دہشت زدہ کرنے والے اس راز کا نام ایمان ہے، قرآن کہتا ہے کہ کہ اگر تم مؤمن ہو تو سربلندی تمھارا ہی مقدر ہے، نیتن یاہو کو ایران یا حزب اللہ کی کمک نہیں ایمان کی قوت نے ہزیمت دی ہے، وہ غزہ کو مقتل میں تبدیل کر کے ہاتھ پھیلاتا ہے کہ قیدیوں کی فہرست ہی دے دو، دنیا کا حقیقی سپر پاور عاجز و بے بس ہے، آبادی کو زیر وزبر کرنے والا قیدیوں کے نشان سے محروم ہے، قیدیوں کی واگزاری جاری جنگ کا محور ہے، جب تک یہ خواب تشنہ تعبیر ہے اسرائیل اپنے ماتھے سے شکست کی سیاہی مٹا نہیں سکتا۔

آخر ش اسرائیل ہزیمت کی دہلیز پر ہے، اسے امید تھی کہ کمک ٹوٹنے پر یہ خود سپردگی کر دیں گے، قیدیوں کو تحفے، سوغات اور خیر سگالی کی صورت پیش کریں گے، اب یہ بے دست وپا ہیں؛ لیکن اس کو یہ معلوم نہیں تھا کہ ایمان سرنڈر نہیں ہوتا، وہ بے تیغ بھی لڑتا ہے اور بے دست وپا بھی، اے زہے غزہ! تو نے ثابت کر دیا کہ ایمان زندہ اور تابندہ ہے، تو نے ہمیں یاد دلایا کہ اللہ کی زمین ایمان کی چنگاری سے بالکلیہ محروم ہو جائے ایسا نہیں ہوگا، جب ایمان کی آگ ساری دنیا میں سرد ہو گئی تھی، اس وقت غزہ کے ناتواں جسم اور انتہائی توانا عزم نے اس کی مشعل اٹھائی اور لو کو سربلند کیا، اتنا بلند کے فرعون وقت کی گردن ماند ہو گئی۔

کان کھول کر سن لو

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۲۴ جمادی الاخری ۱۴۴۶ھ ۲۶ دسمبر ۲۰۲۴ء

یہ جملہ بچپن سے بازگشت میں ہے، گھر میں سنا، باہر سنا، اساتذہ سے سنا، دشمنوں سے سنا، دوستوں سے سنا، غرض! ہر موقع اور ہر موڑ پر سنا اور بغیر سمجھے اطاعت شعاری کی، کان کھولنے کا کوئی عمل تھا ہی نہیں؛ اس لیے جانبین علامتی یا بے عمل فرماں برداری پر اکتفا کرتے رہے، متکلم یہ جملہ دہراتا اور سامع کی خاموشی عمل درآمد کے حکم میں ہوتی، چوالیس سال بعد اس کا عملی آپشن وجود میں آیا، اب ہمارا نوجوان کانوں میں بٹس اور ائیر فون لگا کر مست ہے، باپ پکارتا رہ جاتا ہے اور بیٹا سامنے ہو کر بھی بے خبر رہتا ہے، فرزند کو ائیر فون نے ایک الگ جہان میں محبوس کیا ہے، اس تناظر میں "کان کھول کر سن" ایک عملی حکم نامہ بن گیا ہے، بیٹا واقعی کان سے بٹس ہٹا کر کان کھولتا ہے اور باپ کی بات سنتا ہے۔

ابھی ہم سماعت کے توسط سے عالم ثانی میں محو ہوے ہیں، ٹیکنالوجی کا اگلا ہدف یہ ہے کہ ہمارا سراپا دوسری دنیا کا حصہ بن جائے، میٹاورس اسی پروجیکٹ کی ایک بڑی علامت ہے، جس سطح پر بڑی کمپنیاں میٹاورس یا افتراضی دنیا پر سرمایہ لگا

فہرست⬆

رہی ہیں، اس کو دیکھ کر مجھے نہیں لگتا کہ وہ پورے طور پر ناکام ہوں گی، اگر یہ ایک مادی اور حسی وجود کو دو جگہ فعال نہیں بھی کر پائے تو حسی وجود کا افتراضی نمائندہ بھی غضب کا ہو گا، یعنی زید دیوبند میں گھر پر ہے اور اس کا افتراضی وجود زید کی تمام لیاقتوں کے ساتھ امریکہ میں متحرک وفعال ہے، وہ زید کے ذہن سے سوچ رہا ہے اور اسی کے دماغ سے معاملات انجام دے کر براہ کمپیوٹر اسی ساعت دیوبند واپسی بھی کر لیتا ہے۔

میرا خیال ہے کہ اس میں ایک حد تک کام یابی ملے گی، دیوہیکل کمپنیاں اگر انویسٹ منٹ کر رہی ہیں، بہترین دماغ مصروف ہیں اور مراکز تحقیق پر امید ہیں، تو آپ اسے ہلکے میں نہ لیں، ابھی یہ واضح نہیں کہ روبوٹ کا دائرہ کار کیا ہو گا، اے آئی کہاں تک جائے گی، میٹاورس کے خدوخال کیا ہوں گے؛ مگر یہ طے ہے کہ دنیا کے پاس اگر وقت بچا ہے تو کمپیوٹر، موبائل اور انٹرنیٹ کے بعد اگلا اور آخری سرپرائز، سحر اور عجوبہ یہی ورچوئل حاضری اور فاصلاتی نمائندگی ہو گی، میں چوں کہ جہاز کے سفر کی تاب نہیں رکھتا؛ اس لیے افتراض کی مہم کو کام یاب دیکھنا چاہتا ہوں، گھر میں بیٹھا رہوں اور میرا دماغ سیر کر آئے؛ مگر چوں کہ فقہا افتراضی اوتار میں حج اور عمرے کی اجازت نہیں دیں گے؛ اس لیے ہوائی سفر کا ایک چیلنج پھر بھی رہے گا۔

ابن سلمان نے اوقات سے باہر قدم رکھا، ابھی جو ٹیکنالوجی تصور اور

خیال کے مراحل میں ہے، اس کو بنیاد بنا کر پانچ سو ارب ڈالر لگا دیے، نیوم شہر کی میعاد روز بروز نزدیک ہو رہی ہے اور میٹاورس کے تحقیق کاروں کو مزید وقت درکار ہے، پھر نقوش و آثار بھی تو طے نہیں، خام اور ناپختہ قیادت ایسی ہی جلد باز ہوتی ہے، حرمین کی حقیقی ضروریات ترس رہی ہیں اور یہ نیوم میں خیالی پلاؤ پکا رہا ہے، اونٹ کو ایک کروٹ بیٹھنے دو، تصورات کو تصدیقات میں تبدیل ہونے دو، خاکوں کو پیرہن اختیار کرنے دو، ٹیکنالوجی بعد میں خرید لیتے، مناسب ریٹ پر ملتی، تم نے بکنگ ہی کا رسک لے لیا۔

کچھ پیسے حرمین پر بھی لگالو، تم نے حرمین کو لاوارث چھوڑ دیا، تمھارے باپ دادا کی پہلی ترجیح حرمین تھے، وہ ریاستی آمدنی کا بہترین حصہ حرمین پر صرف کرتے تھے، تم حرمین کی انکم بھی نیوم پر ضائع کر رہے ہو، میں بیس سال بعد حاضر ہوا تھا، حرمین میں کوئی اضافہ نہیں دیکھا، شاہ عبد اللہ کا حرمین بعینہ ہے، تم نے حرمین کی محرومی کی تلافی پابندیوں سے کی، بیری کیڈ بڑھا دیے، رکاوٹیں بنا دیں، بدون احرام مطاف نہیں جانے دیتے، دیوانے بہت دور سے آئے ہیں، دوری پر قانع نہیں ہو سکتے، کتنے ہیں جو زندگی کی پونجی پر آئے ہیں، مجھے مسئلہ معلوم ہے، میں یہ بھی جانتا ہوں کہ احرام کی نمائش مناسب نہیں، احرام کی چادروں کی تلبیس ٹھیک نہیں، محرم نہیں ہیں تو نمازیں پورے لباس میں پڑھی جائیں؛ مگر میں جذبات سے ہار گیا اور ہر دن خانۂ جاناں تک رسائی کے لیے احرام کی چادروں کو

استعمال کیا۔

آپ کے پاس دو ارب اسلامیان عالم کی امانت ہے، آپ دو دہائیوں تک کام موقوف رکھو گے؟ دو سو کروڑ انسانوں کی رینج میں سوچو، پابندیاں نہ لگاؤ، سہولیات لاؤ، نیوم کی ٹیکنالوجی حرمین میں لاؤ، یہ مطاف دو ارب کلمہ گو کے نمائندوں کے لیے کافی نہیں، اس میں توسیع بیس سال قبل ہوتی، آپ پہلے ہی لیٹ ہو، وقت کے ساتھ چلو، ہمیں یورپ وامریکہ کے سامنے شرمسار نہ کرو۔

نوٹ: کل شام "کان کھول کر سنو" کا لطیفہ تراشا تھا، اس پوسٹ میں بس اسی کو پیش کرنا تھا، اب دیکھو بات کہاں سے کہاں نکلتی گئی، ظرافت کے موڈ میں بھی سنجیدہ، سنگین اور لائق فکر باتوں نے راہ دریافت کرلی، دیوانے کی بڑ اسی رنگ کی ہوتی ہے، خیر! جسے جینے کا شوق ہے وہ حسی دنیا سے میٹاورس منتقل ہونے کے لیے تیار ہو جائے۔

❍❖❍

کیا امت شاہ نے بی جے پی کشتی میں سوراخ کر دیا ہے؟

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۲۶ جمادی الاخری ۱۴۴۶ھ ۲۹ دسمبر ۲۰۲۴ء

چلو آج اپنے ملک کی خبر لیتے ہیں، عرصہ ہوا جرمِ لب کشائی کی نوبت

فہرست⬆

نہیں آئی؛ جب کہ حالیہ ایام کی سیاست غیر معمولی ہلچل سے گذری، زبانی جمع خرچ کے کردار ہاتھا پائی کے رنگ میں دکھائی دیے، ملک کو سمت اور روشنی دکھانے والی پارلیمنٹ کے وقار کا گراف مزید نیچے آیا، گلی محلوں کی اچھل کود اور خواتین کی زلف کشی والی مقابلہ آرائی بھی دیکھنے کو ملی۔

ہندوستان میں سیاست کا پیشہ نازک اور پر خطر ہے، یہاں سیاست کی جڑیں مذہب میں پیوست ہیں اور مذاہبِ ہند، عجائبِ عالم ہیں، خداؤں کا تنوع تو دیگر اقوام میں بھی ہے؛ مگر ہمارے دیار میں تازہ اضافے بھی جاری ہیں، باقاعدہ زندہ انسانوں کو بھگوان بنا لیتے ہیں، ایک معروف کھلاڑی کو بڑے لوگ بھی بھگوان ہی پکارتے ہیں، گھر میں بیٹھا وہ کھلاڑی یہ سب دیکھتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے ٹٹی پھرنے جانا ہے اور یہ بھگوان کہہ رہا ہے!

خدا کے نئے ایڈیشنز میں ڈاکٹر امبیڈکر اہم ایڈیشن ہے، ملک کے پچیس کروڑ دلت تو اسے بھگوان سے بھی مقدم رکھتے ہیں؛ کیوں کہ ما قبل امبیڈکر ان کے پاس تو مندر تھا نہ ۳۳ کروڑ خداؤں تک رسائی، باقی پسماندہ ہندو برادریاں بھی اسے بھگوان سے کم نہیں مانتیں، ہندوستان ایک انتہائی مضحکہ خیز ذہنیت والا ملک ہے، یہاں پچاسی فی صد آبادی نچلی ذاتوں پر مشتمل ہے، آپ کو یہ سن کر کیسا لگا؟ یعنی پندرہ فی صد اونچی ذات کی یہ بات قبول کر لی گئی کہ ملک کا ملک کم تر، حقیر، ذلیل اور نچلا ہے، بس پندرہ فیصد صد لوگ عز و شرف کے مالک ہیں، باقی آبادی

رذیل ہے اور رذیل ہی رہے گی۔

پھر یہ جو پندرہ فی صد اونچی ذات والے ہیں، یہ سب ہندو نہیں ہیں، ان میں پانچ فی صد مسلم ہیں، یعنی ہندوستان کی کل آبادی میں پانچ فی صد مسلم اشراف ہیں، ہندو برہمن سماج نے ان پانچ فی صد مسلمانوں کا یہ بیانیہ تسلیم کیا ہے کہ وہ بھی ان بلٹ (Inbuilt)، یا ان بورن (Inborn) یا پیدائشی طور پر معزز ہیں، ان کو دیگر مسلمانوں اور انسانوں پر نسلی برتری حاصل ہے، نعوذ باللہ رب العزت نے باقی ماندہ نسلوں کو حقیر پیدا کیا ہے، اب جو یہ دس فی صد نسلی برتر بچے، یہ بھی سب ہندو نہیں، ان میں کچھ کنورٹڈ عیسائی ہیں اور کچھ سکھ، ان کو بھی جدا کر دیں تو ہندو اونچی ذات پانچ سے سات فی صد کے درمیان سمٹتی ہے، ایسے تناظر میں گجرات کا بنیا جب امبیڈکر کی تحقیر کرتا ہے تو آپ رسک لیول کا اندازہ لگائیں، اور سوچیں کہ وہ کس آگ سے کھیل گیا۔

آر ایس ایس کا مودی پروجیکٹ تین بنیادوں پر کام یاب ہوا تھا، گجرات میں مسلمانوں کا قتل عام، گجرات کی فرضی ترقی کا پروپیگنڈہ، ان دو عوامل کے علاوہ تیسرا محرک اور ہے، جو ان سب سے بڑا، موثر اور گیم چینجر تھا، ہندوستان میں اس پر کبھی بحث نہیں ہوئی، یہ تیسرا سبب مودی کی کاسٹ ہے، وہ ہندو تیلی ہے، جو اوبی سی کے ضمن میں آتی ہے، خود اوبی س ہی پچاس فی صد سے اوپر ہیں، ان میں ایس ٹی اور ایس سی شامل کر لیں تو مودی کاسٹ کے لحاظ سے پچاسی فی صد

آبادی کا نمائندہ ہے، امت شاہ نے امبیڈکر پوشیدہ جذبات سے مغلوب ہو کر آر ایس ایس کے مودی پروجیکٹ پر ناقابل تلافی ڈینٹ لگا دیا ہے۔

ہندوستانیوں کے ساتھ سب سے بڑا مذاق ریزرویشن سسٹم ہے، جب پچاسی فی صد آبادی نچلی ذاتوں سے آتی ہے تو یہ محفوظ رعایتیں اور کس کو جاتیں، جب یہی آبادی کل بھارت ہے تو ریزرویشن کے کیا معانی؟ آپ ریزرویشن نہ دیں تب بھی یہی لوگ ہوں گے، ہاں اگر کم تعداد اقوام کو ریزرویشن دیا جاتا تو وہ رعایت ہوتی، کوئی قوم پندرہ فی صد ہے اور اس کو آپ ریزرویشن دیں تو یہ ریزرویشن ہے، پچاسی فی صد آبادی کو کہتے ہیں کہ آپ کو ففٹی پرسنٹ ریزرویشن دیا، یہ عقلی تمسخر نہیں تو اور کیا ہے؟ یہ نظام ریزرویشن صرف اس لیے مقبول ہے کہ مسلم اور کرسچن محروم کر دیے گئے ورنہ اس نظام کا کوئی مفہوم نہیں۔

وطن عزیز کے کسی خدا رسیدہ کا وظیفہ قبول ہو گیا ہے کہ ملک کے سب سے مضبوط انسان کا ہاضمہ جواب دے گیا، جذبات کا بند ٹوٹ گیا اور وہ اونچی ذات والوں کی ترجمانی کر گیا، نچلی ذاتوں کے تعلق سے پوشیدہ عناد کو عیاں کر گیا، اس نے امبیڈکر کی توہین کی ہے، پارلیمنٹ میں کی ہے اور آن ریکارڈ کی ہے، کوئی تاویل ممکن نہیں، اگر یہ بلنڈر راجناتھ نے بھی کیا ہوتا تو استعفا راتوں رات آتا؛ مگر یہ محرم راز کا قضیہ ہے، گجرات تا دہلی رازوں کا ایک سلسلہ ہے اور ہر سلسلے کی درمیانی کڑی امت شاہ ہے، معافی ایک حد تک تلافی کی صورت تھی؛ مگر غرور

خدائی متاثر ہوتا ہے؛ جب کہ دوسری راہ پورے طور پر زوال کی طرف جاتی ہے۔

اس تنازع میں مایاوتی انٹری سب سے بڑی چیز ہے، کسی نے سوچا تھا کہ مایاوتی امت شاہ پر نشانہ سادھے گی؟ امت شاہ نے دس سال قبل مایاوتی سے کہا تھا کہ آپ کو پابند سلاسل کرنے کے لیے ایک ہفتہ درکار ہے، بس اس روز سے مایاوتی دفتر کا ایک ورچوئل کیبن امت شاہ کے آفس میں چلا آرہا تھا، بہوجن سماج پارٹی کی حکمت عملی شاہ صاحب طے کرتے، مایاوتی دس سالہ میعاد استراحت پر رہیں، یہ بہتی گنگا میں ہاتھ دھونے کا معاملہ نہیں ہے؛ بل کہ اب ملک کا موسم بدلنے والا ہے، یہ الگ بات ہے کہ مایاوتی ختم ہوگئی، دس سالہ غیر حاضری اور لاتعلقی سیاسی خودکشی ہے اور خودکشی کے بعد واپسی کا آپشن باقی نہیں رہتا۔

امت شاہ نے گیند بہترین ہائٹ پر اچھالی ہے، اب چھکا مارنا اپوزیشن کا کام ہے، پچاسی فی صد کو باور کراؤ کہ اونچی ذات بی جے پی کا ریورس گئیر مسلمانوں اور مغلوں تک محدود نہیں ہے، وہ ہندوستانی گاڑی کو مزید پیچھے لے جانا چاہتے ہیں، جہاں ملک کے اصل باشندوں کو غلاموں سے بدتر حیثیت میں رکھا گیا تھا، امبیڈکر بیان کا بین السطور یہ ہے کہ دلتو! گو کہ تم اچھوت دور سے نکل آئے ہو؛ مگر ہمیں سب یاد ہے، تمھارے لیے بڑے گھر ممنوع تھے، تم کنویں کا صاف پانی نہیں پی سکتے تھے، تم پر تعلیم حرام تھی، تمھارے علاج پر پابندی تھی، مندر کے دروازے بند تھے، تمھارا سامنا منحوس مانا جاتا تھا اور اس کے لیے تمھاری گردن

بھی کاٹ دی جاتی تھی، وغیرہ وغیرہ وغیرہ، یہ کیا امبیڈکر امبیڈکر امبیڈکر امبیڈکر امبیڈکر امبیڈکر امبیڈکر لگا رکھا ہے!

جان لیوا امام

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۲۸ جمادی الاخری ۱۴۴۶ھ ۳۱ دسمبر ۲۰۲۴ء

گردونواح کی ایک اہم مسجد میں قدیم الایام امام برسر محراب ہیں، وہ تکبیرات انتقالیہ، قراءت، نقل وحرکت اور دعا وغیرہ ہر عمل میں انتہائی سست رو ہیں، ان کی تلاوت اصول تجوید کے منافی نہیں ہے؛ مگر رفتار ایسی جاں گسل ہے کہ نیا مقتدی نیت توڑنے پر غور شروع کر دیتا ہے، اس پر مستزاد ان کی ایک ادا ہے، وہ تکبیر یعنی اللہ اکبر میں وقفہ کرتے ہیں، لفظ اللہ کہہ کر سکوت اختیار کرتے ہیں اور اکبر دوسری قسط میں کہتے ہیں، اس کا لطف مقتدی رکوع وسجود میں محسوس کرتا ہے، جب امام کا اکبر مقتدی کے سبحان ربی الأعلی کے بعد وارد ہوتا ہے۔

امام محترم سے ہمارا سابقہ بیس سال پرانا ہے، اس وقت ملک شام سے محمد علی شیلو کی نامی شیخ گرینیٹ کی تجارت کے لیے بنگلور آتے تھے، ان کا مطلوبہ پتھر بنگلور کے مضافاتی علاقے جگنی میں بہ کثرت اور کم قیمت پر دست یاب ہے، میں

تاجر اور شیخ کے درمیان مترجم تھا، فریزر ٹاؤن کے مہنگے ہوٹلوں کی نہایت اعلی دعوت اس ترجمانی کا معاوضہ تھا، بیس سال قبل یہ بہت بڑی بات تھی، عرب شیخ کے لنچ اور ڈنر آرڈر کی تفصیلات میزبان کو بھی انگشت بدنداں کر دیتی تھی، ابھی ملک شام کی فضا پر امن تھی، بعد میں وہ مصر چلے گئے تھے، زندہ تھے، اب کچھ معلوم نہیں۔

ہم جب شیخ سے ملنے جاتے تو فجر کی نماز کے زخموں میں نڈھال پاتے، وہ ہاتھ جوڑ کر کہتے کہ امام سے کہو کہ نماز میں پورا قرآن پڑھ جائے؛ مگر تیز پڑھے، یہ چند آیتیں پڑھتا ہے اور نچوڑ لیتا ہے، میرے اوپر اسی وقت سے امامِ ھذا کا خوف طاری ہے؛ اس لیے اس مسجد سے گریز کرتا ہوں، چند روز قبل عین ظہر کے وقت میں وہاں پایا جارہا تھا، سری نماز کے خیال نے حوصلہ بڑھایا اور میں نے گرفتاری دے دی، بس اس نے ظہر کو وہ طول دیا کہ حضرت ابن مسعود یاد آگئے، ان کے مستقل مقتدی مستحق صد آفریں ہیں کہ قیامت بھی ان کے ضبط کے سامنے بے اثر ہے۔

ان کی جہری امامت کا اسیر نو ٹھیک دردِ زہ کی حاملہ والی پوزیشن میں ہوتا ہے، ولادت کے درد میں عورت عہد کرتی ہے کہ آئندہ شوہر کو تولیدی پروسس کے لیے ایکسس نہیں دے گی؛ مگر جنسی عمل خلاصۂ لذتِ زندگی ہے؛ اس لیے پھر فرش راہ بنتی ہے اور نئی ولادت کی پر خطر وادی میں جست لگا دیتی ہے، یہ نیا

مقتدی بھی سلام پر پیمان باندھتا ہے؛ مگر مسجد کا جائے وقوع ایسا ہے کہ اجنبی حاضریاں ناگزیر ہیں، کوئی ایمرجنسی ہوتی ہے اور ہم چار و ناچار اسی کے پیچھے کھڑے ہوتے ہیں۔

ایک روز ایسی ہی ہنگامی صورت حال میں مغرب کی شرکت تھی، اقامت کے وقت امام کی جگہ نو عمر لڑکے کو آگے بڑھتے ہوے دیکھ کر جان میں جان آئی؛ مگر یہ سکون عبوری ثابت ہوا؛ کیوں کہ اس لڑکے نے، بعینہ امام کی سست گامی اختیار کی، لب ولہجہ بھی وہی، حتی کہ آواز بھی ہو بہ ہو، اس روز واقعی اہل مسجد پر ترس آیا، امام کی عمر کے زاویے سے یہ مصیبت کے چل چلاؤ کا وقت تھا؛ مگر ممکنہ وارث کے بعینہ رنگ نے نسلوں کی رہائی کے آثار ختم کر دیے، ہماری روایات کے مطابق فرزند ہی محراب کا مالک ہو گا اور والد کی میراث کو آگے بڑھائے گا۔

مجھے اس امام کا ترکی بہ ترکی جواب میجسٹک کی طرف ملا، میجسٹک مول کے سامنے والی سڑک پر جو دائیں طرف بریلوی مسجد ہے، اس کا امام ہمارے اس امام کا باپ ہے، اس قباحت کے ساتھ کہ بریلوی روایات کے عین مطابق اس کی قراءت بھی غلط ہے، باقی جب وہ شروع ہو جاتا ہے تو اگلا عمل بھول جاتا ہے، آپ برداشت کو ہلکے میں لیتے ہیں؟ خدا کی قسم اس فتنہ گزیدہ دنیا میں زندہ رہنے کا ایک ہی راز ہے اور اسی کو برداشت کہتے ہیں، اللہ تعالی اپنے مایہ ناز پروجیکٹ حضرت

انسان کے بارے میں کہتا ہے: وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً أَتَصْبِرُونَ ۗ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيرًا (فرقان:۲۰)

❍❖❍

روح افزا امام

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۲ رجب ۱۴۴۶ھ ۳ جنوری ۲۰۲۵ء

"جان لیوا امام" کے بعد "روح افزا امام" کی سرگذشت بھی سن لیں، امامت کے لیے فقہا نے "اعلم الناس" کو ترجیح دی ہے، "اقرأ الناس" کو موخر رکھا ہے، وہ کہتے ہیں کہ قراءت ایک رکن میں درکار ہے؛ جب کہ علم ہر عمل میں لگتا ہے؛ مگر یہ وجہ القیاس ہے، یہاں وجہ استحسان کچھ اور ہے، اگر نماز باجماعت کی روئداد کا جائزہ لیں تو قراءت والا جزو باقی ماندہ اجزاء پر حاوی نظر آتا ہے، قراءت کا سرور سجدے تک سرشار رکھتا ہے؛ جب کہ بے سُری قراءت نماز بھر ملول، رنجیدہ اور پژمردہ رکھتی ہے، یوں حسنِ قراءت کا عمل دخل بھی کل نماز میں ہوا۔

ہم درس گاہ کی تقریر میں ضرور اعلم الناس کو مقدم کہتے ہیں؛ مگر عملا اقرأ الناس کی طرف جاتے ہیں، مثال کے طور پر مادر علمی میں اعلم القوم تو میر

کارواں، مخدوم عالی، حضرت مفتی ابو القاسم نعمانی دامت برکاتہم ہیں؛ مگر دارالعلوم کی مسجد میں وہ مقتدی ہیں اور امامت بھائی انصر کو تفویض ہے جو ششم یا ہفتم کے طالبِ علم ہیں؛ بل کہ امامت کی تقرری کے وقت امید اواری بھی فقط قراءت والے امتیاز تک محدود ہوتی ہے، علمی امتیاز یعنی اساتذہ امیدوار ہی نہیں ہوتے۔

مذکورۃ الصدر وجہ استحسان کے پیش نظر میری رائے یہ ہے کہ امامت کے لیے خوش نوائی، آواز کی دل کشی، پر سوز و پر ساز نغمگی کو ترجیح دی جائے، پھر اسی درجہ اہمیت کے ساتھ تلاوت کلام پاک پر قدرت، دسترس، مہارت اور عبور کو دیکھا جائے، امام مسجد چند سورتوں کی مشق تک محدود نہ ہو، اس کی قراءت پورے قرآن میں یکساں رواں، جواں، سلیس، پر بہار، پر جوش، زیر و بم سے آراستہ، بل کھاتے تیز گام گھوڑے کے نشیب و فراز کی عکاس اور ناز دکھاتی سمندری لہروں کی مثال ہو، جہاں تک مسائل کے علم کی بات ہے تو متعلقہ فروعی تفصیلات کی ٹریننگ کچھ مشکل نہیں، خاص اور مخصوص کتابیں ورسائل بھی دستیاب ہیں۔

اس کی ایک مثال بنگلور میں یشونت پور کی جامع مسجد کے امام ہیں، ان کو لحن داؤدی عطا ہوا ہے، میں فیصلہ نہیں کر سکتا کہ ان کی خوش الحانی کی توصیف پہلے کروں یا ان کے عبور کا قصیدہ اول رقم کروں، وہ پڑھتے ہیں اور مست ہو کر

پڑھتے ہیں، مسجد کے بام ودر جھوم اٹھتے ہیں، درودیوار سے اقرار واقبال ٹپکتا ہے، ماحول ان کا ہمدم ودم ساز ہو جاتا ہے، وہ آواز کو لہراتے ہیں اور فضا مجسم رقص وسرود بن جاتی ہے، نووارد ان کی گرفت اور مہارت کو دیکھ کر یہ قیاس باندھنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ زیر تلاوت رکوع یا سورت، امام صاحب کی مشقی عمر کا خلاصہ ہو گا، جب کہ وہ تلاوت انتخاب کے تکلف سے بالکل بے نیاز ہوتی ہے، وہ پورے قرآن میں کہیں سے بھی شروع ہو جاتے ہیں اور اعتماد واندازمیں کوئی فرق نہیں ہوتا۔

اگر بر سر محراب قاری عبد القدیر امام جامع مسجد یشونت پور ہوں تو قراءت کی کوئی بھی مقدار سیر نہیں کر پاتی، رکوع کا اللہ اکبر تشنگی کی چبھن دیتا ہے، ایک روز انھوں نے مغرب میں سورۂ طور کا دوسرا رکوع یعنی افرأیت الذی تولی شروع کر دیا اور بھول گئے کہ مغرب میں ہیں، یہ رکوع واقعی قرآن کے اعجاز کا خاص نمونہ ہے، کیا معانی ہیں اور کیا ہی مبانی ہیں! جب امام صاحب نے وأنہ ھو رب الشعری پر سانس توڑا تو میرا جسم عضو عضو ہو گیا، فرشتوں نے قاری کے لب چوم لیے، آسمان وزمین توحید کے رنگ میں رنگ گئے اور شرک کی علامتیں خوار اور رسوا ہو گئیں۔

وہ مجھے دیکھتے ہیں تو امامت کی فرمائش سے میری عزت افزائی کرتے ہیں، میں معذرت کر لیتا ہوں، اس بار مجھے کہنا پڑا کہ میں آپ کی قراءت کے لیے دہلی

سے آیا ہوں، یہ تو زیادہ تھا، سسرال سے بڑے بھائی کے گھر تک چھ کلو میٹر کی نقل وحرکت تھی؛ لیکن اگر آپ ان کے پیچھے تراویح کے لیے واقعی دہلی سے بنگلور کا سفر کریں تو خسارہ محسوس نہیں کریں گے، میرے نزدیک خوش الحانی یہ ہے کہ مقتدی محو ہو جائے، وسوسے ہار جائیں، شیطان بھاگ جائے اور نمازی بندھ کر رہ جائیں، میری رہائش والی مسجد کے امام صاحب نے عشاء اور فجر کے لیے ایک طالب علم کو ہائر کر رکھا ہے، وہ فجر میں تو خاص رنگ میں نہیں ہوتا؛ مگر عشاء میں سماں باندھ دیتا ہے، مجال ہے کہ شیطان اس کے کسی مقتدی کا دھیان بھٹکا سکے، اس کی عشاء کی امامت والی تلاوت ایک لمحے کے لیے گردشِ کائنات کو روک دیتی ہے۔

❍❖❍

عربوں کا امام

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۳ رجب ۱۴۴۶ھ ۴ جنوری ۲۰۲۵ء

امام سیریز میں "جان لیوا امام" اور "روح افزا امام" کے بعد اب عربوں کے امام کی سرگذشت ملاحظہ کریں، عربوں نے نماز کو بجا طور پر خاص اہمیت دی ہے؛ لیکن جزئیات اور تفصیلات میں تساہل بھی اتنا ہی برتا ہے، اس مزاج کی وجہ

سے ان کی نمازیں بعض اوقات مذاق اور تماشے کی صورت پیش کرتی ہیں، مثال کے طور پر وہ جماعت ثانیہ کی طرف گئے اور توازن بھول گئے، "افعل ولا حرج" کا باب چوپٹ کھولا، امام ثانی عصر پڑھا رہا ہے اور مقتدی ظہر کی نیت میں ہے، یہ پھر بھی ایڈجسٹ ایبل ہے؛ طوطے تو اس وقت اڑتے ہیں جب امام عشاء میں ہو اور مقتدی مغرب میں۔

ڈاڑھی کے تعلق سے عربوں نے سنگین غلطی کی، اس کی امید نہیں تھی؛ بالخصوص علما سے؛ مگر وہ امت کی تشکیل کے اس بنیادی عنصر کو سمجھنے میں بڑی کوتاہی کر گئے، چہرے کی زینت، فقط رسول اللہ ﷺ سے منسوب ہوتی تب بھی عزیز از جان تھی؛ مگر آپ نے صاف صاف فرمایا کہ ڈاڑھی انبیاء کرام کی اجماعی سنت ہے، یہاں یہ وضع بہت باوزن ہو گئی تھی، ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیا، بہ شمول تین سو تیرہ رسول کے متفق علیہ طریق کے خلاف بابِ اجتہاد کھولنا بڑی جرءت اور سخت بے باکی ہے، اس توسع کو گود لینے سے قبل عرب علما کو طویل وعمیق تفکیر بھی درکار تھی اور استخارے بھی۔

چوں کہ انبیاء کا باوقار حلیہ کوئی متبادل نہیں رکھتا؛ اس لیے انبیاء کی جانشینی پر مامور طبقہ ڈاڑھی سے دست بردار نہیں ہوا تھا، ائمۂ حرمین بھی رومال کے قومی شعار کے ساتھ ڈاڑھی کی مسنون وضع کو ترجیح دیتے رہے، شیخ شریم وسدیس تک بھی کسی نے نہیں سوچا تھا کہ امامتِ حرم بھی ڈاڑھی کی سنت سے

اپنی راہ جدا کرے گی؛ مگر یہ بھی ہو کر رہا اور ریش گزیدہ امامت نے امت مسلمہ کے دل کا خون کر کے ہی سانس لیا، یہ گزیدہ ریش بھی غنیمت ہے، عربی جبہ و رومال اور ائمۂ مساجد کا ایک خاص تکلف اس تراشیدہ ڈاڑھی کے عیب کو بیلینس کر لیتا ہے۔

مگر یہ تکلف بھی ایک مقام پر بر طرف ہوا، دبئ میں ہمارا قیام منخول نامی علاقے میں تھا، ہوٹل کے دائیں اور بائیں دو عالی شان مساجد ہیں، بائیں طرف والی مسجد قدرے دور تھی اور اس کی پیشانی پر مسجد المنخول الکبیر یعنی جامع مسجد لکھا تھا؛ لیکن دائیں جانب والی مسجد بھی اتنی ہی بڑی تھی، یہ بالکل نزدیک تھی؛ اس لیے نمازیں یہیں ادا کیں، ایک روز دوسری مسجد کی سمت کچھ کام تھا، وہاں نماز کے لیے گئے تو قصۂ حیات میں نئے تجربے کا اضافہ ہوا، وقتِ تکبیر ایک دبیز شخص نمودار ہوا، پورے طور پر کلین شیو، صفاچٹ، تازہ مونڈا ہوا، چند بالوں کے تکلف سے بھی آزاد، کلیۃً انڈین بنیا، وہ آیا اور محراب پر مستوی ہو گیا۔

اس امام کے عجائبات یہاں تمام نہیں ہوتے، اس نے اللہ اکبر کہہ کر ارسال کیا، یعنی دونوں ہاتھ چھوڑ دیے، اس اوتار میں جب اس نے نماز پڑھائی اور ہاتھ چھوڑے ہوے قراءت میں محو ہوا تو ہماری نماز کی فیلنگ ہی دم توڑ گئی، بس ہم نے ایک تماشا دیکھا، تکبیر سے قبل جب وہ صفیں استوار کرانے کے لیے مقتدیوں کی طرف متوجہ ہوا تو بہت خراب لگا، ایک ڈاڑھی منڈا شخص روبہ رو ہو

اور ہماری ٹانگوں اور شانوں کا جائزہ لے تو یہ ضبط کا بہت بڑا امتحان ہے، میرے اندرون سے آواز آرہی تھی کہ بندۂ خدا تو یہ کام دوسری طرف دیکھ کر بھی کر سکتا ہے، نیز یہ کہ چہرے سے محراب رسول کی بے حرمتی نہ کر، رسول اللہ ﷺ نے ایران کے بے ریش سفیر سے رخ پھیر لیا تھا اور تو اسی چہرے کے ساتھ منبر پر دندنا رہا ہے۔

عرب امام نے سووا صفوفکم، استووا وغیرہ یعنی صفوں کو استواری کے کلمات کو جزو نماز کا درجہ دیا ہوا ہے، ڈاڑھی منڈا تو چلے گا؛ لیکن مذکورہ کلمات کا ترک قابلِ معافی نہیں؛ حتی کہ اگر ایک ہی مقتدی ہو جیسا کہ ثانی جماعتوں میں ہوتا رہتا ہے تو اس ایک مقتدی کے ساتھ بھی استووا صف سیدھی کرلو کا مذاق ضرور کرتے ہیں، یہ بھی اہتمامِ زائد ہے، رسول اللہ ﷺ نے ابتدا میں اس پر زور دیا تھا؛ جب کہ مسجد نبوی میں صفوں کا نظم نہیں تھا، آج جب کہ مساجد میں مرتب و منظم نشان زدہ صفیں بچھی ہوئی ہیں اور نمازی صفِ کج بنا ہی نہیں سکتے تو یہ مبالغہ بھی بس رسم ہی ہے۔

امامت کے باب میں عربوں کا یہ توسع عام ہے، ہو سکتا ہے کفرِ بواح ان کی سرخ لکیر ہو! باقی کسی اختلاف و مخالفت کو دل پر نہیں لیتے، جماعت کے نظام کو "شیخ اپنی اپنی دیکھ" کی اساس پر چلاتے ہیں، ہاتھ باندھو یا ارسال کرو، ڈاڑھی رکھو یا ہر طرف سے مونڈ لو، فاتحہ پر بسم اللہ جہری رکھو یا سری، رفع

یدین کرو نہ کرو، آمین کہو نہ کہو، سنت مؤکدہ پڑھو یا چپکے سے کھسک لو، دعا مانگو یا نہ مانگو، ان کے نزدیک آپ ایک ملازم ہیں، بس ایک ایسے عمل کی پیشوائی کر دیں جسے مجموعی طور پر نماز کہہ سکیں، عربوں کا یہ مفرط توسع دیکھ لیا؟ آئندہ قسط میں عجمیوں کی دم گھوٹ تفریط بھی دیکھیں!

عجمیوں کا امام

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۴ رجب ۱۴۴۶ھ ۵ جنوری ۲۰۲۵ء

جان لیوا امام، روح افزا امام، عربوں کا امام اور اب عجمیوں کا امام۔

میرا خیال تھا کہ بچوں کو پالنا زندگی کا سب سے مشکل کام ہے، تقریباً ناممکن! بچے خود کو نقصان پہنچانے کا کوئی موقع فوت نہیں کرتے، وہ ہر سانپ کو ٹرائی کرتے ہیں اور خود اذیتی میں خود سوزی سے بھی ہار نہیں مانتے، بس بچوں کو اللہ ہی پالتا ہے؛ لیکن جب ائمۂ مساجد کے کوائف سامنے آئے تو رائے بدل گئی، اب "بچہ پالن پیشہ" دوسرے درجے پر ہے اور پیشۂ امامت، زندگی کی دشوار گزار گھاٹی کا فرنٹ لائن چیلنج ہے، ہمارے ائمہ کا صحت نامہ، مساجد کے زیر سایہ جاری داستانِ ستم کا خاموش ترجمان ہے، ہر حساس، غیرت مند اور خوددار امام ہائی بلڈ

پریشر اور شوگر سے دوچار ہے۔

ہمارا مدرس اپنے مہتمم کے تعلق سے شکایت کی ڈائری تیار کر لیتا ہے اور امام مسجد کو نگاہِ رشک سے دیکھتا ہے، اسے معلوم نہیں کہ مدرسے کا فقط ایک مہتمم ہوتا ہے اور شخصِ واحد کو شیشے میں اتارنا کچھ مشکل نہیں؛ جب کہ مسجد کا ہر مقتدی مستقل مہتمم ہے، ایک اکیلی جان کے لیے کیسے ممکن ہے کہ وہ سو جداگانہ معیار سے نبرد آزما ہو اور ان کے متضاد مطالبات سے عہدہ برا بھی؟ بس وہ امامت کی کشتی کو گردشوں کے بھنور، موجوں کے تھپیڑوں، باد مخالف کی رکاوٹوں اور چٹانوں کی مار کے درمیان اپنی صحت، جوانی اور عمر گراں مایہ کی قیمت پر رواں دواں رکھتا ہے۔

دینی خدام کی زبوں حالی ہمارا قومی المیہ ہے، ہم امام و موذن کی تقرری کا معیار تشکیل دیتے ہوے ممکنہ تمام لیاقتوں کو درج فہرست کر دیتے ہیں؛ مگر حق الخدمت کی تعیین میں چور بن جاتے ہیں، ایک ذمے دار کسی موذن کا محاسبہ کر رہا تھا، وہ بھی بھرا بیٹھا تھا، کہنے لگا: اتنی تنخواہ میں آپ کو محمد رفیع لادوں؟ ایک امام صاحب تنخواہ میں اضافے کی درخواست متواتر کر رہے تھے، ذمے داران ہر بار نظر انداز کرتے اور ایک ہی بات دہراتے کہ صبر کرو، صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے، آخرش ایک روز وہ امامت کر رہے تھے، پاجامہ پھٹا ہوا تھا، بحالت سجدہ ستر خاص آویزاں نظر آیا، مقتدیوں نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ امام صاحب نے فرمایا کہ یہ صبر

کا پھل ہے!

کہیں حکایت برعکس بھی ہے، مرور زمانہ اگر امام وموذن کو بے مہار کر دے تو وہ بھی گل کھلاتے ہیں، قدامت بھی عجب شے ہے، پتھر کو بھی بھاری کر دیتی ہے، امام وموذن تو پھر بھی انسان ہیں، ایک مرتبہ کا ذکر ہے میں قرول باغ دہلی میں آوارگی کر رہا تھا، جمعہ کا دن تھا، نماز کے لیے قرول باغ کی بڑی مسجد پہنچا تو امام نے پہچان لیا اور مجھے تقریر کے لیے مجبور کر دیا، درمیان خطاب مائک خراب ہو گیا تو موذن صاحب لنگی بنیان میں آئے اور مائک درست کر کے چلے گئے، یہ نیم برہنہ ہیئت مسجد کے حاضرین وسامعین کو ناگوار گذری نہ موذن کو تکلف ہوا، بعد میں امام صاحب نے تعارف کرایا کہ یہ گذشتہ پچیس سالوں سے برسر منصب موذن ہیں، اب میری حیرت دور ہوئی، وہ مائک سیٹ کرنے کے لیے کچھا بنیان میں بھی آسکتے تھے۔

مجھے شیواجی نگر کی طرف گاہے بہ گاہے جانا ہوتا ہے، وہاں ایک اہم مسجد میں قدیم الایام امام ہیں، مسجد کی تعیین نہیں کروں گا، ورنہ اگلی نماز میں دبوچ لیا جاؤں گا، ان کا قدیم رنگ میرے علم میں نہیں؛ مگر آج وہ عہد رفتہ ہیں، قراءت میں تو کیا ہی دم ہوتا! ان کی تکبیرات میں بھی جان نہیں، بس نمازیں پڑھائے جا رہے ہیں! اس کے برخلاف ہمارے امام صاحب باتوفیق شخصیت ہیں، اسی لیے ان کو ایک برکت بھری زندگی عطا ہوئی، وہ بھی کبر سنی اور طبیعت کی نزاکت سے

دوچار ہیں، انھوں نے اس کا حل یہ نکالا کہ عشاء اور فجر کے لیے نزدیکی مدرسے کے ایک خوش الحان طالب علم کو مقرر کر لیا، وہ کیا نماز پڑھاتا ہے! بس ملاً اعلی کی سیر ہی کرا دیتا ہے، شیواجی نگر کا امام بھی کسی جوان العمر خوش گلو کو جہری نمازیں تفویض کر سکتا ہے، مگر نہیں!

ہمارے دیار کی ایک مسجد میں عشاء کی نماز سے قبل اعلان ہوا کہ نماز کے بعد سب رک جائیں، اہم مشورہ درپیش ہے، دوسرا بولا: ابھی کہو، ہم نماز کے بعد نہیں رکنے والے، معلن کے پڑوسی نے کہنی ماری کہ تو بول، کچھ وقت اسی تبادلے میں گذرا، آخر ایک بولا کہ امام کو نکالنا ہے، امام بھی مابدولت حاضر اور موجود تھے، دوسری ٹیم کا ممبر پوچھتا ہے کہ امام صاحب کی خطا کیا ہے؟ حزب مخالف کا نمائندہ کہتا ہے کہ امام پارٹی باز ہے اور اس نے گاؤں میں تفرقہ کر دیا ہے، دوسرے پالے کا متکلم نمودار ہوا اور اس نے امام کی فہمائش کی، امام نے عہد کیا کہ آئندہ سیاسی سرگرمی سے باز رہے گا۔

مخالف ترجمان نے دوسرا پتا پھینکا کہ امام بیڑی پیتا ہے، موافق خیمہ پھر بچاؤ میں آیا اور امام صاحب سے ترکِ بیڑی کی بیعت لی گئی، جو امام صاحب نے فوری پیش کی، مخالف پارٹی کے ایک کارکن نے دوسرے کے کان میں کہا کہ وہ بات بول جو چھٹمل پور والے حضرت نے کہی تھی، استفسار پر عرض کیا گیا کہ امام لنگڑا ہے اور چھٹمل پور کے حضرت نے اس کی امامت کو مکروہ کہا

فہرست

ہے، نیوٹرل دبنگ نے مداخلت کی اور مخالف خیمہ کو جھڑک کر کہا کہ امام سے ہل چلوانا ہے یا نماز پڑھوانی ہے؟ لنگڑا ہے تو کیا ہوا؟ نماز تو پڑھا ہی دیتا ہے، چل بھائی امام! نماز پڑھا، اب کوئی نہیں بولے گا اور امام یہی رہے گا، قضیہ ختم!

اور اسی کے ساتھ ہماری فیس بکی دل لگی بھی ختم یا پھر کم، آج ایک دوست نے زور سے ڈانٹ دیا کہ یہ کیا بکواس لگا رکھی ہے، مضمون بازی بند کر اور چپ چاپ بخاری لکھ ورنہ خرچہ بند، حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ یاد آگئے وہ فرماتے تھے کہ فہیم! صرف ایضاح البخاری لکھ، اور کچھ مت کر، اندرونِ دارالعلوم اور بیرونِ دارالعلوم تیری جو بھی امنگیں ہیں اسی کام سے پوری ہوں گی، میں بد نصیب اس نصیحت پر عمل پیرا نہ ہوا، نتیجتا خانماں خراب ہوں، آج مذکورہ دوست کہتا ہے کہ تو بخاری لکھ، تیرے سارے خسارے اور قرضے میرے ذمے۔

ارے بھائی! آپ نے ایضاح البخاری کی گیارہویں جلد پڑھی؟ جاؤ خرید و اور پڑھو، وہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد لکھی گئی ہے اور بندے نے اس میں خوب آزاد ہو کر اچھل کود کی ہے، اس کے تراجم وابواب دیکھو، میری مضمون آفرینی نے انھیں دل کش بنا دیا ہے، سادہ نظر آنے والے عناوین بھی اہم، گہرے اور باوزن نظر آئیں گے، احادیث کا اردو ترجمہ بہتا آبشار ہے، میرے علم کے مطابق احادیث کے اردو ترجمے کے باب میں مشہور اہل حدیث عالم، مولانا

وحید الزمان حیدرآبادی جملہ مترجمین پر فائق ہیں، ان کا علم بھی وافر ہے، ترجمے کے لفظ لفظ سے ٹپکتا ہے، علم اور بیان جمع ہو جائیں تو قیامت ڈھاتے ہیں، تحدیثِ نعمت کے طور پر کہتا ہوں کہ میرے ترجمے نے ان کا سحر توڑ دیا ہے، جب بھی مراجعت کی اپنی تعبیر کو برتر و بالا پایا، رسول اللہ ﷺ کا ہمارے اوپر حق ہے کہ ہم ان کے ارشادات کو اردو قالب دیتے ہوے جان کی بازی لگائیں؛ تا آں کہ ترجمہ اصل کلام کی رعنائی سے ہم آہنگ ہو جائے۔

تبلیغی اجتماع میں حاضری

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۵ رجب ۱۴۴۶ھ ۶ جنوری ۲۰۲۵ء

تبلیغی جماعت کی عمر اور میری سسرال سے اس کے رشتے کی عمر تقریبا مساوی ہے، اولا میرے نانا سسر وابستہ ہوے اور زندگی نذر کر دی، ان کی وفات بھی راہِ خدا اور خانۂ خدا میں ہوئی، جماعت میں تھے، جمعہ کا دن تھا، عصر کی سنتوں کے بعد فرض کے منتظر تھے، ایک سمت جھک گئے اور روح پرواز کر گئی، تبلیغ کے لیے جو قربانیاں دی تھیں ان پر قبولیت کی مہر لگوا کر لے گئے، ہر شب ان کا تہجد کے لیے اٹھنا اور اسی وقت ان کی بیٹی یعنی میری ساس کا چائے بنا کر پیش کرنے کے

لیے بیدار ہونا خوب یاد ہے، ان شاء اللہ دونوں جنت میں ہیں، نہ ایسی بیٹی دیکھی نہ ایسا باپ دیکھا، تبلیغ نے عجب ہیرے برآمد کیے، عبادت ان کی جبین کو رونق بخشتی تھی اور تقوی ان کے رعب کو نمایاں کرتا تھا، ایک مرتبہ مجھے بھی مرکز یعنی سلطان شاہ کی ہفتہ وار حاضری کا پابند کر دیا تھا۔

تبلیغ کی نسبت سے سسرال میں دوسرا نام حضرت مولانا مصطفی صاحب قاسمی کولاری کا ہے، یہ میرے خالو سسر ہیں، کرناٹک کے حل وحرم ان کی قربانیوں کے شاہد ہیں، خطے کی تاریکی کو روشنی سے بدلنے میں ان کا ایک کردار ہے، حیات مستعار کا سوختہ نذر بخدا کرنے کے بعد وہ کبر سنی کے شب وروز سے گذر رہے ہیں اور جوانی کے بہترین توشے کی برکات ضعیف العمری میں بچشم خود دیکھ رہے ہیں، تبلیغ کی اساس کو پختہ کرنے، بریلوی بیانیے کو ہزیمت دینے، جماعت کی بہار اٹھانے اور دعوت کو کرناٹک کا عام رجحان بنانے والوں کی صف اول کے سپاہی ہیں۔

تبلیغ کی تیسری شخصیت خود ہمارے سسر سی نذیر اللہ شریف صاحب ہیں، ان کی سرگذشت بھی مجسم تبلیغ ہے، کرناٹک کے قدیم اور سرکردہ کارکنان میں سے ایک ہیں، زندگی بھر جماعتی مجاہدے ترجیح تھے، اب عمر کے آخری پڑاؤ میں وقف ہو گئے ہیں، فی الحال چار ماہ کی ترتیب میں ہیں، ملیشیا اور افریقہ وغیرہ جاکر آئے، چار ماہ کے باقی ایام بنگلور میں پورے کر رہے ہیں، تبلیغ نے ان کو عجب

ذوق عبادت بخشا، تہجد کے پابند ہیں، دعا میں بے نظیر ہیں، اذان فجر تک تہجد پوری کر لیتے ہیں اور پھر نماز فجر تک ہاتھ پھیلائے دعا کرتے رہتے ہیں، وہ بلا مبالغہ گھنٹوں دست بدعا رہتے ہیں، بخدا میں نے ایسا طویل دعا کار نہیں دیکھا۔

اس پس منظر میں سہ روزہ اجتماع آگیا، میرے اوپر جمعہ سے پریشر شروع ہو گیا تھا، بروز ہفتہ ماحول تناؤ آلود رہا، میرے دونوں بیٹے پہلے ہی سے مع بستر قدوس صاحب عید گاہ یعنی اجتماع گاہ میں خیمہ زن تھے؛ مگر میری کفایت نہیں ہوئی، ہفتے کے دن میری پیاری بیٹی نے کہا کہ اگر آپ اجتماع نہیں گئے تو ابو پکارنا بند، بس "صاحب" پکاروں گی اور اس پر عمل بھی شروع ہو گیا، اہلیہ کے دباؤ کی تفصیلات ناگفتہ بہ ہیں، اندازہ ہی کر لیں، اس ناقابلِ برداشت پریشر کے سامنے میں سرنڈر ہو گیا تھا؛ مگر میرے ذہن میں ترتیب یہ تھی کہ اختتامی دعا کو جوائن کروں اور بہ طور خاص ٹکٹ اور ٹوکن والے کھانے کا لطف اٹھاؤں۔

خیر! جان بخشی کے لیے کل مغرب بعد والی آخری نشست میں حاضر ہوا، قدرے بیان بھی سنا، متکلم کا مدعا ضبط کرنے کی چندے سعی کی، گفتگو کے پھیلاؤ سے نشست کی درازی مترشح تھی، ادھر گھر میں حاضری درج ہو گئی تھی، بہتر لگا کہ پنڈال کے بجائے مسجد کی جماعت میں نماز پڑھوں اور دعا سے قبل ٹوکن والے کھانے سے فارغ ہو جاؤں، اس دوران کارروائی دعا تک پہنچ جائے گی، یہ کیلکولیشن درست واقع ہوئی، نیم لنگری کھانا زبان سے نہیں، دل سے کھایا، دل

شیدائے نقش کہن ہے، ذہن بزرگی اوڑھ لیتا ہے؛ مگر دل کی عمر میں پیش رفت نہیں ہوتی، نو عمری میں اپنے دیار میں تبلیغی اجتماع خوب اٹینڈ کیے اور تعاون نژاد عارضی ہوٹلوں میں سستے ٹوکنوں پر اڑد چاول خوب کھائے، بنگلور میں اڑد چاول تو نہیں تھے؛ مگر ماحول کی یکسانیت میں خشکہ، دالچہ اور گوشت کی پھال نے اڑد چاول کا مزہ تازہ کر دیا، اونٹ کی طرح ایک ہفتے کے بقدر ٹھونسا۔

اندازے کے عین مطابق کھانے سے فارغ ہوتے ہوتے دعا شروع ہوگئی، بچپن کی تبلیغی خوش گوار یادوں میں ٹوکنی کھانے کے بعد دعا دوسری یادگار ہے، تبلیغی اجتماعات کی اختتامی دعائیں معرکۃ الآرا اور معروف جہاں ہیں، خاص دعا کے لیے شدر حال ہوتا ہے، میں تیاری کے ساتھ شریک ہوا؛ مگر دعا روایت کے بر خلاف کافی مختصر رہی، تبلیغ کے دیگر امور کی طرح اس کے دعائیہ کلمات بھی مخصوص و متعین سے ہیں؛ مگر نہایت پر شوق، دل چسپ، گہرے، بھر پور اور پر کار ہیں، بڑی رعنائی جھلکتی ہے، مزہ آیا، یہ شرکت ایک پر اثر روحانی تجربہ ثابت ہوئی، رب الخلق والامر تبلیغ کے حسن کو بحال کرے، مزید نظر بد سے بچائے، اس کی مسیحائی کو بر قرار رکھے، اس کی گلیوں میں رعنائی لوٹ آئے اور امت دوبارہ عشق اسی سے کرے، آمین، ثم آمین۔

استوا علی العرش

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۸ رجب ۱۴۴۶ھ ۹ جنوری ۲۰۲۵ء

میرے مضامین آفاق و عوالم کی سیر کے بعد گھر آنگن میں در آئے ہیں، محارم غیر محارم سایہ دار اقارب پڑھنے، سمجھنے اور تجزیہ کرنے پر اترے ہوے ہیں، مجھے واقعات و تعبیرات اور الفاظ و معانی کی جواب دہی درپیش ہوگئی ہے، اپنے تعلق سے عالم گیر شخصیت کا دھوکہ یا زعم ہوا تھا، اب معلوم ہوا کہ گھر ہی میں ماخوذ ہوں، بعض دفعات کے لیے معذرت تک کی نوبت آئی، چلو تفریح کے بجائے کچھ سیریس بات کرتے ہیں، یہ باتیں اہل خانہ کی ریچ سے باہر ہوں گی اور ارد گرد کا ماحول پر امن رہے گا۔

رب العزت قرآن کریم میں فرماتے ہیں کہ ہماری کرسی ارض و سماوات سے بڑی ہے، صحیح الاسناد حدیث میں تصریح ہے کہ کرسی اس درجہ عظیم ہونے کے باوجود عرش کے سامنے ایک معمولی حلقے اور چھلے کی مانند ہے، اس کے معنی یہ ہوے کہ عرش کے سامنے ساری کائنات ایک معمولی انگوٹھی کی حیثیت میں سمٹ آتی ہے، اب سوچو کہ خالقِ عرش کے سامنے خود عرش کتنا چھوٹا ہوگا؟ جو عرش رب العرش کی ذات کے سامنے ایک چھلے، حلقے اور انگوٹھی کی حیثیت میں

فہرست⬆

بھی نہیں ہے اس پر اللہ کو کیسے بٹھاتے ہو؟

دیوانو! اللہ نے آسمان اپنی رہائش کے لیے، کرسی بیٹھنے کے لیے اور عرش براجمان ہونے کے لیے نہیں بنائے ہیں، یہ اجسام اللہ کی ذات کو خود میں سمانے کے اہل نہیں، وہ وراء الوراء ہے؛ جب کہ یہ مخلوقات محدود ہیں، قرآنی بیان کے مطابق ارض و سماوات کو وہ اپنے یمین میں لپیٹ لیتا ہے، آپ اسے عرش میں مقید کرنے پر تلے ہو؟ وراء الوراء ذات انگوٹھی سے بھی کم تر جسم پر کیسے بیٹھے گی؟ کائنات کی تخلیق سے قبل اللہ جہاں تھا وہیں ہے۔

ہاں روز محشر تین تبدیلیاں ہوں گی، یہ اجسام فلکیہ وارضیہ فنا ہو جائیں گے، یعنی ذات باری اور ہم ضعیفوں کے درمیان حائل یہ حسی مسافتیں ساقط ہو جائیں گی، اسی طرح ذات خداوندی کے درمیان حائل نور کے پردے بھی اٹھ جائیں گے، ایک اور تبدیلی مخلوق میں ہو گی کہ مومنین کو تیز بصارت عطا کی جائے گی، ان تین تبدیلیوں کے ساتھ وہ میدانِ قیامت میں رب کائنات کو سامنے دیکھیں گے۔

مجھے اس بات کا ذاتی صدمہ ہے کہ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ جیسیا عظیم انسان، قرآن و سنت کا بحر بیکراں اور مصادر اسلام کا بہتا دریا اللہ تعالی کی عظمت، بڑائی اور کبریائی کو سمجھے بغیر دنیا سے رخصت ہوا، استوا علی العرش کی آیت میں اللہ تعالی اپنی عظمت ہمارے ذہنوں میں راسخ کرنا چاہتے تھے، ہم نے برعکس ان کو

محدود اور چھوٹا کر دیا، ان کا مضمون یہ تھا کہ انسانوں کی زمین، ان کو نظر آنے والا آسمان اور تمام سیارے، مزید چھ آسمان اور کرسی؛ یہ کل کائنات ہے اور یہ سب کچھ عرش کے ٹھیک نیچے ہے اور ہم اس عرش سے بھی اوپر ہیں تو ہماری بڑائی کا شعور پیدا کرو، یاروں نے ان کو عرش پر بٹھا دیا اور کس درجہ جہل، ناپختگی، نابالغی اور سطحیت کا ثبوت دیا۔

میں علامہ ابن تیمیہ کے علمی و دینی قدم کی دھول بھی نہیں، ان کے تھوک میں سو فہیم بر آمد ہوں گے؛ بہ ایں ہمہ ناچیز کو اللہ تعالی کی ذات سے متعلق کبھی ابہام نہیں رہا، ان کا علو اور ان کی عظمت نصف النہار کی طرح عیاں اور روشن رہی، ذات وصفات کی نصوص، کائنات کے تدبر کے ساتھ کھلتی ہی چلی گئیں، کسی بھی مرحلے پر اشکال نہیں ہوا، خلائق وصنائع تو ان کے عرفان کے راستے ہیں، ابن تیمیہ جیسی شخصیت راستے میں کیسے اٹک سکتی ہے؟ ہم وطن مشرکین کا مظاہر میں ٹامک ٹوئیاں مارنا قرین عقل ہے کہ وہ وحی کی روشنی سے محروم ہیں، آپ کس طرح وراء الوراء ہستی کو آسمانوں پر چلتے ہوے اور عرش پر پہلو بدلتے ہوے دیکھ سکتے ہیں؟ معرفت رب میں اس درجہ نا رسائی! مقام الوہیت کے ادراک میں اس نوعیت کا افلاس!

عبادت اور مراقبہ تو بہت خاص چیزیں ہیں، اس عاجز کو تو چلتے پھرتے اور عام کوائف کے دوران بھی یہ مستحضر رہتا ہے کہ میرے سر پر لاکھوں کلو میٹر کی

مسافت کے ساتھ آسمان ہے، پھر باہم لاکھوں کلو میٹر کی دوری کے ساتھ چھ آسمان اور ہیں، پھر لاکھوں کلو میٹر کے فاصلے پر کرسی ہے، پھر لاکھوں کلو میٹر کے فاصلے پر عرش ہے، پھر لاکھوں کروڑوں کلو میٹر کے علو پر رب العرش ہے، بس استوا کے یہی معنی ہیں، یعنی وہ سب سے بلند ہے، سب پر حاوی ہے؛ حتی کہ اس عرش پر بھی مستوی اور حاوی ہے جو اس کی تمام مخلوقات کو محیط ہے، خدا سے ڈرو، اسے عرش نشین بت ٹھہرانے اور خود کو بت پرست کہلوانے سے بچو!

❍❖❍

بھارتی سنسکرتی

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۹ رجب ۱۴۴۶ھ ۱۰ جنوری ۲۰۲۵ء

ایک زمانہ تھا جب بنگلور میں ٹیانری روڈ کے نام سے ایک روڈ ہوا کرتا تھا، آج پورا بنگلور ٹیانری روڈ ہے، اُس وقت کا راہ گیر ٹیانری روڈ عبور کر لیتا تو گاڑی ڈوڈی کنارے روک کر اپنی ڈائری میں لکھتا کہ آئندہ شہر بھر کا طواف گوارا کروں گا؛ مگر ٹیانری روڈ پر نہیں آؤں گا، یہی بیعت وہ اپنی اولاد سے بھی لیتا اور اسے وصیت میں درج کراتا، آج جب کہ بنگلور شہر مجسم ٹیانری روڈ ہے تو وہ پسینہ سوکھنے کے بعد ڈائری میں کیا لکھے؟

فہرست⬆

اس سوال کا جواب کرکٹ آئی کون ویراٹ کوہلی نے دیا، اس نے اپنی ڈائری میں لکھا کہ میں ٹیانزی روڈ کراس کرنے کے بعد فیملی سمیت انگلینڈ ہجرت کر جاؤں گا، فرمائیں! مبینہ بھارتی سنسکرتی کو چڑانے والا کوہلی انگوٹھا کیسا لگا؟ تم گودی میڈیا اور اس کے دماغی مریض ناظرین کو کل عالم سمجھتے ہو؟ تم نے ایک ملک کو پر اسرار معبد بنا دیا ہے؟ یہ فرضی تقدس، دیومالائی تخیلات، دل بہلانے والے مفروضے، اساطیری فینٹسی وغیرہ اس وقت بے معنی ہو جاتی ہیں جب انسان، زندگی اور سہولیاتِ زندگی کے نقشوں میں سوچتا ہے۔

وشو گرو کے منہ پر کوہلی طمانچہ تنہا لمحۂ فکریہ نہیں ہے، ہر وہ شخص آپ کے مادر وطن سے زندہ بھاگنا چاہتا ہے جسے لائف کے معانی کا ادراک ہے، میں مضمون کی تیاری میں اعداد وشمار کے پیچھے نہیں گیا، آپ متعلقہ رپورٹس دیکھ لیں، میں نے تو دبئ میں ہندوستان کا سیلاب اور طوفان دیکھا، ایسا بھی نہیں ہے کہ وہ معتدل ہیں، بیشتر کٹر، متعصب اور آر ایس ایس ذہنیت سے وابستہ ہیں۔

چناں چہ میں اے ٹی ایم یہ جاننے کے لیے گیا کہ کیا انڈین کارڈ کام کرتا ہے؟ وہاں دو ہندو نوجوان متعدد مشینوں میں سے ایک کی درستگی میں مصروف تھے، میرا حلیہ دیکھ کر ان کو شرارت سوجھی، یعنی وہاں بھی! وہ کہنے لگے کہ مودی کے بعد یوگی پی ایم ہوں گے، اس کی تشریح یہ تھی کہ ابھی پٹائی کم ہوئی ہے، مزہ نہیں آیا، میں بھی کسی موڈ میں تھا، فکر مند صورت بنا کر عرض گزار ہوا کہ

دوسری طرف بھی تیاری مکمل ہے، سنا ہے کیرل اور مغربی بنگال میں بہت سامان جمع ہے، بس اسی فرضی بات پر دونوں کے چہرے متغیر ہو گئے اور میں ان کو وادی توہم میں ہر سو بھٹکنے کے لیے آزاد چھوڑ کر چلا آیا۔

دبئ میں راقم کا قیام مخول کے ایک بڑے سروس اپارٹمنٹ میں تھا، گردونواح میں اسی فی صد ہندو ہوں گے، یعنی بعینہ ہندوستانی تناسب، دونوں سمت نہایت عالی شان دو مساجد تھیں، دونوں جگہ اذان کے علاوہ نمازیں بھی باہری مائک سے ہوتی ہیں، مکبر الصوت پھر مکبر الصوت ہی ہیں، بیڈ روم تک جاتے ہیں، بھارتی سنسکرتی کی دہائی دینے والے بھجن کی جگہ اذان اور نماز دونوں سے مونگ دلوا رہے ہیں، یہاں اذان کو آلودگی کہتے تھے وہاں نماز بھی گلے پڑی ہے؛ بہ ایں ہمہ مست ہیں، شعور بالغ ہوا اور زندگی کا مطلب سمجھ میں آیا تو سنسکرتی کے حوالے اور دعوے یتیم ہو گئے۔

مولانا وحید الدین خان صاحب کہتے تھے کہ لوگ ترقی یافتہ ملکوں کی آسائشیں دیکھتے ہیں تو وہیں بس جانے کی آرزو کرتے ہیں؛ جب کہ میرے دل میں یہ جذبہ انگڑائی لیتا ہے کہ ہمارا ملک بھی ایسا ہی ہو جائے، مولانا چوں کہ وطن پرست تھے؛ اس لیے کھل کر نہیں بولے، اس ارشاد کا حاشیہ یہ ہے کہ بیرون کے مقابلے اپنا ملک کباڑ خانہ ہے، سیاست دانوں نے وسائل کو نچوڑ کر مسائل تخلیق کیے ہیں، کانگریس قدرے خائف رہتی تھی کہ عوام کو جواب دہ تھی، بی

جے پی سے سوال ہی نہیں، جس طرح مقامی مسلمان کہتے ہیں کہ باہری مسلمانوں نے بیڑا غرق کیا، اسی طرح پسماندگی کا ٹیانری روڈ والا آئینہ بی جے پی کو دکھایا جائے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم نے تو بہت کوشش کی؛ مگر مسلمانوں نے آبادی بڑھا کر ہماری اسکیمیں ناکام کردیں، ہر مسلمان چار نکاح کے ساتھ بیس بچے بنارہا ہے، ہم ترقی کاری کہاں تک کریں؟ یہ دونوں توجیہ مساوی طور پر سچی ہیں۔

ہندوستان میں جب تک بی جے پی حکومت ہے کوئی ترقی ممکن نہیں، ان کو الیکشن جیتنے کے لیے بہتری اور پیش رفت درکار ہی نہیں، ہمیں ذہنی طور پر اس کے لیے تیار رہنا چاہیے کہ ہماری موت یا پھر قیامت اسی خستہ وخراب نقشے پر آنی ہے، صورِ اسرافیل کے بعد خدا ہی نیا اسٹرا کچر دے گا، یہ حیا باختہ ٹولہ کوئی ہائی وے بنا دیتا ہے تو بلیوں اچھلتا ہے، دنیا ایسے ہائے ویز سے ٹھیک پچاس سال قبل گذر چکی ہے، پھر اس پر تاحیات ٹول ٹیکس لگا کر انگریزی دور کے لگان کی طرح عوام کا خون چوستے ہیں، بس میں بیٹھا جاہل سمجھتا ہے کہ اسے ٹول سے معاف رکھا گیا ہے، بس ٹکٹ میں شامل ٹول ٹیکس کو سمجھنا اس کی رینج سے باہر ہے، اس سے کہیں بہتر ہے کہ عوام خود ہی روڈ بنالے اور ٹول وصول کرے، ظالموں نے نفع بخش خالص تجارت کو خدمت باور کرار کھا ہے، عوام تو یہ بھی نہیں جانتے کہ ٹول دینا کب تک ہے؟

آبادی والی بات بی جے پی کی ایک ٹانگ والی مرغی، کھل جا سمسم، ترپ کا

پتا اور ہر بند قفل کی شاہ کلید ہے، ہمارے یہاں کے ذہنی مریض یہ نہیں جانتے کہ صنعتی انقلاب کے بعد آبادی ایک اضافی پوائنٹ ہے، حضرتِ انسان کا جدید نام انسان نہیں، انسانی وسائل ہے، انسان کو دنیا ترقی کا چشمہ کہتی ہے، وزارت تعلیم کو انسانی وسائل کی وزارت کہتے ہیں اور تم اسے بوجھ سمجھتے ہو! تمھاری نشوونما آخر کب ہوگی؟ آبادی بوجھ ہے تو مجرد آبادی کی بدولت آپ کی برابر آبادی والا ملک چین آپ سے سو سال آگے کیوں ہے؟ ملکوں کے پاس محض دو نوع کے ہی وسائل ہیں: قدرتی اور انسانی، پھر قدرتی وسائل یعنی پیٹرول اور گیس سے پیسہ تو تخلیق ہو جاتا ہے؛ مگر سیاسی، سفارتی اور عسکری تفوق نصیب نہیں ہوتا، خلیجی ممالک مالامال ضرور ہیں؛ مگر طاقت کی ترازو میں روئی کے گالے ہیں؛ جب کہ انسانی وسائل سے مال بھی پیدا ہوتا ہے اور قوت بھی، امریکہ پاگل تو نہیں کہ اپنی پینتیس کروڑ کی آبادی میں پانچ کروڑ کی کنیڈین آبادی کو بھی شامل کرنے کے لیے بضد ہے۔

عذاب الحریق

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۱۰ رجب ۱۴۴۶ھ ۱۱ جنوری ۲۰۲۵ء

غزہ ویڈیوز نہ دیکھ سکنے کی تلافی لاس اینجلس ویڈیوز سے کی، جو طبیعت غزہ تباہی کے مناظر کی تاب نہیں لاتی تھی، اس نے گذشتہ شام کیلیفورنیا کے شہر خواب کی خاکستری کو حسین نظاروں کی طرح انجوائے کیا، ویڈیوز خوب دیکھیں اور بس یہی ایک شغل کیا؛ تا آں کہ نیند آگئی، اس فرق کی وجہ اس کے ماسوا کیا ہو سکتی ہے کہ ثانی الذکر ویڈیوز مکافات عمل کا عنوان ہیں، ذہن کے عقبی حصے میں فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِينَ (نمل:۶۹) کی بازگشت کچوکے لگاتی رہی اور ہم امریکہ کی قومی فلم صنعت کے داستانِ آتش میں تبدیل ہونے کے گواہ، تماشابین، تضحیک کار، تفریح شعار اور تالی باز بنے رہے۔

امریکہ ٹیکنالوجی کا امام ہے، کل اس کی ناک کا سوال بھی تھا، ہمارے یہاں قدرتی حادثوں کے بعد بچاؤ مہم اور راحت کاری مضحکہ خیز ہوتی ہے، وسائل ہمارے نکمے پن کی چغلی کھاتے ہیں؛ مگر امریکہ کی صورت حال مختلف ہے، اس کے وسائل زمین وآسمان کو چیلنج کرتے ہیں، لاس اینجلس کو بچانے کے لیے امریکہ نے زمین وفضا کی تسخیر کے تمام آلات محاذ آتش پر لگا دیے ہیں، ہیلی کاپٹر، جہاز،

فہرست⬆

اڑن طشتری، اڑتے ٹینک، ہوا میں تیرتی خلائی مشین، نت نئے منڈلاتے آلات آگ کے مقابلے پر ہیں، امریکہ کے دیو ہیکل آلات کو عذاب الحریق سے لڑتے دیکھ کر پسر نوح یاد آگیا، وہ کہتا تھا کہ پہاڑ پر پناہ لوں گا، حضرت نے اس کو تنبیہ کی کہ یہ عذاب ہے اور کوئی پناہ عذاب میں مداخلت کی اہل نہیں۔

اپنی پیاری بلی کے لیے رونے والے! غزہ کے معصوم بچوں کو یاد کر، اپنے گھر کی تباہی کی جزئیات بتانے والی خاتون! غزہ کا نوحہ سن، یہاں غنچہ یہاں گل تھا کی داستانِ غزہ دیکھ، ماسک لگا کر بھاگنے والے! غزہ میں اتنی مہلت بھی نہیں ہوتی، خاکستر گھر کی قیمت ۳۵ ملین ڈالر بتانے والے! غزہ تباہی ٹریلین میں ہے، گھر کو جلتا ہوا دیکھ کر رونے والے! غزہ میں بھی کوئی روتا ہے!

غیر مرئی مواد ہمارے ذہن میں خیالی تصویر، نین و نقش اور صورت پیدا کر دیتا ہے، چناں چہ شیطان کی قبیح اور بد صورت تصویر کی طلب میں، ضعیفہ نے جاحظ کو مصور کے سامنے پیش کیا اور کہا کہ اس کی شبیہ تراشو، شیطان کچھ ایسا ہی ہو گا، نصوص میں جہنم کے ذکر و مذکور نے دل و دماغ میں ایک خاکہ اور تصور بنایا ہوا ہے، امریکہ کی آگ دیکھی تو قوت مدرکہ نے جہنم کا لفظ اسکرین پر نمایاں کر دیا، واقعی لاس اینجلس مناظر کی تعبیر میں جہنم کے علاوہ کوئی لفظ میل نہیں کھاتا، دوسری ہر تعبیر چھوٹی ہے اور بے موقع بھی۔

پہلا جوابی وار

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۱۰ رجب ۱۴۴۶ھ ۱۱ جنوری ۲۰۲۵ء

گذشتہ سولہ ماہ سے یہ پوری قوم اللہ کے ساتھ راست جنگ میں ہے، اب جاکر انھوں نے پہلا جوابی وار کیا ہے، ان کو معلوم ہے کہ غزہ پر برسنے والے بم کہاں سے آئے ہیں، غزہ مجرمین اور ان کا حامی ٹولہ کہاں رہتا ہے، اسرائیلی جنگ کا سپہ سالار ابلیس اپنا سیاہ کلچر کہاں برآمد کر رہا ہے، ان کو سب پتہ ہے، انھوں نے شیطانی خیمے کو گردن سے دبوچا ہے، نبض مسل دی ہے، شہ رگ مروڑی ہے، غرور خاک آلود کر دیا ہے، ناک کاٹ لی ہے، چہرہ بد نما کر دیا ہے، سولہ ماہ کی کڑواہٹ برابر کر دی ہے، غزہ کے تماشا بینوں کو مجسم غزہ بنا دیا ہے، ربانی غزہ انجوائے کرنے والو! اب شیطانی غزہ بھی انجوائے کرو، تمھارا اپنا غزہ۔

بھائی ہم تو غزہ والے ہیں، ہم سے یہ امید فضول اور حمق ہے کہ ہم امریکی خاکستری کا ماتم کریں، آج بھی ہمارے گھروں پر بم پھٹے ہیں، درجنوں شہید ہوے ہیں، یہ بم امریکہ نے بھیجے ہیں، وہ ہمیں خاک وخون کرنا چاہتا ہے، ایک عرب آزمودہ کار نے کہا تھا کہ جنگ منظور ہوئی تو امریکہ جاؤں گا، آج صاف ہو گیا کہ وہ عرب سوفی صد اللہ کی لائن پر سوچ رہا تھا، اسرائیل قریب تو فقط مہرا ہے، گیم تو

فہرست⬆

اسرائیل بعید کے ہاتھوں میں ہے۔

عذاب کی کوئی خاص تعریف ہے؟ ہم قدیم النسل یہودی تو نہیں ہو گئے؟ وہ کہتے تھے کہ اللہ سامنے آکر بتائے تب مانیں گے، ہم بھی وہی چاہتے ہیں، اب اللہ ہمیں مطمئن کرنے کے لیے ہالی ووڈ فضا میں نمودار ہو کر کہے گا کہ یہ میں نے کیا ہے، اس زندگی میں کفار نے کون سا عذاب تسلیم کیا ہے؟ بدر جیسے عذاب کو بھی بعد از مرگ یاد کرایا گیا، ستر لاشوں کو کنویں میں ڈال کر رسول اللہ ﷺ نے پوچھا تھا کہ اب بتاؤ عذاب کیسا لگا؟ تم حریف کے اقرار تک عذاب کو بے مقصد کہو گے؟ کب اور کس نے مانا ہے کہ یہ عذاب ہے اور ہم مجرم ہیں؟ آخری سانس تک ہر مجرم خود کو برحق مانتا ہے، کیسا عذاب اور کیسا گناہ؟

آپ کے رسول ﷺ تو ہر تغیر کو عذاب کے نقطۂ نگاہ سے دیکھتے تھے، وہ تیز آندھی پر نیت باندھ کر حضور رب کھڑے ہو جاتے تھے، وہ اسیر ان بدر کے فیصلے پر عذاب کو ایک ہاتھ نزدیک دیکھ رہے تھے، آپ نے عذاب ہی موقوف کر دیا، یہ قدرتی آفات کیا بلا ہے؟ حضور نے یہ تعبیر استعمال کی؟ فلاسفہ نے عقل عاشر کو زمام کار سونپ کر اللہ کو سلا دیا تھا، تم سبب الافعال کو وہی درجہ دینے پر تلے ہو! تمھارے لحاظ سے تو غزوۂ خندق کی آندھی بھی تغیر موسم کی مثال تھی، کفار قریش نے کب اسے عذاب مانا تھا؟ قرآن کی تصریح پر کچھ فرمائیں کہ وہ سورۂ احزاب میں طوفان کا کریڈٹ لے رہا ہے؟

فہرست

سبب مسبب کے اس چکر ویو میں آپ کے مطابق اللہ کہاں ہے؟ دست بستہ تماشا بین؟ وہ مداخلت کرتا ہی نہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے ایک خوب صورت تمثیل میں یہی نکتہ سمجھایا اور اس کے لیے سب سے بڑے سبب کو منتخب کیا، فرماتے ہیں کہ سورج عرش کے نیچے جاتا ہے، سجدہ ریز ہوتا ہے اور تسلسل کے لیے اجازت مانگتا ہے، اس کا میسج یہ ہے کہ تمہاری کائنات کا سب سے بڑا سبب کہ جو محورِ کائنات ہے اور سیاروں کی حیات وسلامتی اس پر انحصار کرتی ہے، وہ خود ہمارے اذن کا محتاج ہے، یہاں جو کچھ ہوتا ہے، ہمارے اشارے پر ہوتا ہے، موسمی تبدیلی، انوائرنمنٹ اور گلوبل وارمنگ صرف عنوان ہیں، صاحب عنوان ہم خود ہیں۔

❍❖❍

لبرلز کیا چاہتے ہیں؟

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۱۰ رجب ۱۴۴۶ھ ۱۱ جنوری ۲۰۲۵ء

آپ کے مطابق تو رسول اللہ ﷺ کی بد دعائیں (نعوذ باللہ) محل نظر اور غیر انسانی ہیں، بئر معونہ حادثے کے بعد آپ نے ایک ماہ متواتر قنوت پڑھی، جس میں بد دعا اور لعنت شامل تھیں، قریش کے ظلم پر آپ نے قحط اور فاقے

جیسی بد دعائیں کیں، ان بد دعاؤں کی قبولیت تو ظاہر ہے آپ کی مبینہ "قدرتی آفات" کی صورت میں ہی رونما ہوگی، فرشتے تلوار یا بندوق لے کر تو سامنے آنے سے رہے، ان بد دعاؤں کے نتیجے میں تو آندھیاں، طوفان، سیلاب، خسف و مسخ، زلزلے اور سونامیاں ہی آئیں گی، جنھیں آپ قدرتی آفات کہتے ہیں اور ان پر خوشی منانا غیر انسانی عمل ٹھہرا ہے۔

آپ کے خود ساختہ انسانی زاویۂ نگاہ سے جب دشمن ظلم کے پہاڑ توڑے تو ہمیں اللہ سے کہنا چاہیے کہ دیکھیں! یہ ہمارا آپسی معاملہ ہے، آپ درمیان میں نہ آئیں، ہمارا غزہ دیکھ کر آپ کہیں لاس انجلس نہ کر دیں، اس میں ہم آپ کی ہمنوائی نہیں کر سکیں گے، آپ کی آگ اور ہماری خوشی غیر اخلاقی ہوگی، ہمیں مرنے دیں، ظالم کو ننگے ناچ کے لیے آزاد رکھیں، ایسا کچھ ہرگز نہ کریں کہ ان کے گھر آنگن میں صف ماتم استوار ہو جائے، ایسا ہوا تو بہت برا ہوگا، ہم انسان ہیں اور ظالموں کی بیخ کنی پر بھی ملال کرتے ہیں، لاکھوں انسانوں کے قاتل جب آپ کی زد میں آتے ہیں اور آگ انھیں کھدیڑتی ہے تو بہت خراب لگتا ہے۔

دو کروڑ مسلمانوں نے سولہ مہینے غزہ مجرمین کے لیے بد دعائیں کیں، اب ان کی قبولیت کی کیا شکل ہوگی؟ قرآن کہتا ہے کہ یہی اسرائیلی اور امریکی دو معروف پیغمبران حضرت داود و عیسی علیہما السلام کی زبانی لعنت کھا چکے ہیں؛ بل کہ لعنت کے نتیجے میں بندر اور خنزیر تک بنے، اور ہاں تاریخ کی سب سے بڑی

"قدرتی آفت" تو طوفان نوح ہے، ماسوائے حضرت نوح، نسلِ آدم ہی ختم ہوئی، یہ عذاب حضرت نوح کی فرمائش پر اترا تھا، وہ آپ کے لبرل ذوق میں کہاں آئیں گے؟ دیگر اقوام بھی قدرتی آفات کا لقمہ بنیں، چیخ، تیز ہوائیں، سنگ باری اور ابابیل؛ یہ سب عذاب قدرتی آفات ہی کی شکل میں سامنے آئے تھے، جن کا استقبال اور خیر مقدم وقت کے انبیاء نے کیا، اب بتاؤ لاکھوں مسلمانوں کے خون کی جواب دہ قوم پر مسلط عذاب کا خیر مقدم کر کے انبیاء کی صف میں کھڑے ہوں یا اس پر نوحہ سجا کر ظالموں کی صف میں!

❍❖❍

اسمارٹ آگ

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۱۱ رجب ۱۴۴۶ھ ۱۲ جنوری ۲۰۲۵ء

اتنی بات پر جملہ تجزیے و تبصرے متفق ہیں کہ جاری آگ معمول اور روٹین سے مختلف ہے، آگ کا ایسا دریا کبھی دیکھا نہ سنا، آگ اس طرح برسی نہ پھیلی، اس کی لہریں، اقدام، پھیلاؤ، اٹھان، نمود، انگڑائی، تماشا خیزی، مہم کاری، ہدف کا تعاقب، کام کی تکمیل، احساس ذمے داری، فرض شناسی، مقصد کی تحصیل، نشانے کی درستگی، منصوبے کی تسخیر، مشکل پسندی، حریف آلات کی مزاحمت،

متعلقہ امر کی انجام دہی پر اصرار، نامساعد ماحول میں استقلال، مخالف لشکر کشی کا دلیرانہ مقابلہ، دیواروں کو پھاندنا، رکاوٹوں کو عبور کرنا وغیرہ وغیرہ، ارے بھائی! یہ تو اسمارٹ آگ ہے، شعور وادراک سے لیس ہے، رسول اللہ ﷺ نے قرب قیامت ایک اسمارٹ جانور یعنی دابۃ الارض کی خبر دی ہے، وہ انسانوں سے ہم کلام ہو گا، ان کی تو آگ بھی اسمارٹ نکلی۔

یہ آگ کس درجہ اسمارٹ ہے کہ دنیا بھر سے امریکہ کو چنتی ہے، امریکی طول وعرض سے ہالی وڈ کو منتخب کرتی ہے، وادی معصیت سے سرخیلوں کو ہدف بناتی ہے، انسانوں میں شیاطین دریافت کرتی ہے، گھروں میں شبستان چھانٹتی ہے، دس ملین ڈالر (تقریبا سو کروڑ انڈین روپے) مکان کو معیار بناتی ہے، غزہ تضحیک کاروں کو ڈھونڈ نکالتی ہے اور پھر قیامت ڈھاتی ہے، جس طرح ۲۰۰۴ کی سونامی میں ۲۶ دسمبر کا انتخاب اتفاق نہیں تھا، اسی طرح لاس اینجلس کا انتخاب بھی اتفاق نہیں ہے، یہ بائبلک یا اشراط الساعۃ کے انداز اور اس لیول کی آگ ہے، یعنی جسے دیکھ کر یہودی توریت کی، عیسائی بائبل کی اور مسلمان اشراط الساعۃ کی مراجعت کریں۔

ایک آتش زدہ کار پر دو فائر مین مامور ہیں، قریب تھا کہ قابو پالیتے، دفعۃً کار کی آگ نے نیا گولا بر آمد کیا اور دونوں ہر کاروں کو لپیٹ میں لے لیا، مخصوص لباس کی وجہ سے ان کی جان تو بچ گئی؛ مگر وہ زندہ وار ننگ سمجھ گئے، کار اور آگ

کے درمیان اپنی مداخلت واپس لی اور اسے آگ کے رحم پر چھوڑ گئے، آگ کا حملہ ختم ہونے کے بعد فائر فائٹرز بتائیں گے کہ انھوں نے آگ کی زبانی کیا کیا سنا، آگ کا رویہ ذوی العقول والا ہے، لوگ تماشا دیکھ رہے ہیں اور آگ مکمل انہماک اور یکسوئی سے مفوضہ حصے کی تخریب میں محو ہے، وہ راہ گیروں سے متاثر ہے نہ احتجاجی صداؤں پر متفکر، وہ گردونواح سے بے نیاز ہے، اس کی یکسوئی کا یہ عالم ہے کہ وہ نزدیک میں مصروفِ عمل اپنی بہن کی کارکردگی بھی نہیں دیکھنا چاہتی۔

ہم نے حقیقی سپر پاور اور مدعی سپر پاور کا مقابلہ دل چسپی سے دیکھا، امریکی انتظامات پر حرف زنی کی گنجائش نہیں، باقی دنیا تیاری کے ساتھ بھی وہ مزاحمت نہیں کر سکتی تھی، جو امریکہ نے یکایک کی، میں سوچتا ہوں کہ خدانخواستہ اگر ایسی مصیبت ہمارے یہاں آجاتی تو اس بار لاشیں گنگا کے بجائے خشکی میں تیرتیں، امریکہ میں موت کا جو ٹول دس پر رکا ہوا ہے اس میں مودی یوگی نا اہلی کے پانچ زیرو اضافی نظر آتے، کوئی کہہ سکتا ہے کہ امریکی نظم سرپرائز میں ہے، ہرگز نہیں، ان کے ہیلی کاپٹر دیکھو، فضائی ٹیکنالوجی کیا ہے، جہاز، لاس اینجلس کی ہوا میں کیسے کیسے آلات تیر رہے ہیں، مشینیں منڈلا رہی ہیں، واقعی امریکہ ترقی یافتہ ملکوں سے بھی کئی صدی آگے ہے، بہ ایں ہمہ وہ آگ نہیں بجھا سکا، آگ جہاں بجھی ہے کام پورا کرنے کے بعد بجھی ہے، یعنی جب جلانے کے لیے کچھ باقی نہیں رہا، اسے بجھنا یا بجھانا کہتے ہیں؟ آگ اسمارٹ ہے، مفوضہ مہم کی تکمیل کے بعد

اپنے مالک کے پاس واپس چلی گئی ہے، وہ مزید رک سکتی تھی؛ مگر حقیقی سپر پاور کو ابھی اتنا ہی منظور ہے، وہ کہتا ہے:

وَلَنُذِيقَنَّهُم مِّنَ الْعَذَابِ الْأَدْنَىٰ دُونَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ (سجدہ: ۲۱) وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّن ذُكِّرَ بِآيَاتِ رَبِّهِ ثُمَّ أَعْرَضَ عَنْهَا إِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِينَ مُنتَقِمُونَ (۲۲)

❍❖❍

جذبات بھی قربان

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۱۳ رجب ۱۴۴۶ھ ۱۴ جنوری ۲۰۲۵ء

آپ کے لحاظ سے تو صحابہ کی بڑی تعداد، تابعین، قدیم اہل علم؛ بالخصوص محدثین جذباتی اور دماغی مریض قرار پائیں گے، انھوں نے دین اور علم دین کے لیے رشتے داری سمیت ہر تعلق اور نسبت سے سمجھوتے کیے؛ حتی کہ اپنی صحت سے بھی، شیخ ابو غدہ کی صفحات من صبر العلماء پڑھیں، آپ کے مبینہ جذباتی اور دماغی بیماروں کی قربانیوں کی بدولت آج آپ مسلمان ہیں، یہ سوچ اسلامی تاریخ اور مذہبی لٹریچر سے لاعلمی پر مبنی ہے، توبہ کریں۔

صحت، بہبود اور شفقت پر مبنی احکام عوام کے لیے ہوتے ہیں، خلاف

ورزی پر نبی فہمائش بھی کرتا ہے؛ لیکن خود نبی کی ذاتی زندگی دیکھو، پاؤں پر ورم ہے، رات بھر نیت باندھے کھڑے تھے، کوئی خاکہ خونِ جگر کے بغیر رنگین نہیں ہوتا، آپ نے جو اعتراض حاضر باش طالب علم پر کیے ہیں ایسے کتنے ہی اشکال اسلام کی سب سے بڑی شخصیت حضرت ابو بکر پر وارد ہوتے ہیں، مثال کے طور پر گھرستی والا انسان کل سرمایہ کیسے نذر کر سکتا ہے؟

اگر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا وائرل قصہ درست ہے کہ وہ گھر سے آئے ہوے خطوط بھی نہیں پڑھتے تھے، تو زیر بحث بچہ کچھ بھی نہیں، اب حضرت کی دماغی حالت پر کچھ ارشاد فرمائیں! حضرت شیخ زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے کی وفات کی خبر آتی ہے، وہ پرچی پڑھ کر ایک جانب رکھ دیتے ہیں اور بذل المجہود کے کام میں بدستور محو ہو جاتے ہیں، ان کی جذباتی بیماری پر بھی رائے زنی کریں۔

کوئی بڑا کام غیر معمولی قربانیوں کے بغیر رونما ہوا ہے؟ حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغی فنائیت پر اہل علم کو اشکال ہوا تھا، حضرت مولانا عاشق الٰہی سر فہرست ہیں، حضرت شیخ زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے اسی مضمون سے ان کا شبہ دور کیا تھا، راہِ علم میں لوگوں نے جان بچانے کے لیے اپنا پیشاب تک پیا، اگلی بار یہ نوبت آئی کہ پیشاب بھی نہیں اترا، بیہوش ہوے یا وفات پا گئے۔

چند ایسے دھن کے پکے مطلوب ہیں، جو فلک کی بجلیاں گرانے والی ضد کے سامنے اڑ جائیں، اسی نوع کا سرشار آگے چل کر چمن کا دیدہ ور بنتا ہے اور فساد

زدہ دستور میخانہ درست کرتا ہے، ایسی تنگیوں کی دعوت نہیں دی جاتی؛ مگر خداداد ہوں، رضاکارانہ ہوں، مبنی بر شوق ہوں، تو قابل خیر مقدم ہیں، اللہ تعالی نے عیسائیوں کی رہبانیت اور زہد پر جو تنقید کی ہے، اس میں نفس رہبانیت کا رد نہیں ہے، ہاں آدابِ زہد کی رعایت میں کوتاہی کا شکوہ ضرور کیا ہے؛ لہذا خواص کا آؤٹ آف وے منکر نہیں، مقبول و مطلوب ہے۔

❍❖❍

قطر: کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۱۸ رجب ۱۴۴۶ھ ۱۹ جنوری ۲۰۲۵ء

ایک ایسے وقت جب حافظ کا معروفِ زمانہ مصرع "چوں کفر از کعبہ بر خیزد کجاماند مسلمانی" اپنے حقیقی اور زمینی معانی میں سامنے آیا ہے اور سرزمین حجاز رقص و سرود کی میزبان بنی ہے، قطر کا اسلامی جھنڈے کو سینے سے لگانا عجوبۂ روزگار بھی ہے اور خدائی نشانی بھی، قطر ان مبینہ مسلم ممالک کے منہ پر طمانچہ ہے جو بکاؤ جنس بنے ہوے ہیں، کوئی "ڈالر خرید" ہے تو کوئی "ڈر خرید"، نفاق وغدر کے ماحول میں قطر اتمام حجت ہے، اس کی سرخ روئی کا پیغام واضح ہے کہ ڈالر کے وزن میں جھول جانا، میڈیا کے غبارے میں اڑ جانا، عسکری طاقت کے

خوف میں سجدہ ریز ہو جانا اور جدت پسندی کی بجلیوں میں دب جانا مومن کی شان نہیں۔

قطر وہ سب کر چکا ہے جو ہنوز نو عمر شہزادے کے خوابوں کی فہرست ہے؛ مگر اسلام سے سمجھوتہ کیے بغیر، تم تمہید ہی میں ارتداد کے دروازے پر ہو، قطر نے پورے میلے کا اسلامائزیشن کر دیا تھا، اس کا افتتاح قرآن تھا، اس کے سائڈ پروگرام دعوت تھے، قطر کی مذہبی احساسِ برتری ہارون الرشیدی ہے، قطر کو خود معلوم نہیں ہے کہ وہ کیا کردار ادا کر گیا اور کس دور میں کیا کرامت کر گیا، بقول شاعرِ الہ آباد: کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں! پھر اس نے مجرد نام لینے پر اکتفا نہیں کیا، اسلاموفوبیا کی شمع خراشی بھی کی، ان کو مجبور کیا کہ وہ اسلام کا کلمہ سنیں اور اسے انجوائے کریں، یعنی ناک خاک آلود کر کے برداشت کریں۔

افغانستان آنکھ دکھائے تو سمجھ میں آتا ہے کہ ان کا مکا ہیوی ویٹ ہے، امریکہ کے اعصاب بھی جواب دے گئے تھے، ترکی اسلام کی بات کرے یہ بھی قابلِ فہم ہے کہ بڑا ملک ہے، سپر پاور ہے، قطر کو کیا ہوا؟ یہ تو کچھ بھی نہیں، اس کا جغرافیہ آپشن سے بھی خالی ہے، ایک سانس میں پار کر جاؤ، یہ اسلام کے لیے دنیا سے لڑتا ہے، اکیلا ہی کفن باندھ لیتا ہے، فقط غیروں سے نہیں، اس باب میں اپنوں کو بھی گنجائش نہیں دیتا، ایک خدا کے لیے سارے خداؤں سے الجھ بیٹھتا ہے، اسے اپنے جزیرہ نما ہونے کا بھی ڈر نہیں، ہمسایوں کے بائیکاٹ کو خاطر میں

نہیں لاتا، مادہ پرست دنیا پوچھتی ہے کہ قطر کو یہ اعتماد کہاں سے ملتا ہے؟ اسی معمے کا یک لفظی جواب ایمان ہے۔

ہمارے دور میں قطر حق کی سند کے طور پر ابھرا ہے، طالبان کی کشتی ڈانواں ڈول تھی، قطر ناخدائی کے لیے آگے آیا، دنیا معاہدہ کہہ رہی تھی اور قطر جانتا تھا کہ یہ دست خط امریکی ناموس کی نیلامی ہے، قطر نے صلح نہیں کرائی تھی، افغانستان کو تمغہ دیا تھا اور امریکہ کو اقرار نامہ، امریکہ کو دوحہ دستاویز کی شکل میں دائمی عار تفویض ہوئی، غزہ کی یتیمی بھی قطر کے دست باتوفیق سے دور ہوئی، قطر نے جنگ بندی میں جو کردار نبھایا وہ روح القدس کی تائید کے بغیر ممکن نہیں تھا، ٹرمپ برعکس طور پر نیتن یاہو کی گردن مروڑ رہا تھا، اسے دھمکا کر قائل کیا، قطر نے اپنے پالے میں کوئی دباؤ نہیں ڈالا، گیم کو حکمت، فراست، صبر اور دانائی سے چلایا، پھر پکا کر ایسے موڑ تک لے گیا، جہاں نیتن یاہو غرور کے لیے گنجائش ختم ہو چکی تھی، بس ایک چیخ تھی اور مسودہ منظور۔

تم کتنی نیک بختی نام کرالائے ہو؟ غزہ فتح کے تاریخی اعلان کا سہرا قطری وزیر اعظم کے سر سجے گا، دو ارب مسلمانوں کو عصر حاضر کا سب سے بڑا مژدہ قطری زبان سنائے گی، کرۂ ارض کا نعرۂ تکبیر قطری اعلامیے پر گونجے گا، دنیا بھر کی مٹھائیاں قطری بشارت پر تقسیم ہوں گی، فی زمانہ دینی اخوت اور اسلامی سرخ روئی کا وہ ایک کام بتاؤ جس میں قطر مسبوق ہو، مابعد بشار الکلب شامی بھائیوں کے

لیے امدادی سامان کا پہلا جہاز قطر سے آئے گا، دمشق میں اولین پرواز دوحہ سے آئے گی، مصر کی اسلامی رنگ والی مرسی حکومت کو دنیا الگ تھلگ کرے گی تو قطر آٹھ ارب ڈالر سے اس کی پشت استوار کرے گا، اسلام پسندوں پر دنیا تنگ ہو گی تو قطر پناہ دے گا، علما پر دست درازی ہو گی تو قطر بچائے گا اور تاحیات میزبانی کرے گا، غزہ کی دوزخ کو دوبارہ جنت بنانے میں قطر پیشوائی کرے گا۔

ناچیز یہ جان کر دنگ رہ گیا کہ امریکی سلامتی کے تمام ادارے قطر کو دہشت گردوں کا معاون، سہولت کار اور فنڈر ڈکلئیر کیے ہوے ہیں، معلوم ہوا کہ اگر آپ دولتِ ایمان سے مالا مال ہیں، مومنانہ بصیرت سے محروم نہیں ہیں تو دشمن کی ناک کے نیچے بھی اپنا الو سیدھا کر سکتے ہیں، تم سے یہ توقع کیوں کر ہو؟ جب کہ تم دشمنوں کے نمائندے ہو، تمھیں آقاؤں کا مفادات عزیز از جان ہے، امت کا مسئلہ تمھارا مزہ کرکرا کرتا ہے، تم بیرونی محاذ پر قطر کی برابری کیا کرتے تم گھر میں بھی نالائق ہو، مثال کے طور پر تمھیں تبلیغی جماعت جیسی خدا رسیدہ تنظیم سے الرجی ہے، قطر نے تبلیغی جماعت کو مرکز بنا کر دیا ہے، میں اس وسیع و عریض مرکز کو دیکھ کر دنگ رہ گیا، تبلیغی مراکز کی پیمائش کہیں اسکوائر فٹ میں ہو گی، کہیں گز اور میٹر میں بھی ہو سکتی ہے، دوحہ میں واقع مرکز کی وسعت کلو میٹروں میں ہے، پیدل دیکھنا ممکن نہیں، کار کے ذریعے معائنہ فرمائیں، بلا شبہ: ایں سعادت بزورِ بازو نیست۔

فہرست⬆

قطر اور دیگر عرب ریاستوں کے مابین فرق یہ ہے کہ قطر اپنے وسائل کا فائدہ اسلام کو پہلے نذر کرتا ہے، اپنے مفاد کو لائن حاضر رکھتا ہے، اللہ الصمد کسی کا قرض واجب الادا نہیں رکھتے، نتیجتا قطر برکتوں میں نہاتا ہے، دیکھو قطر نے الجزیرہ تاسیس میں اسلام اور اسلام پسندوں کی ترجمانی مقدم رکھی، وہ اپنی افتاد میں اسلامی بیانیے کا مشعل بردار ہے، اس کے لیے وہ وقت کے فرعون سے بھی پنگالیتا ہے، اپنے مفاد کا رسک اٹھاتا ہے، مودی اور آر ایس ایس کی دکھتی رگوں کو آئے دن دباتا ہے، ہندوستانی سیاست کو ننگا کرنے والے الجزیرہ مضامین، رپورٹس، تجزیے اور کالم گودی میڈیا کے لیے، ڈر، خوف، نا امیدی، صدمہ اور رنج والم کی علامت ہیں؛ حالاں کہ دیگر عرب ریاستوں کی طرح ہندوستان کے ساتھ قطر کی بھی اربوں ڈالر کی مارکیٹ وابستہ ہے؛ مگر قطر کے لیے خدا کا بازار زیادہ عزیز ہے؛ پھر خدا بھی احسان نہیں رکھتا؛ یہ دستِ غیب کا اثر ہے کہ آج الجزیرہ خالص صحافتی تناظر میں بھی دنیا کے چنیدہ ناموں میں سر فہرست ہے، وہ معیار، اعتماد، رسائی، انتخاب، گرفت اور فن کاری سمیت جملہ صحافتی معانی میں نیو یارک ٹائمز سے آنکھیں ملاتا ہے؛ بل کہ مات بھی دیتا ہے، قطر کی یہ بھی کرامت ہے کہ اس نے کم از کم ایک میدان میں یورپ اور امریکہ کو برابر کی ٹکر دی یا سبقت بھی لے گیا۔

فہرست

ختم بخاری

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۲۱ رجب ۱۴۴۶ھ ۲۲ جنوری ۲۰۲۵ء

شرعی جواز یا استحباب کے لیے عمل کی خاص صورت کا ثبوت ضروری نہیں، عمل کی اصل ثابت ہو کافی ہے، ذکر، عبادت اور نیک عمل کے بعد دعا اور اہتمامِ دعا دونوں ثابت ہیں، بس یہی ختم بخاری کی اصل ہے، جس طرح درس بخاری حضور کے دور میں نہیں تھا، اسی طرح ختم بخاری بھی نہیں تھی؛ لیکن دونوں کی اصل رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کی شکل میں موجود تھی۔

کسی بھی مستحسن اور مستحب عمل کو بے اعتدالی کی بنیاد پر ترک کر دینا بھی آپشن نہیں، تجاوزات کا آپریشن کرنا چاہیے، نفس عمل پر جراحی بڑی خیر سے محرومی بھی ہے اور اپنے فکری، نظریاتی، مشربی اور ذوقی بیانیے سے رجوع بھی، ختم بخاری رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کی برکتوں کے جلو اور شکوہ کی ساعت ہے، یہ دیگر امہات الکتب کے خواتیم کی نمائندہ بھی ہے، تبرکات کی اس عید کو اٹھا دینا حرمت دین کو متاثر کرتا ہے۔

مانا کہ برصغیر کے ڈی این اے میں "اَجْعَل لَّنَآ إِلٰهًا كَمَا لَهُمْ ءَالِهَةٌ" شامل ہے اور ہمارے دیار کی روح بدعات وخرافات کا پیرہن پہننے کی عادی ہے؛

فہرست

مگر اس ڈر کی بنیادوں کو گرایا جائے، ڈر کے سامنے خود سپردگی نہ کی جائے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ جب اپنے شاہ کار فتح الباری کی تصنیف سے فارغ ہوئے تو ایک مثالی پروگرام منعقد کیا، حضرت کرسی پر جلوہ افروز ہوئے اور اس آخری نشست میں قراءت خود کی، علامہ سخاوی کہتے ہیں کہ وہ ایک منفرد موقع تھا، لوگوں نے ایسا جشن نہیں دیکھا، علما، فضلا، وزرا، قضات؛ سب حاضر تھے، شعرا نے مدح سرائی کی اور حافظ نے ان کو موقع پر اشرفیاں بخشیں، اس جشن فتح الباری میں پانچ سو دینار خرچ ہوئے، بس خواتین نہیں تھیں، آپ بھی خواتین تک مت جاؤ، آپ جمعہ وعیدین میں خواتین کو ساتھ نہیں لاتے؛ آپ کی فتنے والی توجیہ قوی بھی ہے اور معقول بھی؛ پھر ختم بخاری میں یہ زاویہ کیوں نظر انداز کرتے ہو؟ آپ کو معلوم نہیں کہ اجتماعی امور میں خواتین کی ورچوئل شرکت معتبر مانی گئی ہے؟ میدان جہاد میں مرد ان کے نائب ہیں، جب ان کو گھر بیٹھے ثواب ملتا ہے تو ناحق زحمت کیوں دیتے ہو؟

حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ اپنی مسجد کے امام تھے، بینائی متاثر ہوئی اور مسجد جانا ممکن نہ رہا، گھر میں نماز کے لیے جگہ مقرر کرنا چاہتے تھے، تبرک کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے خواست گار ہوئے، آپ تشریف لائے اور حسبِ عادت "وأبو بكر معه" بھی، آپ نے نشان زدہ مقام پر دو رکعات کی ادائیگی کی اور عتبان بن مالک کی گھریلو مسجد کا افتتاح ہو گیا، علمائے ربانیین جہاں

رسول اللہ ﷺ کے علمی وارث ہیں، ان کے تبرک کے بھی وارث ہیں، اکابر سے افتتاح بخاری کراؤ اور ختم بخاری بھی، اس میں برکت ہی برکت ہے۔

اردو شروحات کا استہزا

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۲۹ رجب ۱۴۴۶ھ ۳۰ جنوری ۲۰۲۵ء

مذہبی رنگ کے منکرات اپنی اصل میں معروف و مستحسن ہوتے ہیں، افراط و تفریط، تجاوزات اور غلو ان کے حسین چہرے پر مکروہ غازہ تھوپ دیتے ہیں، نااہل ہاتھ پھولوں کی شادابی کو مسخ کر دیتے ہیں، ناقص باغبان چمن کا حلیہ بگاڑ دیتا ہے؛ مگر کوئی نہیں کہتا کہ چمن بندی قبیح عمل ہے، یا باغبانی قابل مذمت ہے، پانی کہاں مر رہا ہے؛ اس کی نشاندہی کی جاتی ہے، فساد کی وجہ طے کی جاتی ہے اور عملِ جراحی کو حدود کا پابند رکھا جاتا ہے، جس طرح ایک شاندار عمل کو اپنی بے راہ روی سے خراب کرنے والا طبقہ مجرم ہے، اسی طرح تنقید کے نام پر لمٹ کراس کرنے والا جدت پسند آزاد گروہ بھی دانستہ یا غیر دانستہ آلۂ کار ہے۔

اگر دقیق بحثوں کو اردو زبان میں حل کرنا، دشوار فہمی کے ذوق کو متاثر کرتا ہے تو اصل کربلا ہماری درسگاہ ہیں، جن کی تدریسی زبان اردو ہے، یہ قابل

تسلیم نہیں کہ اردو زبان میں پڑھنا ذوق کے لیے سم قاتل ہے اور اردو میں سننا مژدۂ جاں فزا، اردو کی قلمی تشریح گلشن کے لیے پیغام موت ٹھہرے اور اردو ہی کی لسانی تشریح بہار نو کہلائے، اگر اردو تفہیم دقتِ فہم، باریک ادراک اور مشکل یافت کی افتاد کو نقصان پہنچاتی ہے تو اس میں قلم اور زبان دونوں ہم صفحہ ہیں، ایک پر فرد جرم عائد کرنا جانب داری ہے، یکساں طور پر قد غن لگاؤ، درس گاہوں کی زبان کو عربی کا پابند بناؤ؛ مگر یہ زاویہ ہی بے بنیاد ہے، جب آپ مشکل مقام کو سمجھ گئے تو آپ کی عسیر الفہمی نشو ونما پا گئی، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ آپ نے سرکش گھوڑے کو قابو کیسے کیا، اتنا کافی ہے کہ آپ دشوار گزار وادی سے سرخ رو نکلے۔

شرح کی قیمت زبان سے طے کرنا وہی دھوکہ ہے جو کوتاہ بینوں کو امتحان کے پرچے میں ہوتا ہے، بعض وارفتہ سر یہ سوچتے ہیں کہ جواب میں عربی کفایت کرے گی، مشمولات کی اہمیت نہیں، ایسے عربی پرچوں کو ردی کے ٹوکرے میں جگہ ملتی ہے؛ جب کہ اردو میں حل کیا ہوا عمدہ پرچہ تحسین بٹورتا ہے، علم میزان ہے، نہ کہ زبان، مثال کے طور پر بخاری کی ایک عربی شرح التوشیح ہے، جسے علامہ سیوطی نے رقم فرمایا اور ایک اردو شرح انوار الباری ہے، جسے میرے ہم وطن بزرگ عالم دین مولانا احمد رضا بجنوری نے مرتب کیا، دونوں کا موازنہ کر لیں، عربی شرح علم سے خالی ہے؛ جب کہ انوار الباری کی سطر سطر علم ہے، میں نے یہ

جاننے کے لیے مایوسانہ سعی کی کہ علامہ سیوطی نے یہ شرح کیوں لکھی؛ مگر میں بدستور خالی ہاتھ رہا۔

ہماری نصابی کتابیں دشوار ہیں، پھر ان میں بعض مقامات دقیق ہیں، دیانت دار مدرس ان مقامات کو اپنی ذہانت، متعلقہ مراجع، فنی مصادر اور ممکنہ مواقع کی مراجعت سے حل کرتا ہے اور طلبہ کی علمی آسودگی کو یقینی بناتا ہے؛ لیکن سال بھر کا طویل دورانیہ اس دریافت کو متاثر کر دیتا ہے، یوں وقت آنے پر نئی جان کاہی لگتی ہے، اس کا حل یہ ہے کہ اساتذہ اشاریے تیار کر لیتے ہیں؛ تاکہ سالانہ مشقت موقوف ہو جائے، اس میں ایڈوانس خیال یہ ہے کہ مکمل شرح مرتب کر لی جائے اور ایک بار کی ریاضت ہمیشہ کے لیے محفوظ اور زندہ وجاوید ہو جائے، اگر کسی مدرس کو یہ تحریک شارح بناتی ہے تو اس میں کیا قباحت ہے؟ یہ تو خالص علمی تناظر ہے، زبانی افادہ محدود تھا، قلمی صورت میں فیض عام وتام ہو گیا۔

ناچیز کو درس متنبی تفویض ہوا تو کئی باتیں سامنے آئیں، عربی زبان میں متنبی کی دس سے زائد شروحات ہیں، خود متنبی کا معاصر اور ستونِ عربیت ابن جنی بھی شارحین کی صف میں ہے؛ لیکن ہمارے درسی آہنگ میں وہ سب مل کر بھی کافی نہیں، لغات میں ان کا نقص فطری ہے، ایک تو اس لیے کہ عرب شارحین کو نیا لفظ بعد از جستجو بہ مشکل میسر آتا ہے؛ جب کہ ہمارے لیے تقریباً ہر لفظ نیا ہے، دوسرے ان کا بیانِ لغت جداگانہ ہے، ہم اس کے عادی نہیں، اس کے بعد نحوی

ترکیب پر آجائیں، اولا توز نجیری اور عائلی ترکیب ان کے یہاں متعارف ہی نہیں، وہ انتخابی ترکیب کے عادی ہیں اور اس میں بھی استیعاب اور احاطہ ہر گز نہیں، اس طرح ترکیب کے باب میں ابن جنی سے لے کر عکبری تک سب از کار رفتہ ہیں۔

متنبی کی ترکیبی وادی کو دست یاب اردو شروحات کی جاہلانہ ترکیبوں نے مزید خاردار کیا، اردو شارحین نے ترکیبوں میں دونوں انواع کی غلطیاں کی ہیں: مفہوم اور معنی سے مزاحم ترکیبیں بھی درج ہیں اور فنی اصولوں سے متصادم بھی، ناچیز سے متنبی پڑھنے والوں کو یاد ہو گا کہ غلط ترکیبوں کی نشاندہی بھی درسی تفریح کا ایک عنوان تھا، مستزاد یہ کہ مجھے بعض اشعار کی روایتی تشریح بے محل معلوم ہوئی اور میں نے ان کو درست معانی دیے، وہاں مجھے عرب اکابر شارحین کی رائے بھی نارسا محسوس ہوئی، یہ بات درس گاہ میں برملا کہی بھی، دونوں معانی سامنے رکھ کر میں نے طلبہ سے پوچھا کہ کون سا معنی مربوط اور معقول ہے؟ سب نے میرے خیال کی تائید کی، یہ ایسا تناظر ہے جس میں ذہین، ماہر، محنتی، باذوق اور ذی علم مدرس اردو شرح کی طرف جاتا ہے، بار بار کی محنت کا خون بہا ایک بار کی قلمی یادداشت سے ادا کرنا چاہتا ہے۔

تخلیقی افتاد جب شرح کا محاذ کھولتی ہے تو علم و فن کا گنج گراں مایہ نمودار ہوتا ہے، تخلیق کار حل کتاب تک محدود نہیں رہ سکتا، آپ نے نہیں دیکھا تفتازانی فن کاری جب جوش مارتی ہے تو علوم عربیت کہاں تک لہراتے ہیں اور

تلخیص کی شرح ایک گوشے میں سکڑ جاتی ہے! قرآن کا فنی شارح محی الدین درویش ایک لفظ کے تعاقب میں دشت گزار آتا ہے! مدرس کے سینے میں ابلنے والے نکات آخر پیرہن کیا اختیار کریں؟ یادداشت کافی نہیں اور وقیع بھی نہیں ہوتی، بالآخر وہ شرح کا سہارا لیتا ہے اور حل کتاب کے جلو میں موتی لٹاتا ہے اور "کم ترک الأولون للآخرین" کو مجسم کرتا ہے، چھوٹا منہ بڑی بات، بخاری کی شرح میں بھی نئے جواہر ٹکرائے؛ مگر حضرت الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ کو نسبت اور ادعا نا گوار تھا؛ اس لیے انتساب حذف کرتے گئے، واقعی حضرت مولانا ریاست علی صاحب بجنوری رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم کی شخصیات کے مابین کسر نفسی بل کہ بے نفسی کے باب میں عدیم المثال تھے، وہ قلندرانہ شان رکھتے تھے کہ مشکات کے درس میں فرما گئے بہشتی زیور دیکھ کر آیا ہوں، اب بھی کسی تحقیق کو لے کر نفس شوخی کرتا ہے تو حضرت کا چہرہ برہانِ رب بن کر سامنے آجاتا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث اور فن حدیث پر شاہ کار تیار کیے؛ مگر وہ اپنی بعض تصانیف کا استخفاف کرتے تھے، ان میں نخبۃ الفکر بھی شامل ہے، وہ ان کتابوں کو ابتدائی دریافت مانتے تھے؛ جب کہ یہ سب تحقیق کا نمونہ ہیں، فتح الباری پر وہ ناز کرتے تھے، اسے وہ متاع حیات اور مایۂ دو جہاں قرار دیتے تھے؛ کیوں کہ وہ مجرد شرح نہیں ہے، وہ دیوانِ سنت اور دفتر دین ہونے کے علاوہ ان کے فن پاروں کی امین ہے، اس چمن میں وہ بوٹے سجائے گئے ہیں جن میں خونِ جگر لگا

ہے، عظیم شخص شرح نہیں لکھتا چشمۂ ابد پیدا کرتا ہے، فتح الباری علوم وفنون کی فتح ہے۔

آپ کس مالیات کی بات کر رہے ہیں؟ میں ایسے شارح مدرس کو جانتا ہوں جس کی تنخواہ پورے مہینے کی دو روٹی کے مطالبات سے ہار جاتی ہے، تصنیف کے منافع دو دو چار چار کتابوں کی شکل میں آکر کب صرف ہو جاتے ہیں خبر نہیں ہوتی، ایڈیشن ختم ہونے پر بخار عود کرتا ہے کہ نیا ایڈیشن کیسے شائع کریں، اگر اہل علم کو مخلص خدام دین کی مدد حاصل نہ ہو تو قیمتی کتابوں کی نئی اشاعت بھی ممکن نہیں، خلاصۃ التفاسیر پر کام کیے ہوئے سالوں گذر گئے، اس کے تعارف پر ناچیز کا ارقام کردہ پچیس صفحاتی مقدمہ پرانا ہو گیا؛ مگر کتاب کی اشاعت کا خواب ہنوز سرامایے کی راہ دیکھ رہا ہے۔

چھوٹوں کا ذکر کیا بڑوں کی تصانیف بھی اہل خیر پر منحصر رہیں، ہم دور بیٹھے آمدنی کے قیاس وضع کرتے کرتے مرے جارہے ہیں! اور کون سی دولت ہے علماء کے پاس؟ آخری حوالہ ذاتی گھر ہے، ارے ظالمو! ذاتی مکان بالکل بنیادی درجے کی ضرورت اصلیہ ہے، بعض منتظم مزاج، کفایت شعار، متحرک وفکر مند اساتذہ گھر بنانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں! اور کیا آسائشیں ہیں؟ وہ بھی بتدریج، سستے وقت میں دور دراز جگہ خرید لی، اس میں بھی قرض ہوا، پھر پیٹ کاٹ کر گھر بنالیا، باقی زندگی اس کا قرضہ اتار رہے ہیں، یہ حاصل ہے اساتذہ اور شارحین کی

مالیات کا۔

اردو زبان، اسلام اور علوم اسلام کی دوسری مادری زبان ہے، یہ درجہ اصل مصادر کے لحاظ سے ہے، قارئین کے اعداد وشمار کو سامنے رکھیں تو درجہ بندی پر نظر ثانی بھی ممکن ہے، پھر ہمارا حلقہ اردو داں ہے؛ اس لیے اردو شرح فطری ترجیح ہے، مصنف خالص علم کا انتخاب کرے گا تو عربی قلم کی طرف جائے گا اور اگر تفہیم کو چنے گا تو اردو قالب کی طرف جائے گا، پھر متعلقہ حلقہ، ضرورتِ مخاطب اور دائرۂ عمل کے محرکات بھی اہم ہیں اور وہ سب اردو کے حق میں جاتے ہیں، اس سیاق میں اردو شرح نے ایک بابِ علم متعارف کرایا، پھر بعض اہل علم کا عربی قلم سیال نہیں ہوتا اور پر تکلف اظہار علم وفن کی شادابی، رعنائی اور نمود کے منافی ہے، تو وہ اپنا علمی سوختہ اردو شرح میں ودیعت کر دیتے ہیں، مرور زمانہ کے ساتھ ان جواہر کے قدردان جنس کی تبدیلی بھی کر لیتے ہیں، اگر اکابر نے اردو کو عار سمجھ کر وہ موتی نہ بکھیرے ہوتے تو دنیا ایک علم سے محروم ہوتی۔

اردو شرح کے استہزا کا محرک جدت پسندی ہے، یہ مغالطہ ہے کہ وہ عربی شروحات کے معتقد ہیں، ان کی نظر میں علم کی خدمت حقیر ہے، اردو شرح کو آسان ہدف کے طور پر نمایاں کیا گیا ہے، وہ علم کی جملہ سرگرمیوں کو عبث مانتے ہیں، ورنہ ان کی تنقید تجزیاتی بنیاد پر ہوتی، وہ معیار کی بات کرتے، ان کے تیر غیر معیاری نقوش کو نشانہ بناتے، وہ خانہ پری رجحان پر مرکوز ہوتے اور اگر ایسا

ہوتا تو لفظ اردو سے گریز ناگزیر تھا، غیر ضروری کام تو عربی زبان میں بھی خوب ہوتا ہے، نت نئی بے مقصد تصانیف کا عربی سلسلہ توسیلاب کی صورت میں آیا ہوا ہے، پھر اردو پر اصرار نیت کو مشتبہ بناتا ہے اور فکر کی چغلی کھاتا ہے۔

کچھ پتا نہیں کیا لکھنا تھا اور کیا لکھا! اور اب اس دراز نفس گفتگو پر نظر ثانی بھی مشکل ہے، بس کچھ بھی سمجھ لو یا کچھ بھی نہ سمجھو! طبیعت ناساز ہے، شوگر ہو گئی ہے، ہموم و غموم سے نبرد آزمائی میں ہنوز مغلوب ہوں، دعا فرماتے رہیں۔

ٹرمپ کا سعودی تکیہ

محمد فہیم الدین بجنوری

۲ فروری ۲۰۲۵ء

ٹرمپ نے گذشتہ میعاد کے آغاز میں جارحانہ مسلم مخالف بیانات دیے تھے، اس وقت ایک عجیب ماحول پیدا ہو گیا تھا، تناؤ کی خاص فضا میں سعودی عرب کے معروف تاجر ولید بن طلال کی قومی رگ حرکت میں آگئی، اس نے ٹرمپ کو یاد دلایا کہ ہم نے آپ کو ایک بار دیوالیہ ہونے سے بچایا تھا، اسے مت بھولو، یہ ضرورت آگے بھی پڑ سکتی ہے۔

ولید نے ایک تاریخی ڈیل کی طرف اشارہ کیا تھا، عجائبِ روزگار میں ایک

نام عدنان خاشقجی بھی ہے، اَسّی کی دہائی میں یہ جیو سیاسی رسوخ کی حامل تاجر اور لائزننگ شخصیت تھی، سعودی نژاد امریکی بزنس مین اس وقت خلیجی ریاستوں کو اشاروں پر نچاتا تھا، اس نے نبیلہ نام کی ایک عالمی شہرت یافتہ کشتی / کروز بنوایا، جس کو اس وقت ایک نمبر ریکنگ ملی۔

جب عدنان کو پاداشِ اعمال کا سامنا ہوا تو یہ جہاز برونائی کے بادشاہ نے خریدا، ٹرمپ میں خود نمائی جرثومہ قدیم الایام ہے، اس نے بھی کشتی نمبر ون کی ملکیت کا ذائقہ ضروری سمجھا؛ لیکن نوے کی دہائی میں ٹرمپ کو دیوالیہ صورت حال کا سامنا ہوا، اب اس کروز کے بھی دن لد گئے تھے، دلہن فرسودہ ہو رہی تھی، رنگ وروغن آمادۂ دغا تھا، ایسی صورت میں ٹرمپ نے ولید بن طلال کے دروازے پر ناک رگڑی اور اس نے ٹرمپ کو بیل آؤٹ کیا۔

ٹرمپ کو سعودی تکیے سے خصوصی اور پرانی مناسبت ہے، ایک وقت اس کا ذاتی ایمپائر ڈانواں ڈول تھا تو بلادِ حرم سے انفرادی کمک کافی ہو گئی تھی، اب اس کا ملکی خزانہ متاثر ہے، تو اس نے سعودی عرب کے سرکاری خزانے پر شب خون مارا ہے، جس طرح ولید کی کروز ڈیل میں کوئی جان نہیں تھی، ٹرمپ کمپنی کی مدد پیش نظر تھی، ٹھیک اسی طرح ٹرمپ نے صدر نشینی کے بعد اولین ڈیل میں سعودی عرب کو اربوں ڈالر کا جو اسلحہ فروخت کیا ہے، اس کے بھی عسکری معانی مفقود ہیں، بے مصرف ذخیرہ لاحاصل بھی ہے اور گوداموں پر بوجھ بھی،

امریکی خزانے کی صحت یابی ہدف ہے اور یہ بات شہزادے سے بھی مخفی نہیں؛ مگر باج گزار ہے اور لگان کی صورتیں تبدیل ہوتی رہتی ہیں؛ اس لیے مزاحم نہیں ہوا۔

ہمیشہ آن لائن

محمد فہیم الدین بجنوری

۳فروری ۲۰۲۵ء

اللہ تعالی ہمہ وقت آن لائن ہے، وہ نیند کے عارضے سے بھی منزہ ہے، وہاں بشری حوائج یا انسانی کمزوریوں کا وقفہ بھی نہیں، مستزاد یہ کہ وہ ہر کنکشن کے ساتھ شخصی طور پر مربوط ہے، واسطوں کا حجاب نہیں، ایسی صورت میں ہمارا آف لائن رہنا بے مروتی ہے اور محرومی بھی، چوں کہ ہمارے اعذار ہمہ وقت ربط میں حائل ہیں؛ اس لیے عارفوں نے ترکیبیں تخلیق کیں، صوفیا کے معروف اشغال اسی دائمی تعلق کی تربیت ہیں، پاس انفاس، ذکر قلبی، مراقبہ وغیرہ ہمہ وقت آن لائن رکھنے کا نصاب ہیں، اس راہ پر چلو اور اپنے مالک کی غیر منقطع معیت کا حظ اٹھاؤ۔

فہرست⬆

شکرِ نعمت

محمد فہیم الدین بجنوری

۴ فروری ۲۰۲۵ء

مہاکمبھ کے ننگِ انسانیت مناظر نے آپ کو حیرت میں ڈالا؛ جب کہ جملہ اہل کفر میں یہ تماشے قدرِ مشترک ہیں؛ بل کہ مجرمانِ اسلام یعنی مسلمانوں کے باطل فرقوں کی مذہبی بیہودگی بھی اس سے کچھ زیادہ مختلف نہیں، یقین نہ آئے تو بریلوی مزاروں اور شیعہ مراسم کا نزدیکی مشاہدہ کریں، ان کی بد مذہبی بھی، حماقت اور لغویت سے گذرتے ہوے فحش تک پہنچتی ہے؛ لہذا مہاکمبھ کی عبرت میں نعمتِ اسلام کی تحدیث کافی نہیں، اس تشکر میں دیوبندیت کی نعمت کو بھی شامل کرو اور کہو:

اے اللہ شکر ادا کرتا ہوں کہ آپ نے اشرف المخلوقات یعنی انسان بنایا، اربوں انسانوں کی فہرست میں تولد کے لیے مسلمان والدین کا انتخاب کیا، مسلم فرقوں کے مابین اہل السنۃ والجماعۃ میں شامل کیا، سنی انتساب کی ارزانی میں خالص اہل حق اہل دیوبند میں اٹھایا، کروڑوں مسلمانوں میں علم دین کے لیے چنا، علم دین کے باب میں صاف، خالص اور شیریں چشمہ، چشمۂ قاسمی عطا کیا، دیارِ ہند میں امت وسط کے علم بردار رشید واشرف کی ترجمانی سے نہال کیا۔

فہرست⬆

یہ آپ کی عظیم نعمتیں ہیں، ہم ایسے تیس مار خاں نہ تھے کہ ذاتی کسب کے طور پر ایک بھی اعزاز حاصل کر پاتے، بار الٰہا! مجھ سے زیادہ مراعات یافتہ تو کوئی بھی نہیں! اے کریم! یہ شکر نامہ قبول فرما اور ان بیش بہا نعمتوں کا قدر دان بنا!

جس دیے میں جان ہوگی وہ دیا رہ جائے گا

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۹ شعبان ۱۴۴۶ھ ۹ فروری ۲۰۲۵ء

اب یہ طے ہو گیا کہ ارضِ مقدس پر ایک ہی علم لہرائے گا: فلسطینی علم یا اسرائیلی جھنڈا، اسرائیل قریب اور اسرائیل بعید؛ دونوں نے ضابطے میں یک ریاستی موقف کا اعلان کر دیا ہے، فریقین: صہیون اور حماس کے ایک ملکی ایمان کے بعد سعودی عرب سمیت متعدد ملکوں کی دو ریاستی تجویز "وضو کی خانہ پری اور لہو کی ویرانی" کے نصاب میں جاتی ہے، چلمن اٹھ چکا ہے، "برائے نام" والی باتیں قصۂ ماضی ہیں، بر سر پیکار نظریے عیاں ہو گئے ہیں: یا تو وہ رہیں گے یا ہم۔

امریکی از خود رفتہ صدر کو سوچنا چاہیے تھا کہ قبضے کے خلاف انکار، اختلاف اور نا منظوری فلسطینیوں کا اجتماعی ڈی این اے ہے، ۱۹۲۳ کا الیکشن

بائیکاٹ، ۱۹۳۷ میں پیل کمیشن کی نامنظوری، ۱۹۴۷ کی تقسیم کا انکار، ۱۹۶۷ کے بعد کی صورت حال میں مختلف پیش کش پر تھوکنے والے غزہ سے دست بردار کیسے ہو سکتے ہیں؟ یہ بعینہ اسلامیان ہند کی پوزیشن کا اعادہ ہے، ہمارے یہاں انتہا پسندوں نے سو سال ڈورے ڈالے، بابری مسجد کی تفویض کے لیے آفر ہی آفر تھے، نصف نصف کی بات بھی ہوئی، ایک حصے کا مطالبہ کرنے والے آخر پوری مسجد لے گئے؛ مگر یہ اہم نہیں، مسلمان اللہ کو جواب دہ ہیں، دشمنوں کے پاس طاقت تھی، ہم ناتواں تھے، انھوں نے طاقت کے بل پر مسجد گرائی، اپنے ارمان نکالے؛ مگر ہم نے سودا نہیں کیا۔

اسرائیل نے طاقت کے زور پر فلسطین کا بیشتر حصہ غصب کر لیا ہے، فلسطینی باقی ماندہ کے لیے بھی بدستور لڑیں گے، ہر انچ لہو میں سرخ ہو گا، "جان دی دی ہوئی اسی کی تھی" والی ادائیں جاری رہیں گی، ہار گئے یہ رقم ہو سکتا ہے، فلسطین کا سودا کیا یہ ننگ نہیں اٹھائیں گے، سود وزیاں کا آسرا لینے والے منافقین اور مصلحت کی دہائی دینے والے نیم عقیدہ دانشوران اور ارض مقدس کے وفاداروں کے مابین راستوں کا فرق یہیں سے پیدا ہوتا ہے، نفاق کی تلقین یہ ہے کہ قدس بیچ کر عافیت خریدو اور ایمان کی تحریک یہ ہے کہ عز وشرف کے لیے جان کی بازی بھی نفع بخش ہے۔

سچی بات یہ ہے کہ دو اسٹیٹ کا نظریہ ٹرمپ نے ختم نہیں کیا، یہ سہرہ

حماس کے سر ہے، سات اکتوبر کو تیرہ سو اسرائیلیوں کے مقبرے میں دو ریاستی بیانیہ بھی ہمیشہ کے لیے آرام یافتہ ہو گیا تھا، سات اکتوبر کو دوسرا ہولوکاسٹ کہنے والے غزہ اسٹیٹ منظور کر سکتے ہیں؟ اگر بے ریاست غزہ زیر وزبر کر سکتا ہے تو ریاستی غزہ کیا صورت پیدا کرے گا؟ سات اکتوبر نے مسئلہ فلسطین میں وہ پیچ پھنسا دیے ہیں جن کا کوئی حل نہیں، سات اکتوبر کا سایہ دائمی ہے اور اس سایے میں تنازع کا تصفیہ خارج از امکان ہے، حماس نے مذاکرات کے ٹیبل پر سات اکتوبر کی بندوق رکھ کر بات چیت کی قواعد کو تا ابد بے معنی کر دیا ہے۔

دیکھو صدر صاحب! آپ غزہ میں قیاس نہ کریں، مسلم ملکوں میں آپ کی مہم جوئی اس لیے کام یاب رہی کہ وہاں منافقین دست یاب تھے، مصر میں سیسی ہے، عراق میں نوری مالکی دریافت ہوا تھا، افغانستان میں حامد کرزئی نے خدمت کی؛ حتی کہ آپ فلسطین یعنی مغربی کنارے میں بھی بامراد ہیں، وہاں آپ کو محمود عباس حاصل ہے، آپ کو یہ کردار غزہ میں نہیں ٹکرائیں گے اور ان نمائندوں کے بغیر آپ مجبور محض ہیں، آپ نے غزہ میں پمفلٹ گرائے، مخبری پر لاکھوں ڈالرز آفر کیے، کوئی غزہ شہری جاسوس بنا؟ کسی نے قیدیوں کا سراغ دیا؟ یہ ایمان کی غار ہے، یہاں ایمان والے دنیا کو لات مار کر آئے ہیں، مغربی کنارے کی نسبتا بہتر سہولیات اور قدرے آزادی پر غزہ کی تنگیوں اور سخت حصار کو ترجیح دی ہے، ان سے خود سپردگی کی توقع نہ رکھیں، غزہ ایمانستان ہے، اسے ایمان اور عقیدے

کی نظر سے دیکھیں، مادے کی عینک سے دھوکہ نہ کھائیں۔

اور ہاں یہ تو آبیل مجھے مار والی بات ہوئی، وہ تو کب سے آپ کی تلاش میں ہیں، اسرائیل سے تو وہ بدرجہ مجبوری برسرپیکار ہیں، آپ رسائی سے دور جو ہیں، آپ غزہ آجائیں تو خواب جاگ اٹھیں، اصل ضیافت تو آپ ہی کی بنتی ہے، پچھتر سالہ نسل کشی کی دستار خباثت آپ کے سر ہے، حساب کی راست برابری کا لطف کیا بیان کریں! بالواسطہ تصفیہ کسک چھوڑ جاتا ہے، آپ تشریف لائیں، غزہ کی سرزمین پر آپ کا خیر مقدم ہے۔

مصر اور اردن آپ کے نمک خوار ہیں؛ لیکن حق نمک کی بھی لمٹ ہے، اردن پہلے ہی نصف فلسطین ہے، یہ بیس لاکھ بھی منتقل کردو، اردن نہ ہوگا، فلسطین ہوگا، سوچو اسرائیلی سرحد کیسی پر امن اور محفوظ ہوگی، جو جوانان بے زمین ہوتے ہوئے ناکوں چنے چبواتے آئے ہیں وہ ملکی پشت پر کیا رنگ جمائیں گے؟ مصر اخوانی الاصل ہے، وادی سینا کی آغوش اور طور سینا کا سایہ عشق کو نئی بلندیوں سے ہم آہنگ کرے گا، اولا تو غزہ بدری ممکن نہیں اور اگر فرض کرلیں تو اس کا انجام اسرائیل کے لیے وَعَسَى أَنْ تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَكُمْ ہوگا اور غزہ والے اردن و مصر کو حضرت ابو جندل اور حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہما کے سیف البحر میں تبدیل کردیں گے۔

ٹرمپ بھی بلا کا تفریح باز ہے، غزہ جلاوطنی کی تجویز عین اس وقت لایا

ہے جب فریقِ جنگ اس کے قیدیوں کی مشکیں کھول رہا ہے، آپ ان شہزادوں کو بے دخل کروگے جن سے قیدیوں کی بھیک وصول کر رہے ہو؟ جنابِ مسخرہ! وہ سب عوام ہیں، آپ قائدین خرید سکتے ہیں، پبلک برائے فروخت نہیں ہوتی، تم علی الصباح وائٹ ہاؤس میں شیخی مارو وہ سرِ شام تمھارے قیدیوں کی رہائی کے پروٹوکول سے ناک خال آلود کریں گے۔

❍❖❍

سیاسی خیالات

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۱۰ شعبان ۱۴۴۶ھ ۱۰ فروری ۲۰۲۵ء

عام آدمی پارٹی حکومت اور بی جے پی حکومت کے مابین فرق بیان کرنے کی حاجت نہیں، دہلی کے آئندہ نزدیکی ایام خود اس وضاحت کا بار اٹھالیں گے، (دعا یہی ہے کہ اللہ تعالی تمام ریاستوں، بالخصوص بی جے پی صوبوں، بہ شمول دہلی کے اہل اسلام کی حفاظت فرمائے، آمین) دست کشی اور دست درازی یا نہ دینے اور چھین لینے کے درمیان بڑا فرق ہے، دہلی مسلمانوں سے یہ توقع نہیں کہ وہ آسمان زمین کے اس فرق سے نابلد ہوں۔

سیاست کے نقطۂ آغاز میں یہ ادراک ناگزیر ہے کہ آپ کتنے پانی میں

ہیں، جس طرح راہول گاندھی سمیت سیکولر جماعتیں اپنے قد کی تعیین میں فریب خوردہ ہیں، اسی طرح اسلامیان ہند بھی اپنی قوت کو اوور ویلیو کرتے ہیں، یوں بی جے پی کی مبنی بر زمین سیاست بازی مار لیتی ہے، اعداد و شمار کے کھیل میں آپ کے پاس آپشن نہیں ہے، جزوی سا جھے داری واحد راستہ ہے، سیاسی بندوق سیکولر کاندھوں پر ہی رکھنی ہے، یہ باہم دست و گریبان ہو جائیں تو انتخاب کریں، نسبتاً زیادہ سیکولر یا زیادہ امکانات والے کی طرف جائیں، ماضی میں دلی والوں کے لیے کیجری وال بہتر آپشن تھا کہ امکانات اس کے حق میں تھے، حالیہ الیکشن میں جب کہ یہ صاف نظر آرہا تھا کہ عام آدمی پارٹی ہارے گی کانگریس کی طرف جانا تھا، راہول گاندھی زیادہ سیکولر ہے، دہلی کے مسلمان اگر اپنے اختیار والی سیٹیں راہول کی جھولی میں ڈال دیتے تو اس کے اثرات ملک گیر ہوتے۔

بی جے پی دھرم نژاد سیاسی پارٹی ہے، یہ بیانیہ جھوٹ ہے کہ وہ سیاست کے لیے دھرم کو استعمال کرتے ہیں، سچائی یہ ہے کہ مودی یوگی دھرم کے لیے سیاست میں ہیں، جب ان سے دریافت کیا جاتا ہے کہ دھرم اول ہے یا دستور تو وہ تقیہ کرتے ہیں، ان کے لیے دھرم ترجیح ہے، چناں چہ وہ ہندو دھرم کے لیے دستور میں دس تبدیلیاں کر چکے ہیں، اگر آئین مقدم تھا تو دھرم کے لیے نظر ثانی کیوں ہوئی؟ یہ تو سمودھان کے تقدس کی پامالی ہے اور تم سب جھوٹے ہو جو "کونسٹی ٹیوشن فرسٹ" کا نعرہ دیتے ہو۔

فہرست⬆

اس سیاق میں بی جے پی آپشن نہیں، وہ پارٹی شمولیت کو گھر واپسی سے مشروط کرتے ہیں، ارتداد کے بغیر ان کا اعتماد جیتنا ممکن نہیں، آپ خود کفیل بھی نہیں کہ جداگانہ سفر اختیار کیا جائے؛ لہٰذا اکثریت میں اپنے کام کے بندے دریافت کرو، میجارٹی کے ان عناصر کو آگے رکھو جن کی ترجیح میں دھرم نہیں ہے، امکانات بھی دیکھو اور دھرم بیزاری کو بھی تولو، جیت گئے تو پانچ سال شاد کام رہیں، کئی سیکولر ریاستیں ملائی اور بالائی میں مسلم اشتراک کی مثالیں ہیں، ہار گئے تو حاکم کثیر دشمنی سے نبرد آزما ہوگا اور پٹنے کے لیے ہم تنہا نہیں ہوں گے۔

سیاسی عمل ہمارے مسائل کا پورا حل نہیں، ہمیں مذہبی بنیادوں پر عداوت کا سامنا ہے، سیکولر سیاسی لیڈران مذہبی راہ پر ہمارے ساتھ دور اور دیر تک نہیں چل سکتے، پرسنل لاء کے لیے ہمیں خود لڑنا ہے، یہ سیاسی نہیں ملی جنگ ہے، اس کے فریق فقط کلمہ گو ہیں، اس دائمی لڑائی کے لیے ملی پلیٹ فارم درکار ہے، اس میں دو بڑی رکاوٹیں ہیں: ایک بریلوی فرقے کی متواتر جہالت اور تنگ نظری، وہ ہنوز ہماری تکفیر کے شغل میں بدمست ہیں، اس کا حل یہ ہے کہ ان کی صفوں میں نسبتاً ہلکے بریلوی تلاش کریں اور ان کو ملا کر ہندوؤں کو اتحاد کا تاثر دیں، دوسری رکاوٹ ہمارے متمول طبقے کی بے حسی ہے؛ اس کے لیے بڑے پیمانے پر بیداری مہم کی ضرورت ہے، ان کو نوشتۂ دیوار دکھائیں، پیغام اجل باور کرائیں اور جھانکتی ہوئی اجتماعی قیامت کا الارم پوری قوت سے بجائیں۔

فہرست⬆

امریکہ یہودیوں کے اشارے پر رقص کرتا ہے؛ حالاں کہ ان کا کوئی سیاسی وجود نہیں، وہ دونوں مرکزی پارٹیوں کو ووٹ کرتے ہیں، جھولتے ہیں اور شفٹ بھی ہوتے ہیں، کوئی سیاسی ارتکاز نہیں رکھتے؛ ہاں مگر قومی کاز کے لیے انھوں نے ملی پلیٹ فارم بنایا ہے، وہ ناقابل تبدیل، غیر متزلزل، یک آواز، نافذ العمل، قطعی الاعتقاد اور ماورائی ہے، اس کی آواز یہودیوں کی متحدہ آواز ہے، الیکشن میں وہ ہر دو گھاٹ کا گشت لگاتے ہیں، بعد از نتائج ملت کے مشن پر یکسو ہو جاتے ہیں، یہودی اموال اور وسائل یہودی تحفظ کے لیے وقف ہو جاتے ہیں، اکثریت کے درمیان رہنے والی اقلیت کی زندگی، تحفظ اور بہبود کے یہی یہودی خطوط مشعل ہیں، حکمت مسلمانوں کا متاع گم گشتہ ہے، اگر خیمۂ اغیار میں نظر آئے تو مسلمان فکر مند ہوں اور بازیافت کو یقینی بنائیں۔

❍❖❍

انجینئر کا طوائف المذاہبی فتنہ

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۱۵ شعبان ۱۴۴۶ھ ۱۴ فروری ۲۰۲۵ء

ہر مسلک میں بعض باتیں دقیق ہیں، ان کی توجیہ عام فہم نہیں ہوتی، خواص ان کے مدارک سے باخبر ہیں؛ اس لیے اہل علم نے اختلاف بے شک کیا؛

مگر باہم بد ظن نہیں ہوے، اب دورِ فتن میں اس قسم کی باتوں سے عوام کو الجھایا جارہاہے، ہر مسلک کی پیچیدہ اور گہری باتوں کو چن چن کر سادہ لوح مسلمانوں کے سامنے رکھا جاتا ہے اور واجب التاویل نصوص سے تعارض دکھا کر مذاہب حقہ سے بد اعتماد کیا جاتا ہے، یضل بہ کثیرا کے اس رجحان کی زمام قیادت اس وقت انجینئر مرزا کے ہاتھ میں ہے، وہ طوائف المذاہبی پھیلا کر بظاہر مذاہب متوارثہ کو زک پہنچانے کی اداکاری کرتا ہے اور در حقیقت اسلام کی بیخ کنی درپیش ہے؛ کیوں کہ مذاہب اربعہ ہی چودہ سو سالہ اسلام کے مجموعی نمائندے ہیں، اگر یہ مشتبہ ہیں تو ایسا کوئی پیرہن نہ ہوگا جس نے عہد بہ عہد اسلام کی ترجمانی کی ہو، ابن صیاد اپنے مشن کے لحاظ سے تیس کے عدد میں ایک اہم ہندسہ ہے، اسلام نے بے شمار فتنے دیکھے؛ مگر طوائف المذاہبی فتنہ مرزا کی دریافت ہے اور مرزائیت کے ہم درجہ سنگین اور خطرناک ہے، اسے چھوٹا ریچارج سمجھنے والے کوتاہ نظر ہیں، حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، اہل حدیث، اشعری، ماتریدی، صوفی، دیوبندی، بریلوی، سب باطل ہیں تو اسلام کہاں بستا ہے؟ کس گولے پر آباد ہے؟ اس کے ماننے والے کون تھے اور کون ہیں؟ اور یہ کیسا علمی کتابی دین ہے جس کو ماننے والا چودہ صدیوں میں ایک فرد بھی ظاہر نہیں ہوا؟ عداوت کی ایک صورت یہ ہے کہ صاف صاف اسلام کو نشانہ بنایا جائے، دوسرا راستہ یہ ہے کہ اسلام کی حقانیت کا حلف اٹھائیں؛ مگر اسلام کی جملہ عملی صورتوں پر تبرا سجائیں، ظاہر الیہودیت

بندے اول الذکر آپشن لیتے ہیں اور باطن الیہودیت بزدل ثانی الذکر کی طرف جاتے ہیں۔

مثال کے طور پر مرزا بخاری و مسلم کی حدیث پیش کرتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ میں بغیر کسی عذر کے دو نمازیں ایک وقت میں پڑھیں، یہ وہ بات ہے جسے امت قبول نہیں کر سکتی کہ اس کے وہ معنی جو انجینئر کے شرارتی ذہن میں ہیں نظام دین کا استیصال کرتے ہیں اور نصوص قطعیہ سے متعارض بھی ہیں؛ مگر انجینئر دین میں سنگین انار کی متعارف کرانے پر مصر ہے، اہل علم نے جو توجیہ کی ہیں مرزا ان پر بہ تکلف بے چشم ہو جاتا ہے؛ حالاں کہ منسوخ والی بات اہم ہے اور جمع صوری والی تاویل تو بہت ہی متاثر کن ہے؛ کیوں کہ وہ منصوص ہے، ابن ماجہ کی حدیث میں تصریح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ میں ظہر کو اخیر وقت تک موخر کیا اور عصر کو اول وقت تک مقدم، اسی طرح مغرب کو موخر اور عشاء کو مقدم، دل چسپ نکتہ یہ ہے کہ اس حدیث کے راوی ابن عباس ہیں اور معلوم ہے کہ بے عذر جمع والی حدیث بھی حضرت ابن عباس ہی سے مروی ہے، انجینئر اس تشریح حدیث بالحدیث سے کنی کاٹتا ہے یا بے علمی کی وجہ سے نارسا ہے، یہاں ایک دیگر اہم نکتہ اور ہے، چھوٹا منہ بڑی بات ہو جائے گی؛ مگر فنی لحاظ سے ترجیحی بنیاد پر لائق توجہ ہے، اس سے میرا اشارہ یہ ہے کہ قطعی نصوص سے متعارض اس قسم کی صریح روایت اگر قوی الاسناد ہے تو وہ معلل قرار

پاتی ہے، فن حدیث میں ایک مقام آتا ہے جب ماہر بے بس ہو جاتا ہے، سند بے غبار ہوتی ہے؛ مگر متن نصوص قطعیہ سے متصادم ہوتا ہے، ایسی صورت میں حدیث کا سنار ذاتی طور پر مطمئن ہو جاتا ہے کہ اس حدیث میں علت ہے، گو کہ وہ علت کی وضاحت نہ کر سکے، میں بہت چھوٹا ہوں؛ مگر یہ حدیث میرے علم میں آئی تو پہلا تاثر یہی تھا کہ حدیث یقیناً معلل ہے، گو کہ علت مجھے معلوم نہیں، خیر! مرزا ان علمی پیمانوں سے پہلو تہی کرتا ہے یا اس کے کشکول کی اوقات فروتر ہے، نصوص کا بقدر فتنہ حصہ اچکتا ہے اور دلوں کی معصوم کھیتیوں میں شکوک وشبہات کی تخم ریزی کرتا ہے، اس کی جدوجہد کا حاصل یہ ہے کہ اسلام بے شک چنیں اور چناں ہے؛ مگر اتباعِ اسلام کی جملہ صورتیں باطل ہیں، اسلام کتابوں میں محصور ہے، اسے کبھی انسانی تعبیر میسر نہیں آئی، اسلام وہ مذہب ہے جسے عملی صورت نصیب نہیں ہوئی، دنیا میں ایسا کوئی انسان موجود نہیں جو صحیح اسلام پر عمل پیرا ہو، اسلام کی برحق تشریح چودہ سو سال غار سر من رأی میں پوشیدہ رہی، اب پندرھویں صدی میں غار سے مرزا کا ظہور ہوا اور تاریخ میں پہلی بار علمی کتابی اسلام کی نمود ممکن ہوئی۔

فسادِ امت اور احیائے سنت

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۱۹ شعبان ۱۴۴۶ھ ۱۸ فروری ۲۰۲۵ء

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پے خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

اس گناہ گار نے ڈاڑھی تو کبھی نہیں مونڈی کہ اس کا موقع وامکان نہیں تھا؛ مگر دوسرے دسیوں گناہ ضرور کیے، بندۂ نفس ہوں، آوارہ ہوں، نفس اور شریعت کی رسہ کشی میں نفس کی طرف جھک جاتا ہوں، ضعیف الطبع ہوں، روسیاہ ہوں، زندگی "خلطوا عملا صالحا و آخر سیئا" کے ٹریک پر ڈالی ہوئی ہے اور "عسی اللہ أن یتوب" امید گاہ ہے؛ مگر ان دس گناہوں میں سے کسی گناہ کو جائز کرنے کی یہودیت ہم نہیں جٹا پائے، گناہ کو گناہ سمجھ کر ہی کیا، سرِ شام کی خطا پر صبح نو سے ندامت کی چادر مانگی اور صبح کا تکرار شام کی شرم ساری میں چھپ گیا، محبوب کی شفاعت اور رب المحبوب کے کرم پر تکیہ رہا۔

یہودیوں کو جب گناہ منظور ہوتا تو راست توریت وصحائف میں تبدیلی کرتے، حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے ہاتھ رکھ کر بتایا کہ یہ مقامِ تحریف ہے، مسلم انتساب کے اسکالر بھی یہی یہودی سرشت رکھتے ہیں؛ مگر دیوبند کی سیسہ

پلائی دیوار سے عاجز و بے بس ہیں، جب تک دیوبند موجود ہے، اسلام میں مہا کمبھ متعارف نہیں ہو گا، قاسم ورشید واشرف کے وارثین غالیوں کی تحریف، باطل کی چوری اور جاہلوں کی تاویل کے خلاف مبعوث ہیں، ہم تنگ نظری، مذہب افیونی، فکری دقیانوسی، مسلکی انتہا پسندی اور خیال ورائے کی فرسودگی کے طعنے سہہ سکتے ہیں؛ مگر اسلام کی رعنائی سے سمجھوتہ نہیں کر سکتے، رسول اللہ ﷺ ایک امید پر فرما گئے ہیں کہ میں دین کو درخشاں چھوڑ کر جارہا ہوں، اس میں دن ہی دن ہے، رات کا نام نہیں، دیوبند اس امید سے بہ ہر قیمت وفا کرے گا؛ تا آں کہ امانت ان کے فرزند حضرت مہدی کو تفویض ہو جائے۔

ایک زمانہ راقم کو مصر کی نئی کتابوں کا شغف تھا، لائبریریوں کے طواف کیے، لائبریرین کی بد اخلاقیاں برداشت کیں، حضرت مولانا انوار خان بستوی کو اگر یاد ہو تو بنگلور کی معروف لائبریری مالک کی گالیاں بھی کھائیں، یہ ما قبل پی ڈی ایف دور کی بات ہے، اس وقت حجاب مخالف ایک ضخیم کتاب پڑھنے کا موقع ہوا تھا، صاحب کتاب فاضل، محقق، اسکالر اور کسی کلیہ کا عمید تھا، اس نے نہایت قوت اور غضب کے پر اعتماد اسلوب میں یہ ثابت کیا کہ اسلام میں حجاب کا کوئی تصور نہیں ہے، اختلاط مرد وزن عین منشائے شریعت ہے، حجاب کے ترجمان کوتاہ نظر، پس ماندہ فکر اور از کار رفتہ ہیں، انھوں نے اسلام کو حجاب میں داخل کر دیا ہے اور محصور بھی؛ جب کہ حجاب خود اسلام میں نہیں ہے، حجاب کا حکم ازواج

مطہرات کے ساتھ خاص تھا، باقی خواتین آزاد ہیں، حجاب ان سے مخاطب ہی نہیں۔

مصنف نے کتاب کو قرآن وحدیث سے لبالب کیا تھا، میں کتاب پڑھ کر ڈپریشن اور دباؤ میں چلا گیا، رو کر عرض گزار ہوا کہ اے رب! تو نے مجھے کتنا کم علم دیا ہے، میں تو اس کے رد سے بھی عاجز ہوں، آپ کون سے عرب فتاوی کی بات کرتے ہیں؟ انھوں نے کوئی چیز حرام رکھی ہے؟ آپ نے میوزک اور گانوں کے مستدلات نہیں دیکھے؟ آپ کہاں تک ساتھ دیں گے؟ انھوں نے کوئی معیار بنایا ہے؟ یا حد مقرر کی ہے؟ مجھے نہیں معلوم کہ انھوں نے زنا وشراب پر داد تحقیق دی ہے یا نہیں؛ لیکن اگر ہندوستان میں شکیل بن حنیف کو اور پاکستان میں مرزا انجینئر کو متبعین مل سکتے ہیں تو زنا وشراب کے ریسرچ اسکالرز کو بھی مداح ضرور ملیں گے، برصغیر ایک غامدی پر بدک گیا، مصر درجنوں غامدی دیکھ چکا ہے وہ بھی سو سال قبل، وہ گناہ کرنا چاہتے ہیں اور لت پت ہیں؛ مگر گناہ کے نام پر ہرگز نہیں، یا رسول اللہ! آپ بھی کیا ہی خوب ہیں، فرماتے ہیں کہ قرب قیامت گناہوں کے نام، عناوین اور عرفیت تبدیل کی جائے گی۔

رسول اللہ ﷺ معجز بیان ہیں، **ماینطق عن الھوی** ہیں، **ان ھو الا وحی** ہیں، قرآن، اعجاز نمبر ایک ہے، اس کے بعد راست آپ ہیں، آپ کے یہاں ناقص بیانی کا گذر نہیں، یہ کیا بات ہوئی کہ آپ اللہ کے یہاں سے نعوذ باللہ

ڈاڑھی منڈانے کا جواز لے کر آئے ہیں؛ مگر اس کی تعبیر یہ ہے کہ ڈاڑھی رکھو، ڈاڑھی بڑھاؤ، ڈاڑھی بڑھاؤ، مشرکین کی مخالفت کرو ڈاڑھی بڑھاؤ، جب ڈاڑھی اختیاری ہے تو یہ زور کیوں؟ پھر جواز کی بات کا چھپانا آپ کے منصب میں کیسے ایڈجسٹ اور آراستہ ہو گا؟ آپ کو تو جواز والا آپشن بھی بہ ہر صورت رکھنا ہے، ہم نے جواز کے دسیوں احکام میں دیکھا کہ آپ اپنی پسند ضرور رکھتے ہیں؛ مگر جواز بھی دیتے ہیں، آپ فرماتے ہیں کہ بیوی کو حد اعتدال میں تنبیہی ضرب کی اجازت ہے؛ مگر میری خواہش ہے کہ مارنے سے گریز کریں، آپ ضرور فرماتے کہ نعوذ باللہ ڈاڑھی مونڈنے کی اجازت تو ہے؛ مگر میری ترجیح یہ ہے کہ ڈاڑھی رکھی جائے۔

صحیح بخاری کی روایت: "خَالِفُوا الْمُشْرِكِينَ، وَفِّرُوا اللِّحَى" کا ترجمہ: "ڈاڑھی اختیاری ہے" کرنے کے لیے جسارت درکار ہے، صحابی کے چند بالوں والی ڈاڑھی ختم کرنے پر آپ کی خفگی سے جواز کے معانی نکالنا جرأت ہی جرأت ہے، ایران کے دونوں سفیر ڈاڑھی منڈے تھے، آپ نے ان کو جو فہمائش کی اس کا اردو ترجمہ یہ ہے کہ "افسوس ہے تم پر" یا "تمھارا برا ہو" پھر فرمایا: (لَكِنَّ رَبِّي أَمَرَنِي أَنْ أُحْفِيَ شَارِبِي وَأُعْفِيَ لِحْيَتِي) یہ امر نی ربی کیا ہوتا ہے؟ امرِ رب کے بعد اختیار رہتا ہے؟ کیا ہم رسول اللہ ﷺ کو اپنا ترجمہ سنا سکتے تھے: امر نی یعنی اختیار دیا ہے؟

ڈاڑھی کا وجوب اور منڈانے کی حرمت متفق علیہ ہے، اس اجماع کے ناقلین میں علامہ ابن تیمیہ خود ہیں، شوافع کے یہاں کراہت کا قول ہے؛ مگر مرجوح، متقدمین میں ڈاڑھی ماورائے اختلاف تھی، متاخرین اور دور جدید نے اسے موضوع بحث بنایا، دوغلے بے ضمیری کی ہزار بات کرتے ہیں؛ مگر دل کا چور دبا جاتے ہیں، حسبِ دستور مفتوح قوم فاتحین کی تہذیب پر دل ہار بیٹھی ہے، غلاموں کے لیے آقاؤں کی وضع رشک زندگی بن گئی ہے، اس عار کے اعتراف کا حوصلہ نہیں؛ اس لیے تاویل کرتے ہیں، پیشین گوئی کے عین مطابق اسلام یتیم اور لاوارث ہو گیا ہے، اب ڈاڑھی وہ رکھے گا جسے اسلام اپنی جان اور مال سے زیادہ عزیز ہو گا۔

❍❖❍

ایلون مسک کی نطفہ جاتی انا رکی: ان کا ہر عیب زمانے کو ہنر لگتا ہے

محمد فہیم الدین بجنوری

۲۲ فروری ۲۰۲۵ء

ایلون مسک نے ٹرمپ پر داؤ لگایا، موقع نصف نصف تھا، اس کا وقت تھا، ٹرمپ کارڈ کارگر ثابت ہوا، لاٹری نکل آئی، دونوں ہی انا پسند اور انانیت پرست ہیں، اگر ایک کم زور ہوتا تو دوسرا کھا جاتا، یکساں طور پر باوزن طبیعتیں امن وامان

فہرست⬆

کی ضامن ہیں، مسک اپنے بچوں میں بھی انانیت کی نشوونما چاہتا ہے، وہ انھیں ہر اہم جگہ غیر ضروری طور پر مسلط کرتا ہے، اس میں اس نے ٹرمپ کو بھی استثنا نہیں دیا، ذیل میں بی بی سی اردو کی پیش کردہ تصویر ہے، عنوان بھی اسی کا ہے، ایک مرد، تین خواتین اور بارہ بچے، (ایک ہفتہ قبل ایک اور خاتون نے اس کے بچے کی ماں ہونے کا نیا دعوی کیا ہے) کس درجہ وحشت اثر کیپشن تھا؛ مگر پوری دنیا اسے خوش گواری سے قبول کرتی ہے؛ کیوں کہ وہ ایک ترقی یافتہ ملک اور بالیدہ شخصیت سے منسوب ہے، اس کیپشن میں اگر مسلم نام آجائے تو یہی نسلی دہشت گردی، سنتانی آتنک واد، فرسودہ طرز، دقیانوسی زندگی، ذریت جہاد از کار رفتہ طریقہ اور دماغی معذوری ٹھہرتی۔

سچ ہے کہ میدان میں شکست کھانے والے تہذیب میں سرخ رو نہیں ہو سکتے، یہ اسلام کی ذاتی قوت ہے کہ سیاسی سرپرستی کے بغیر بھی اس نے تین سو سال گزار لیے اور اقتدار کی پشت پناہی مفقود ہوتے ہوے بھی اس کی رعنائی ناقابلِ تسخیر رہی، فاتح اقوام متواتر اس کے آستانے کی جبہہ سائی کرتی رہیں، گویا اسلام کے مالک نے شیطان کے حکومت والے چیلنج کو بھی قبول کیا اور یہ عیاں کر دیا کہ اسلام کی کشش ذاتی ہے، وہ ہارون الرشید کے اقبال میں اگر باتوقیر تھا تو وارثین ہارون کے ادبار میں بھی بدستور دلکش ہے؛ کیوں کہ اس کا حسن اپنا ہے، خارجی حمایت کا منت کش نہیں، عنقریب اس کے فرزند مہدی کے جلو میں ایک

بار پھر عالمی امامت پر فائز ہونے والے ہیں، اس وقت اسلام کی جاذبیت اور خوش نمائی کو مجرد سیاست کے سر نہ تھوپنا، یہ خوب صورتی، فطری (inborn) اور لازمی (Inbuilt) ہے، نیز لازوال اور ناقابل تسخیر بھی۔

❍❖❍

گرمی کی دستک

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۲۵ شعبان ۱۴۴۶ھ ۲۴ فروری ۲۰۲۵ء

بنگلور میں موسم دوماہ آگے رہتا ہے، وسط فروری میں نمود رکھنے والی تپش مارچ میں بڑھ جاتی ہے اور اپریل میں نازکانِ بنگلور کی چیخیں نکال کر اگلی منزل کے لیے راہِ کوچ اختیار کرتی ہے، مئی جون میں جب ہندوستان جلتا ہے تو شہرِ گلستاں بارشوں میں بھیگ کر نمائش حسن میں محوِ انگڑائی ہو جاتا ہے اور شمالی ہند کی جہنمی گرمی سے متعلق خبریں جان کر اپنی مختصر گرمی کو "منصوبۂ حباب" کے طور پر لیتا ہے اور رب کے حضور شکر بجالاتا ہے۔

اپریل کی گرمی بھی حالیہ سالوں میں متعارف ہوئی ہے، ورنہ ربع صدی قبل یہاں ٹمپریچر کے لیے تیس بتیس ڈگری سرخ لکیر تھی اور بارشیں کم از کم نو ماہ ہوتی تھیں، شہر بھر میں چھائی باغبانی اور سڑکوں پر قائم دورویہ سبز صف کی

بہاروں میں ان بارشوں کا ایک کردار ہے، نئے موسم میں وہ رعنائی بتدریج ماند پڑ رہی ہے، غیر تعلیم یافتہ طبقے کے نزدیک اس کی وجہ راقم سطور ہے، جو یوپی کی گرمی یہاں درآمد کر رہا ہے؛ جب کہ تعلیم یافتہ طبقہ اسے گلوبل وارمنگ سے جوڑ کر دیکھتا ہے۔

موسمی تبدیلی اگر دونوں معانی میں مساوی ہے، یعنی گرم علاقے سرد اور سرد خطے برعکس ہو جائیں گے تو دیوبند سوئٹزرلینڈ بننے والا ہے، محلہ بڑ ضیاء الحق میں قیام کے دور کی بات ہے، حاجی یاسین صاحب کہتے تھے کہ میں نے بڑوں سے سنا ہے، ایک وقت دیوبند کا موسم شملہ کی طرح خنک ہو جائے گا، ناچیز نے ان کا یہ "تکیہ کلام جملہ" مفتی کوکب عالم استاذ دارالعلوم دیوبند کے سامنے رکھا، انھوں نے اس کو سنجیدگی سے لیتے ہوے مادر علمی کے کسی بزرگ کی نسبت سے فرمایا کہ انھوں نے بھی یہ بات ارشاد فرمائی تھی۔

حاجی یاسین اور "دارالعلوم ہستی" سے قبل رسول اللہ ﷺ تبدیلی موسم کا مضمون بیان فرما گئے ہیں، مجھے حالیہ خلیجی دورے کے دوران یہ مغالطہ ہوا کہ عربوں نے پیٹرول کمائی کی طاقت پر جو جبری سبزہ اگالیا ہے اور سمندری پانی کو کھینچ کر نہریں بنالی ہیں احادیث میں وہی مراد ہیں؛ کیوں کہ نہر اور سبزے والا کام بڑے پیمانے پر ہوا ہے، "دبئ ابو ظبی شاہ راہ" کی شجر کاری غیر معمولی ہے، "بزنس بے" میں نکالی گئی نہر بہت خاص ہے، قطر نے بھی پرل قطر میں نازک اور

خوب صورت نہر بنائی ہے، سعودی عرب، قطر اور امارات؛ ہر جگہ مصنوعی ہریالی پر خوب کام ہوا ہے؛ مگر جب احادیث کے الفاظ اور تعبیر وادا کو دیکھا تو غلط فہمی دور ہو گئی، وہ الفاظ فطری اور قدرتی تبدیلی سے ہم کلام ہیں اور نصوص کا وہی مطلب درست ہے جو ماہرِ زبان کو بے تکلف معلوم ہو، خارجی تاثر کے تحت اخذ کردہ معانی خارجی ہی ہوتے ہیں، یعنی موسمی تبدیلی کا پہیہ ۳۶۰ گھومنے والا ہے، اس درجہ کہ عرب صحرا مرغ زاروں میں، نیز خشک سالی اور قحط زدگی کی روایات بارشوں اور ژالہ باری کے مناظر میں بدل جائیں۔

بات بکھر گئی، مدعا یہ تھا کہ اس سال بنگلور کا رمضان گرم اور دیوبند کے روزے سرد ہونے والے ہیں، یہ مژدہ ایک خاص دوست کے لیے ہے، جن کا اقامتی خیمہ سرزمین دیوبند میں نصب ہے اور کیا ہی نصب ہے! نیز وہ دارالعلوم سے باہر؛ مگر دارالعلوم کے زیر سایہ اپنا ذاتی چراغ روشن کرنے میں کام یاب رہے ہیں، وہ مئی جون کے رمضان میں دھمکیاں وضع کرتے تھے کہ روزوں کے لیے بنگلور جانے والا ہوں، رمضان یہاں نہیں گزاروں گا، پروگرام تیار ہے، بندوبست ہو گیا ہے، فلاں اور فلاں استقبال میں ہیں، ان کو بتانا ہے کہ در پیش رمضان میں سہولت کی نسبت تبدیل ہو گئی ہے، دیوبند کی گرمی بنگلور اور بنگلور کا اعتدال دیوبند پہنچ گیا ہے، واقعی مارچ ہمارا مثالی موسم ہے، رنگین، پر لطف اور مزے دار۔

مگر بنگلور والوں کے پاس اس کا بھی تریاق ہے، یہاں کے مسلمان عموما دس یا بارہ بجے تک سوتے ہیں، رمضان میں بحق سحری امتداد نافذ ہو جائے گا اور نیند کو تا ظہر یا مابعد ظہر دراز کریں گے، باقی ماندہ چند ساعتیں افطار کی تیاری میں گذر جاتی ہیں، دن کا دورانیہ شمال کی بہ نسبت بنگلور میں ایک سے دو گھنٹے کم ہوتا ہے، اس طرح صائم روزے کے احساس سے گذرے، اس سے قبل ہی "وعلی رزقک أفطرت" ہو جاتا ہے، ضابطے میں بنگلور کا روزہ کم قیمت ہے؛ مگر مالک چوں کہ کریم ہے؛ اس لیے کٹوتی نہیں کرتا اور شمالی احتجاج پر کہتا ہے کہ تمھاری اجرت میں کوئی کمی ہوئی؟ میرا فضل ہے، میں جسے چاہوں نہال کروں! گرمی کے ذکر میں نہاں اور رواں آمد رمضان بھی سب کو مبارک!

نوٹ:

راقم نے یومیہ فیسبک دل لگی سوار کر لی ہے، علمی اشتغال کا یہ خراب متبادل ہے، جواں سال محقق اور شیخ الحدیث مفتی شکیل منصور قاسمی صاحب کی معرکۃ الآرا تصنیف "اجماع امت" کئی دنوں سے نظر نواز بنی ہوئی ہے، اظہار رائے کے تعلق سے برادر محترم کی فرمائش بھی میری توقیر بڑھا رہی ہے، ہر دن خیال گذرتا ہے کہ آج عرض و معروض بن جائے گا؛ لیکن چور طبیعت پھر کسی تفریحی موضوع کی طرف جھک جاتی ہے، دیکھیے کب دن پھریں قلمِ خاکسار کے!

فہرست

سرورِ عبادت اور شوقِ ریاضت

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۲۶ شعبان ۱۴۴۶ھ ۲۵ فروری ۲۰۲۵ء

بیس سال پرانی بات ہے راقم بنگلور میں بر سرِ تدریس تھا، حضرت مولانا ارشد صاحب مدنی ایک اہم پروگرام میں شرکت کے لیے بنگلور وارد ہوے، مسجد قادریہ کی مخالف سمت میں مدنی خاندان کے معروف میزبان حاجی زمرد صاحب کے یہاں قیام تھا، فضلائے دارالعلوم اور دیگر اہل علم کا ہجوم ہوا، میں اس وقت چھوٹا تھا، (اب چھوٹا بھی نہیں) کہیں حاشیے میں پایا جارہا تھا، دفعۃ حضرت مولانا نے صبح صادق کا وقت معلوم کر لیا، ماقبل موبائل دور تھا، ہنگامی آپشن کی عدم موجودگی میں سب کی آنکھیں کبڈیاں کھیل گئیں، یہ اہل علم کی عبادت وریاضت کا ایک آئینہ ہے۔

رواں کمبھ میلہ درس عبرت ہے، سراب آلود چمتکار کے پیچھے اگر بیس سال کھڑے کھڑے گذرے ہیں، چودہ سال ہاتھ اوپر روکا جاتا ہے، انگلیوں کی بلی دی گئی ہے، کانٹوں کی بودوباش اپنائی ہے، موسمی اذیتوں کا تحمل کیا گیا ہے تو عشقِ حق میں کیا کچھ نہیں ہونا چاہیے؟ ہمیں سرے سے عشق ہی نہیں؛ اس لیے کیسی عبادتیں؟ کہاں کے مجاہدے؟ اور کون سے ریاضتیں؟ عشاقِ صدق کے قافلے

فہرست⬆

گذر گئے، ﴿ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ﴾ قصۂ ماضی ہوے، اب تو وہ ہیں جو عشاء کے وضو سے عشاء ادا نہیں کر سکتے، انھیں کیوں کر قائل کیا جائے کہ اگلوں نے عشاء کے وضو سے فجر پڑھی ہے اور برسہابرس پڑھی ہے۔

یہ عشاء کے وضو والی بات تاج المحدثین حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں نقل کی ہے اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ اس باب میں دیگر کئی ناموں کا اضافہ کیا ہے، نام نہاد غیر مقلدین (نام نہاد اس لیے کہ اصل میں وہ بھی مقلد ہی ہیں، وہ ایک خاص مسلک کی تقلید کرتے ہیں، عدم تقلید آپشن ہی نہیں، یعنی ترکِ تقلید عملا ممکن نہیں، تقلید واحد آپشن ہے، بس یہ آپ پر ہے کہ ائمۂ سلف یعنی ائمۂ اربعہ کی تقلید کی جائے یا آئمۂ خلف کی) شیخ زکریا رحمۃ اللہ علیہ پر اس طرح ہجوم کرتے ہیں، جیسے خوارق انھوں نے گھر سے نکالے ہیں، یہ باتیں سب نے لکھی ہیں، حتی کہ امام بخاری بھی جب "فضائل اعمال" (الأدب المفرد) لکھنے بیٹھے تو ۱۳۲۲ احادیث کی کتاب میں ۲۱۹ ضعیف احادیث درج کیں، جن میں بعض شدید ضعف رکھتی ہیں۔

مہا کمبھ عبرتوں نے جنون، دھن، وارافتگی، دیوانگی، خمار اور عشق کو قابلِ فہم کیا ہے، ارشاد باری "فَإِنَّهُمْ يَأْلَمُونَ كَمَا تَأْلَمُونَ" ﷺ جنگ کے باب میں ضرور عبارۃ النص ہے؛ مگر اشارۃ النص میں علم، ادب، فکر اور عبادت سب شامل ہیں، اہل علم نے اس کی تصریح کی ہے، حضرت مولانا علی میاں ندوی رحمۃ اللہ علیہ

نے بھی یہ مضمون ارقام کیا ہے، نیز ”وَتَرْجُونَ مِنَ اللّٰہِ مَالَا یَرْجُونَ“ بھی ہر باب میں نافذ ہے، مدعیانِ حق پرستوں کے لیے شرم ناک ہے کہ وہ تجلیات کی گرم بازاری میں اسیر بستر بنے رہیں اور باطل پرست ظلمتوں کے فریب میں پہاڑوں، غاروں اور گھاٹیوں کو ناپتے پھریں۔

عبادات میں ہمت و حوصلہ مطلوب ہے، اس ضمن میں نہی کے احکام مبنی بر شفقت ہیں، ہر ہمت کامل نہیں، دور اور دیر تک نباہ دشوار ہے، ورنہ انھوں نے خود کیوں اس کے خلاف کیا؟ پاؤں پر ورم ایک یا دو گھنٹوں میں نہیں آتا، صحیح بخاری میں آپ کی تہجد کے لیے نصف لیل کا لفظ ہے، آدھی رات تا صبح صادق دورانیے کو ناپ لیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی قادر الکلامی نے تہجد کے طول کی نقشہ کشی سے معذرت کی ہے، خواص کو اعتدال کی نصوص کے مدارک معلوم ہیں، یہی وجہ ہے کہ عہد بہ عہد انتخاب روزگار مجاہدوں، ریاضتوں اور مشقتوں میں مستغرق نظر آتا ہے۔

قرآن و سنت، سیرت طیبہ اور سوانح اولیا کا مشترک عطریہ ہے کہ سحر تا اشراق اللہ کا وقت ہے، اس کا دوسرا ہر مصرف حق اللہ پر شب خون کے مترادف ہے، قرآن ہے، صیغۂ امر ہے، یہ تو فرض ہونا تھا، فقہا نے جان بچائی اور استحباب کی طرف لے گئے؛ لیکن قرب کے معانی میں وہ ہنوز فرض ہے، وہ سحر ہی میں لفٹ کراتے ہیں، تہجد میں حجاب اٹھا دیتے ہیں، راز دار بنا لیتے ہیں، خلعت ارزاں

کرتے ہیں، ناز کرتے ہیں، فرشتوں کو جتاتے ہیں، خواص والی ممبر شپ جاری کرتے ہیں، داخلہ فارم تقسیم ہوتے ہیں، آخر ش مُہرِ مہر ثبت کر کے دستاویزِ محبت جبریل کے حوالے کر دیتے ہیں، موسمِ عبادت وریاضت جھانک رہا ہے کمر کس لو، الطاف وعنایات برسنے والے ہیں تیار ہو جاؤ، رمضان آرہا ہے ترتیب بنالو!

خشوع خضوع کے درجات

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۲۸ شعبان ۱۴۴۶ھ ۲۷ فروری ۲۰۲۵ء

خشوع کا ادنی درجہ استحضار ہے، نمازی کو یہ دھیان متواتر رہے کہ وہ رب کے حضور میں باریاب ہے، یہ درجہ سہل، آسان اور سادہ ہے، ہر مرتبے کا شخص اس کا اہل ہے، کوئی لیاقت درکار نہیں، کسی نمازی کی دسترس سے باہر نہیں، نماز بھر عبادت کا تصور ہم رشتہ رہے، یہ ریاضت ناخواندہ کے لیے بھی بازیچہ ہے اور نماز کی قبولیت، اجابت، شان رفعت اور پسندیدگی کے لیے کافی ہے، از اول تا آخر استحضار حاصل رہا تو نماز کامل اور مکمل ہوئی، جیسا کہ عرض ہوا یہ خشوع کا ادنی درجہ ہے، اگر مذکورہ کیفیت بھی پیدا نہیں ہوئی تو نماز مجرد رسم، عادت، معمول اور روٹین ہے اور اس محرومی کے ذمے دار ہم خود ہیں، اس ضمن کا مطالبہ انتہائی

سہل تھا، اس میں نامراد رہ کر ہم نے ثابت کر دیا کہ عبادت کو لے کر ہم سنجیدہ نہیں ہیں۔

دوسرا درجہ متعلقہ کلمات کے معانی کا ادراک واستحضار ہے، بشمول قرآن آپ مختلف ہیئتوں، حرکات اور سکنات میں جو کچھ دہراتے ہیں، ان کا مطلب تازہ بہ تازہ رہے، مناجات کے مضمون سے باخبر ہوں، عرض ومعروض معلوم ہو، یہ درجہ بھی مشکل نہیں، چندے تعلیم سے ہر شخص اس مقام کا اہل بن سکتا ہے، سورۂ فاتحہ اور دس سورتوں کا ترجمہ وتشریح جوئے شیر نہیں، تکبیرات وتسبیحات کا مفہوم مزید سہل ہے، التحیات بھی مختصر ہے، مذکورہ قراءت، کلمات اور تسبیحات کے معانی یاد کرنے ہیں اور یاد رکھنے ہیں، چوکنا رہنا ہے، خیال مربوط ومتعلق رہے، عمل اور تصور ہم رشتہ ہوں، دھیان بھٹکنے پر متنبہ رہے، قول، عمل اور ذہنی ارتکاز ایک لڑی میں جڑے ہونے چاہئیں، ایک راہ کے راہ رو اور منزل کے یکسو، یہ درجہ اہل علم سے خصوصی نسبت رکھتا ہے، عربی دانی کی وجہ سے وہ اس کے بہ ہمہ وجوہ اہل ہیں، اگر اہل علم کی نمازیں اس درجۂ خشوع سے عاری ہیں تو شرم ناک ہے اور دیدہ ودانستہ جرم بھی۔

تیسرا درجہ معرفت کا ہے، اس میں علم کا تڑکا شامل ہو جائے تو نئے جہان دریافت ہوتے ہیں، حضرت مولانا شاہ عبد القادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ہماری انتہا حضرات علماء کی ابتدا ہے، ان کی نسبت یہ تواضع ہے؛ مگر اہل علم اور

غیر اہل علم سالکین میں فرق حقیقت ہے، علم و معرفت کا جوڑ عبادت کو معراج بناتا ہے، بندہ ترقی نہیں کرتا، پرواز کرتا ہے، ایسے ہی تخلیے کے متعلق آپ فرماتے ہیں کہ خاص اوقات ہمارا عروج بے نظیر ہوتا ہے، مقرب فرشتہ بھی ہم نوائی نہیں کر سکتا، قیام، رکوع، سجدہ اور جملہ دستور العمل محرم اسرار بن جاتے ہیں، پردے اٹھتے جاتے ہیں، قدسی مقامات سرعت گامی سے عبور ہوتے ہیں، ملکوتی سیر نئی منزلیں دریافت کرتی ہے، یہاں مقامات و منزلیں لامتناہی ہیں، اس طرح یہ روحانی سیر بھی غیر محدود ہے، گویا عابدِ عرفان متواتر ترقی پذیر رہتا ہے، اس کی معراج بدستور بلند رورہتی ہے؛ یہاں تک کہ وہ یقین کے سفیر سے ہم آغوش ہو جائے۔

خشوع خضوع عبادت کی روح ہے، اگر روح کے بغیر ہم معدوم محض ہیں تو عبادات کیسے اعتبار و شمار میں آسکتی ہیں؟ فقہانے بھی خالی اور عاری نماز کو ضابطے کی حد تک تسلیم کیا ہے، رابطے میں وہ بھی مسترد مانتے ہیں، نیز بے کیف نمازیں دشوار گزار بھی ہیں، یہ تنبیہ خود قرآن میں ہے، وہ فرماتے ہیں کہ پھیکی نماز سخت گراں بار ہے، نماز کی خوش گواری خشوع والوں کے لیے ہے، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے پیٹرول سے تشبیہ دی ہے، پیٹرول کے بغیر گاڑی گھسیٹنا جاں گسل ہے، توانا شخص کے لیے بھی دور اور دیر تک دھکیلنا ممکن نہیں، آخر ماندہ ہو گا اور بیٹھ جائے گا، بے رنگ نمازی بھی بتدریج دور ہوتے ہیں اور دور ہی ہو جاتے ہیں،

بے دلی کی نقل و حرکت سے طویل المیعاد نباہ مشکل ہے، رمضان سر پر ہے، ہر چیز تعلیم و تربیت سے ممکن الحصول ہے، تربیت کے مہینے میں خشوع خضوع کی مشق بھی ملحوظ رکھیں، اللہ تعالی سب کو الطاف و عنایات سے سرشار فرمائے، آمین۔

❍❖❍

تو تو میں میں

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۳۰ شعبان ۱۴۴۶ھ یکم مارچ ۲۰۲۵ء

لسانِ نبوت کی حق گوئی کے صدقے! دونوں سگانِ دنیا نظر آئے، آپ نے دنیائے دنی کو مردار اور اس کے لیے لڑنے والوں کو کتا کہا ہے، ٹرمپ-زیلینسکی دوبر سر پیکار مرغے کم، کتے زیادہ نظر آئے، بس مزہ ہی آگیا، یہ تفریح رمضان سے قبل آئی اچھا ہوا، اپنی غیر معمولی دل چسپی کی وجہ سے تلاوت پر بھی شب خون مار کر رہتی، دست و گریبانی واقعی لعنت ہے، انسان گر جاتا ہے، تکرار کا سپر پاور فریق ایک حقیر مدعی تھا، دوسرا صدر بھی اہمیت کا حامل ہے، جو ذلت کی مہر سے فرار کی ترکیبیں آزماتا رہا۔

عالمی رہنماؤں کی رعنائی، شکوہ، رشک انگیزی، سحر اور کشش منافقت کی دین ہے، نفاق کا غازہ بر طرف ہو جائے تو یہ چہرے گھن آور ہیں، ٹرمپ سب کچھ

ہے؛ مگر دوغلہ نہیں؛ ہماری تحسین کی یہی واحد وجہ ہے، اس کے پیٹ اور زبان یا دل ودماغ اور زبان کے درمیان مصلحت کا پردہ نہیں ہے؛ بل کہ اس کا نطق تفکیر سے سبقت بھی لے جاتا ہے، دیسی تعبیر میں منہ پھٹ ہے، مہمان صدر کا اندازہ کم رہ گیا، بعینہ غلط فہمی شاہ اردن کو ہوئی، اس کی آنکھیں بھی اوول آفس میں کبڈی کھیل رہی تھیں، مصری صدر سیانا ہے، اسے بلایا گیا تھا؛ مگر کنی کاٹ گیا، کسی نمائندے کو بھیجا، خود وائٹ ہاؤس کے بجائے سعودی طرف نکلا، اس وقت سب سے مضبوط پوزیشن محمد بن سلمان کی ہے، لیلائے عالم ہے، پیٹرول طاقت محور دنیا ہے اور شاہ فیصل کے بعد یہ ادراک صرف ولی عہد کو ہوا، دینی اور ملی فساد اپنی جگہ؛ مگر وہ "جَلّتْ قُدرتُہٗ" کے بہترین استعمال سے بین الاقوامی میزان کا بیلنس ہے۔

تصاویر اور ویڈیوز انسان کی بے حرمتی ہیں، یہی باتیں اگر مقرو ہوتیں تو دونوں لیڈران اس درجہ ذلیل نہ ہوتے، زندہ پروگرام نے کہیں کا نہ چھوڑا، میرے نزدیک حرمتِ تصویر کی یہ خاص وجہ ہے، ناچیز کے علم میں نہیں کہ یہ بات پہلے کسی نے کہی ہے، میں یہ سمجھتا ہوں کہ تصویر سازی خالقِ برحق کے حقوقِ تخلیق کی خلاف ورزی ہے، ہم اپنے مصنوعی مضامین کے سرقے پر چراغ پا ہو جاتے ہیں، انسان اللہ کا تخلیقی شاہ کار ہے، مصور اس کی تخلیق پر نقب مارتا ہے، اس کو جلال کیوں نہ آئے؟ پھر آپ بے جان نقل بناتے ہیں تو سرقے کے ساتھ

فساد کے مجرم بھی ہیں، انسان خواہ سیاہ فام ہو لحم ودم اور سانس وزندگی اسے دل کش، حسین، جاذب اور شاندار بناتے ہیں، آپ نے تصویر میں اسے پھیکا، بے رنگ اور مردہ کر دیا، وہ کہتا ہے کہ تم ایسے ہی کلاکار ہو تو اب جان بھی ڈالو! روح پھونکو! میری تخلیق کو بحال کرو! تم نے میری سب سے اہم تخلیق کو مسخ کیا ہے، میں تمھیں نہیں چھوڑوں گا۔

بات پھر بکھر گئی، ٹرمپ-زیلینسکی بندر بانٹ ایپیسوڈ دیکھو، زیلینسکی کو معلوم ہو گیا کہ: امریکہ "فرسٹ" میں اسرائیل کا استثنا ہے، انفرادی یہودی اس زعم میں نہ رہیں، زیلینسکی بھی کٹر یہودی ہے؛ مگر اس کی جنگ یہودیوں کی جنگ نہیں؛ اس لیے جس وائٹ ہاؤس میں نیتن یاہو نوشۂ ذی جاہ تھا، زیلینسکی عبد اللہ بیگانہ ٹھہرا اور آفس بدر بھی ہوا، بڑے بے آبرو ہو کر تیرے کوچے سے ہم نکلے، دو طرفہ گفتگو کا جزو جزو دل چسپ ہے؛ مگر معراج اس وقت ہوئی جب یو کرائن صدر نے پوچھا: میں جواب دے سکتا ہوں؟ تو امریکی صدر نے کہا: بالکل نہیں! یہ فقط یو کرینی لیڈر کی نہیں، سفارتی فلسفے کی آبروریزی ہے۔

پہلا تاثر

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

یکم رمضان ۱۴۴۶ھ یکم مارچ ۲۰۲۵ء

رمضان کی بہار آگئی ہے، پہلا جھونکا سرشار کر گیا، ٹیک آف نے غضب ڈھایا، ابتدا کی خوش گوار حیرت آگے کی کہانی سنا رہی ہے، تراویح کے لطف نے مدرسے کی منت کشی تازہ کر دی، اے جانِ مدرسہ! تیرا حقِ نمک کیسے ادا ہو؟ تو نے راز بندگی سکھایا، قیام کو حضور، سماعت قرآن کو سدرۃ المنتہی کی سیر، رکوع کو حسنِ ابد کا خراج، نقل و حرکت کو ہجر کی بیتابی اور سجدے کو وصال کی تسکین بنایا، مولویوں نے اپنی اولاد کو عصری تعلیم میں کس دل سے ڈالا ہو گا! یہ سنگین جوا جگر پاروں کی قیمت پر کون کھیلتا ہے؟ میرے دو فرزند ہیں، میں ان کے ساتھ ہر زیادتی کر سکتا ہوں؛ مگر راہِ صفہ سے محروم رکھنے کا جرم نہیں کر سکتا۔

تراویح کے لیے دو امام مقرر ہیں، امام اول نے رنگ جمایا، نہایت خوش آواز، پختہ قراءت، ثقہ انداز، قابو یافتہ اور زیر و بم پر کامل گرفت، مخمور کر دیا، امام ثانی خوش آواز نہیں؛ مگر اس نے یہ اچھا کیا کہ صاف صاف پڑھا، بس اتنا کافی ہے؛ کیوں کہ قرآن کا حسن ذاتی ہے، خوش آوازی اضافی امر ہے، قاری صاف اور واضح ادائے گی کا التزام کر لے کافی ہے، قرآن پھر خود جادو جگا لیتا ہے، چناں

فہرست⬆

چہ بارِ دوم میں بھی کانوں کے رس، دل کی بے خودی اور طبیعت کی خماری میں خاص فرق نہیں آیا، تاہم کیا ہی خوب ہوتا اگر امام اول پوری تراویح میں پیشوائی کرتا اور امام دوم سے سماعت کی خدمت لی جاتی!

اسلام کو آج دلائل سے بے نیاز دیکھا، وہ احتیاجِ بیان سے والا اور بالا تھا، احساس کا موضوع بنا رہا، مجسم ہوا، حسی بن گیا، دیکھنے میں آیا، سننے اور چکھنے سے متعلق رہا، لمس آمیز تھا غرض! نئی نمود میں چھا گیا، سر شام انوار کی جو بارش شروع ہوئی تھی وہ روئیں روئیں میں بس کر رہی، الطاف وعنایات نے سیر کر دیا، رمضان نے اپنی آمد درج کرادی، شیاطین کی اسیری دیدنی ہے، ملکوت جلوہ آرا ہے، نیکیاں سہل ہیں، برائیاں ماتم زدہ ہیں، انھوں نے ماحول بنا دیا ہے، اب گیند ہمارے پالے میں ہے، اللہ تعالی قدر دانوں میں شامل فرمائے، آمین۔

نوٹ: سالِ گذشتہ واردات رمضان کے نام سے مہینے بھر مضامین لکھے تھے، نئے سلسلے کی فرمائش آئی ہے، یومیہ تازہ اور مربوط مضمون مشکل معلوم ہوتا ہے؛ لہذا ہر دن ایک پرانی تحریر نشر کی جائے گی، گر قبول افتد زہے عز وشرف!

زبان کی صفائی

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۳ر مضان ۱۴۴۶ھ ۴مارچ ۲۰۲۵ء

ہم یہودی خباثتوں کے وارث ہیں، ان سے بازی لے جاسکتے ہیں، بیک بینچری ہماری شان نہیں، رات کی تراویح میں جب آیت کریمہ: ”وَإِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيقًا يَلْوُۥنَ أَلْسِنَتَهُم بِٱلْكِتَٰبِ لِتَحْسَبُوهُ مِنَ ٱلْكِتَٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ ٱلْكِتَٰبِ وَيَقُولُونَ هُوَ مِنْ عِندِ ٱللَّهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِندِ ٱللَّهِ وَيَقُولُونَ عَلَى ٱللَّهِ ٱلْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُونَ“ پڑھی گئی تو احتساب کی بجلی کوند گئی، یہودی افترا علی اللہ میں اس حد تک گئے کہ آیتیں وضع کیں، چوں کہ غیر اللہ کا کلام حد درجہ کہتر ہوتا ہے تو اس نقص کی تلافی لہجے سے کرتے تھے، چرب لسانی، زبان کی صفائی اور بناوٹ کے حربوں سے یہ باور کراتے تھے کہ تازہ کلام بھی توریت کا متن ہے، دیکھو بعینہ لہجے میں پڑھا جارہا ہے، زبانوں کو مخصوص خم دے کے فریب کاری کرتے تھے، اہتمامِ مخارج، رعایتِ صفات اور صحتِ ادائیگی سے الوسیدھا کرتے تھے۔

ہمارے لیے قرآن کی حد تک تو یہ دجل ممکن نہیں تھا، وہاں غیبی نگہبانی تعینات ہے؛ تاہم احادیث میں امت نے یہ کام جی بھر کر کیا، آن ڈیمانڈ احادیث وضع کی گئیں، رسد اور طلب میں توازن ملحوظ رکھا گیا، مصنوعی سندیں تراشی گئیں

فہرست⬆

اور سنواری گئیں، ان کی قراءت میں زبانی فن کاری دکھائی گئی، اسی نغمگی کو جگایا گیا جو کسی دارالحدیث میں سرشار کرتی ہے، واضعین نے ہونٹوں کو خم دیے، زبانوں کو گھمایا، حلق کو فعال کیا، موضوع احادیث کو چلانے کے لیے ہر داؤ آزمایا اور یہودیت کی وراثت کے تسلسل کو یقینی بنایا۔

مجھے اس آیت پر بریلوی مقررین بہ طور خاص یاد آئے، چوں کہ ان کی مذہبی تعلیم کا مصرف تکفیر دیوبند ہے اور یہ استعداد محتاج عربیت نہیں؛ اس لیے وہ عربی داں بالکل نہیں ہوتے؛ لیکن سامعین کو مرعوب کرنے کے لیے چندے عربی خوانی بھی درکار ہوتی ہے؛ یہاں وہ بھی یہودی روایت سے تحریک لیتے ہیں اور عربی لہجے میں دیسی منتر سے کام نکالتے ہیں، حال ہی میں کسی بریلوی عالم نما جاہل کا خطبۂ نکاح وائرل ہوا تھا، اس نے تراویح سے تحریک لی تھی اور خطبے ہی میں یعلمون تعلمون کر دیا تھا؛ حالاں کہ وہ ان کے قبیلے میں بھی بحق تراویح محفوظ ہے۔

اسی یہودی سرشت کا ایک رنگ ہمارے بعض جری فضلاء میں بھی ہے، ان کو حدیث کا متن ازبر نہ ہو تب بھی زبردستی کرتے ہیں اور زبان کی صفائی کا فارمولا آزماتے ہیں، یہ بھی غلط ہے، اردو میں مفہوم بیان کرنے پر اکتفا کیا جا سکتا ہے، یہ ہرگز معیوب نہیں، دانستہ متن سازی سنگین جسارت ہے، متاثر کرنے کے جذبات حظ نفس کا حصہ ہیں، یہ بھی تحریف کی ایک نوع ہے، جس کے مورث اور چیمپئن یہود ہیں، اسی طرح بلا تحقیق چلائے ہوئے "رواہ البخاری ومسلم" کے

تیر بھی کم ظرفی ہیں، یہ حوالے بھی اطمینان کی صورت تک محدود ہوں، مرعوب کرنے کے لیے صحیحین کے حوالوں کی دوڑ عام ہو گئی ہے، یہ بھی زبان کا ایک کرتب ہے اور آیت کریمہ کے دائرۂ گرفت سے خارج نہیں ہے۔

”کثرت پرستی“ کا نارملائزیشن

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۴ر مضان ۱۴۴۶ھ ۵مارچ ۲۰۲۵ء

فرزندان توحید کتنے گر گئے ہیں؟ وہ بھی علما اور فضلا! ”دوئی پسند“ کھلاڑی ان کا اسوہ کیسے ہو سکتا ہے؟ آپ نے قرآن کی چیخوں کو نظر انداز کیا، وہ تو باپ بیٹے اور بھائی بہن جیسے سگے ترین رشتوں سے تبرا کی شرط رکھتا ہے؛ جب کہ وہ لا الہ الا اللہ. سے نفریں ہوں، اسے ایک ہی چیز سے الرجی ہے: ”دوئی“، شرک کو وہ بالکل پرسنل لیتا ہے، کثرتی کھلاڑیوں کی تحسین آپ کے راستے بھی جدا کر سکتی ہے، وہ اغنی الشرکاء ہے۔

یہ خود فریبی اور تلبیس دونوں ہے کہ ہماری آفریں کھیل تک محدود ہے، تاثر رینگتا ہے، دبے پاؤں پیش قدمی کرتا ہے، شاعر اسی تدریج کی نفسیات کا نقشہ کھینچتا ہے:

رفتہ رفتہ وہ مری ہستی کا ساماں ہو گئے
پہلے جاں پھر جان جاں پھر جان جاناں ہو گئے
دن بہ دن بڑھتی گئیں اس حسن کی رعنائیاں
پہلے گل پھر گل بدن پھر گل بداماں ہو گئے
آپ تو نزدیک سے نزدیک تر آتے گئے
پہلے دل پھر دل ربا پھر دل کے مہماں ہو گئے
پیار جب حد سے بڑھا سارے تکلف مٹ گئے
آپ سے پھر تم ہوئے پھر تو کا عنواں ہو گئے

کھیل کی خوب صورتی کا تاثر محدود نہیں رہتا، ہاتھ پاؤں پسارتا ہے، بے خودی شش جہت سرایت کرتی ہے، ہمہ گیر ہو کر رہتی ہے، ایک ادا کا مقتول ہر ادا کا فریفتہ بن جاتا ہے، ممدوح کا ہر نقش قاتل لگتا ہے؛ حتی کہ مذہبی رجحان بھی، قرآن نے سنگین گناہ کو راست ممنوع نہیں کیا؛ قرب پر پابندی لگائی، یہ قرب نقطۂ فساد ہے، حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام کو بھی درخت کی نزدیکی سے روکا گیا تھا، حدیث میں آیا ہے کہ گناہ ممنوع چراگاہ ہے، قربتیں نہ بڑھاؤ برباد ہو جاؤ گے۔

حدیث میں انتباہ دیا گیا ہے کہ انسان اپنے دوست کے مذہب سے متاثر ہو جاتا ہے، دوسری حدیث میں ہے کہ انسان کو محبوب کے خانے میں رکھا جائے

گا، دوستی گانٹھنے سے قبل اس کا دین دیکھ لینا، برصغیر کی کرکٹ میں سیکولرازم تھا ہیں نہیں، جب تقسیم کی بنیاد مذہب ہے تو کھیل اس سے ناوابستہ کیسے رہ سکتا تھا، پھر مولانا طارق جمیل صاحب نے تبلیغ کا تڑکا لگا کر مذہبیت کی ابدی مہر ثبت کر دی، اب تو وہ مذہبی عوامل سے لبالب ہے، اُدھر کے سجدۂ توحید کا جواب اِدھر کی علامتِ دوئی سے دیا جاتا ہے، آپ اپنی پوزیشن کیسے ایڈجسٹ اور آراستہ کرتے ہیں؛ یہ جاننا دل چسپ ہے۔

اُس طرف کی داد پر خطر ہے، یہ حمق بھی ہے، آخرش کھیل ہے، سنجیدہ عمل نہیں؛ لیکن گومگو کی صورت حال میں بہتر آپشن سکوت اور لاتعلقی ہے، یا دفع شر کے جبری ماحول میں نیم دلی، بات تو گرم جوشی، فرطِ جذبات، سودائے جنون، شورشِ دھن اور تعصب تک دراز حمایت کی ہو رہی ہے، پسندیدگی نشہ ہے، یہ اعتدال سے بے نیاز اور حدود سے ناآشنا ہوتا ہے، آپ ناتواں بھی ہیں، آپ کے اعصاب پختہ نہیں، خمار کب زہر کی صورت اختیار کرے گا آپ نہیں جانتے، یہ آپ کے قابو اور اختیار سے ماورا ہے، مبادا وہ "دوئی کے مظاہر" پر سجدہ ریز ہو اور آپ کی واہ واہی سبقت کر جائے!!!!

محبت مکمل پیکج ہے، اس میں انتخاب ممکن نہیں، محبت ہو گی تو ہر معانی میں ہو گی، محبت کا طوفان ناقابل انتخاب ہے، سیلاب آپ کو کتر بیونت کا موقع نہیں دیتا، محبت فاتح ہے، مفتوح کا وظیفہ فقط تحسین ہے، یک معانی محبوب اگر

فرض کیا جائے تو بھی متاثرہ طبیعت دوسرے معانی کو زبان پر لانے کا حوصلہ نہیں رکھتی، سلبِ ایمان کے معائب پر بھی مجسم سکوت بن جاتی ہے، محبت متاعِ زندگی ہے، اسے بحق خالق ریزرو رکھو، کھیل کے حقیر کرداروں کی آلائشوں سے ناپاک نہ کرو، دوئی پرستوں کی نجس دہلیز پر اس پاک جذبے کو رسوا نہ کرو، خدا توفیق ارزاں کرے، آمین۔

غیر مسلم اداکار کا نماز اسپیسوڈ

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۸ رمضان ۱۴۴۶ھ ۹ مارچ ۲۰۲۵ء

ہندو رموز کے ذریعے مسلم علامتوں کی نمائش ایک بچکانہ، بے فائدہ، غیر سنجیدہ، مہلک اور دور اندیشی کے منافی عمل ہے، خواہ دھارمک ہستیاں ہوں یا کھیل اور فلم وغیرہ شعبوں کے نمائندے، جنوبی ہند کے معروف اداکار کی حالیہ ویڈیو جس میں وہ نماز کی سرگذشت میں شریک ہیں؛ خود ہمارے لیے ہمہ جہت نقصان دہ ہے اور فائدہ صفر ہے، اس طرح کی پہل کا بنیادی پیغام وحدتِ ادیان ہے، ہندوؤں کی اکثریت کا خیال یہ ہے کہ تمام مذاہب (بشمول اسلام) بحیثیت مذہب درست اور برحق ہیں، منزل ایک ہے، راستے جداگانہ ہیں؛ تاہم ہر راستہ

منزل تک دست گیری میں خود کفیل ہے۔

وحدتِ ادیان کا ہندو پروپیگنڈہ یہاں کی سب سے بڑی مذہبی سچائی ہے، مسلم عوام کا ایک طبقہ ذہنی طور پر اس جرثومے سے متاثر ہے، وحدتِ ادیان کے بعض جملے ہندوستان کی مشترکہ تہذیب کا درجہ رکھتے ہیں؛ حالاں کہ وہ تعبیریں کفر کی دفعات کو متحرک کرتی ہیں، سیکولر سیاسی لیڈران کے ٹوپی، رومال اور روزے نماز کے تماشے اسی خیال کی ترویج ہے، یہ اداکاری ہمارے حق میں نہیں، یہ ہندوستانی مذہب کی اشاعت ہے، توحید پرست اس کا شکار ہے، یہ متاعِ توحید پر نقب زنی ہے۔

ہم سماجی سطح پر بھی لوزر اور ہارنے والا فریق ہیں، ان کی پہل کی خیر سگالی کا تتمہ یہ ہے کہ ہم مندر کی پوجا میں شریک ہوں، بہ صورت دیگر تنگ نظری، بے مروتی، بد تہذیبی اور غیر سماجی برتاؤ کی تہمتیں قبول کریں، وہ فراخ دل کہلائیں اور آپ تنگ دل، وہ کثرت نواز قرار پائیں اور آپ علیحدگی پسند، وہ ہم آہنگی کے سفیر واقع ہوں اور ہم دوری کے ترجمان، وہ مساوات کے نغمہ سنج اور ہم فرق کے منادی۔

یہاں سے سیکولرازم کی تشریح گمراہ اور پراگندہ ہوتی ہے، ہمارا اتحاد غیر مذہبی ہے، سیکولرازم پیمان کی روح یہ ہے کہ دھرم درمیان میں نہیں آئے گا، تعاون، ہم آہنگی، یک جہتی، شمولیت اور تکثیریت مذہبی نہیں ہوگی، سماجی اور ملکی

اشتراک وطن اور وطنی مفادات تک محدود ہو گا، لکم دینکم ولی دین کی دیوار حائل رہے گی، یہ فرق تسلیم کرنا ہو گا۔

غیروں کی طرف سے اسلامی شعائر میں شمولیت کی خواہش پر بوجہ احسن معذرت کرنی چاہیے؛ چہ جائے کہ ہم دعوت دیں، انھوں نے برعکس دعوت دی تو آپ بغلیں جھانکیں گے! مذہبی تبادلے پُر خطر ہیں، وہ قرآن کو بوسۂ عبادت دیں گے، آپ گیتا کو کس نیت سے آداب کروگے؟ بمبئی کا واقعہ ہے، میں ایک غیر مسلم کے آفس میں وارد تھا، اتفاق سے بابِ داخلہ پر آویزاں بت گر گیا، میں نزدیک تر تھا، خاموش اور دست کش رہا، اٹھانے کی توقیر میرے لیے ممکن نہ تھی، وہ دور سے لپکا اور تا دیر بہ ہزار تقدیس بت کی بلائیں لیتا رہا، بعد ازاں میرے رویے پر خفا ہوا، کہنے لگا: میں درگاہوں پر جاتا ہوں، تمام اسلامی علامتوں کو پوجتا ہوں اور آپ نے ہمارے خدا کے ساتھ یہ طوطا چشمی کی!

ہندوؤں کے ساتھ معاشرت آسان نہیں ہے، دوسرے لفظوں میں یہ کہ ارض ہند میں توحید پرستی پل صراط ہے، بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز، ہندوؤں کا ایک طبقہ ملحد ہے، وہ اپنے باطل خداؤں کے ساتھ الا اللہ کو بھی لپیٹ لیتا ہے، ہندوؤں کی اکثریت دھارمک ہے؛ مگر وہ "سرو دھرم سد بھاؤنا" کا عقیدہ رکھتے ہیں اور آپ سے دیر و حرم کی یکسانیت کے خواہاں ہیں، وہ تقارب اور وحدت کے اظہار کو اسمارٹ فکری کے طور پر باور کراتے اور ہم

پسماندہ ٹھہرتے ہیں۔

خالص مذہبی نقطۂ نگاہ سے بھی یہ عمل قابل نکیر ہے، عبادت ایک سنجیدہ عمل ہے، نمائش، نمود اور مقاصد کے لیے اس کا مظاہرہ استخفاف ہے، دل میں کفر یعنی انکار بھرا ہے، اعضا مصروف عمل ہیں تو یہ اداکاری ہے، گویا دین کو مذاق، غیر سنجیدگی، رسم اور تماشے کے طور پر لیا، یہ عبادت کے تقدس کی پامالی ہے، اس سیاق میں صاف گوئی کی ضرورت ہے، ہم آہنگی اور یک جہتی میں مذہبی رنگ کی اجازت نہیں ہوگی، کم از کم مشترکہ پروگرام والی معاشرت ہی قابلِ قبول ہے، ہم بھی خوب کم ظرف غبارے ہیں، چند سانسوں میں پھول جاتے ہیں، طفل طبع بھی ہیں، علامتیں ہی سیر کر جاتی ہیں۔

❍❖❍

وقف مسخ بل: چائے فروش گیمبلر کا آخری داؤ

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۱۷ رمضان ۱۴۴۶ھ ۱۸ مارچ ۲۰۲۵ء

"صاحب" پر گجرات عہد سے نظر رکھنے والے جانتے ہیں کہ ان کو اپنی لغت میں ہزیمت کا لفظ منظور نہیں اور ہاری ہوئی بازی پلٹنے کے لیے وہ کسی بھی حد تک جاسکتے ہیں، ہرین پانڈیا معمہ ویکی پیڈیا کو بھی یاد ہے، ماضی میں انھوں نے بر

صغیر کی سانسیں روک دینے والے کرتب بھی دکھائے ہیں، جنوبی ایشیا کے امن کی قیمت پر انتخابات جیتے گئے، نیوکلیئر بموں کی آہٹیں سنوائی گئیں، جنگ کے پر خطر تنور پر انڈین الیکشن پکایا گیا، چناؤ ماحول بنانے کے لیے ایٹمی فضاؤں پر تناؤ کی کمندیں کسی گئیں، ایک فرد کی ہوس اقتدار نے کروڑوں زندگیوں کے فیصلے معلق رکھے؛ تا آں کہ لہر بنی اور وزارت عظمی پر اس کی واپسی ہوئی۔

مجھے اس کا مابعد الیکشن سکوت اور ہزیمت خوردہ چہرہ نہایت خوف ناک لگتا تھا، گذشتہ مرکزی الیکشن کے بعد اس کے آپشن محدود ہو گئے تھے، یہ چیز اس کے اختیارات کے خطرے کو حساس بناتی ہے، مشرق وسطی میں اس کا دوست بعینہ صورت حال سے دوچار ہے اور اپنی سیاسی تقدیر کے لیے کلِ عالم کے امن سے کھیل رہا ہے، سیاسی جوڑ توڑ سے سابقہ پوزیشن بحال ہونا ممکن نہیں، چند ممبران کا اضافہ فرعونیت کے لیے کافی نہیں ہو گا، مندر نے وفانہ کی، فرقہ پرستی کی تان دو سو چالیس پر ٹوٹ چکی ہے، اس سیاق میں ناچیز کا خیال تھا کہ وہ ایک بار پھر اپنی ایجنڈا اچائے، پاکستانی پلیٹ فارموں پر ہی بیچے گا۔

پاکستانی کارڈ، اندرونی فرقہ وارانہ کارڈ سے زیادہ مؤثر ہے، اول الذکر میں ایک جنون نہاں ہے، عوام پاگل ہو جاتی ہے، اپوزیشن خالی ہاتھ رہ جاتی ہے، پاکستان عداوت کا طوفان سیکولر خیموں کو ہوا میں تحلیل کر دیتا ہے، ہر کاؤنٹر بیانیہ غداری کا ٹھپہ لے بیٹھتا ہے، متوازی تشریح اعتماد سے محروم ہوتی ہے اور پاکستان

خطرے کا الارم دو سو بہتر کے جادوئی ہندسے کو بہ آسانی پار کرا جاتا ہے، گذشتہ الیکشن مسلم منافرت پر لڑا گیا، نتائج حسبِ منشا نہیں آئے، بی جے پی اقلیت میں ہے اور حکومت دو سیکولر پارٹیوں کے رحم و کرم پر ہے۔

غالباً پاکستان عداوت بیانیے کا بلٹ اپ پروسس مشکل اور رسکی لگا؛ اس لیے پھر مسلم منافرت کی طرف لوٹے اور قرعۂ بد فال وقف بل کے نام نکلا، بازی گر کا کمال یہ ہے کہ وہ کھیل کو حریف کے لیے مخمصہ بنا دے، لاتعلقی بھی ممکن نہ ہو اور اقدام خودکشی ہو، مسلمان وقف بل پر صبر نہیں کر سکتے کہ یہ ملی وجود اور مذہبی شناخت سے مربوط ہے، ہنگامہ کریں تو بعینہٖ مگرمچھ کی مراد ہے، جنتر منتر پر آپ کے احتجاج کو بجرنگ دل احتجاج نے کل بلا فصل ریپلیس کیا، یہ کھیل کا آغاز ہے، وقف کے اونٹ سے دو ہزار انتیس کا جارحانہ مونٹم مطلوب ہے، اسے چوتھی میعاد کی کروٹ پر ہی بیٹھنا ہے، صاحب کی مجبوری ہے، پندرہ سالہ حساب کے سوالات کا اژدہا منہ کھولے کھڑا ہے، معمول کی فضا میں ایک اور الیکشن ممکن نہیں، اسے وقف مسخ بل کے شراروں اور انگاروں کا سہارا درکار ہے۔

غیر معمولی بھنور میں حکمت اور قوت کا اصل امتحان ہوتا ہے، کھیلنا تو ناگزیر ٹھہرا، دشمن نے رگ کے انتخاب میں پہلے ہی مات دے دی ہے، دست کشی آپشن نہیں، فراست یہ ہے کہ مجرد آلۂ کار نہ بنیں، جب ان کی پچ پر اترنا واحد راستہ رہ گیا ہے تو پوری قوت اور تیاری سے اتریں، اگر ان کا مدعا حاصل ہوتا ہو تو

ہم بھی خالی ہاتھ نہ رہیں، فرقہ پرست حملوں نے ملت کو شعلہ جوالا بنا دیا ہے، وہ پھٹنے کے لیے تیار ہے، آپ کشتیاں جلانے کا فیصلہ کریں، روز مرہ کی چھیڑ خانی کا سد باب اور مساوی حقوق ہماری منزل ہے، اس کے لیے کہاں تک جانا پڑ سکتا ہے روڈ میپ بنالیں اور ہوم ورک ٹھیک ٹھیک کر لیں۔

تیاری سے مراد یہ ہے کہ قانون اور میڈیا دونوں محاذ چست، فعال اور استوار رکھیں، تحریک کو قید و بند کا سامنا ہو گا، یہاں قانونی حربے اور عدالتی داؤ پیچ درکار ہیں، گودی میڈیا آپ کو مثبت کوریج نہیں دے گا، میڈیا کردار کے لیے سوشل میڈیا کی پناہ لینی ہو گی اور آج یہ بہترین متبادل ہے، گلف کے انفلوینسر خریدنے چاہئیں، وہ مہنگے نہیں ہیں، قوت خرید کے اندر ہیں، عرب ممالک کی ریلیز، فیسبک، انسٹاگرام، ایکس اور یوٹیوب میں آپ کا بیانیہ رواں رہے، خلیجی ممالک میں مودی کی دکھتی رگ ہے، جس میں اس کی ذاتی شمولیت بھی ہے، یورپ اور امریکہ میں ہندوستانی سیکولرازم کی نبض ہے، وہاں بھی سوشل اثر انداز کرداروں سے کام لیا جائے۔

یہاں ہم اپنے بل پر محفوظ ہیں، ڈاسنہ خنزیر جو قتل عام کی بات کرتا ہے وہ تمام فرقہ پرستوں کی سوچ ہے؛ مگر اس کو بہ روئے کار لانے کے لیے جو شیر مادر مطلوب ہے وہ فرقہ پرستوں نے نہیں پیا ہے، فرزندان توحید کی واحد ضمانت ان کی دلیری ہے، فرقہ پرستوں نے دیکھ لیا ہے کہ ہر تصادم میں شیر اپنے دم پر

مقابلہ کرتے ہیں، بے تیغ ہی بھاری پڑ جاتے ہیں، انتظامیہ کی جانب داری بھی منہ کی کھاتی ہے، تاہم جن آبادیوں میں کلمہ گو نا کے برابر ہیں وہاں سے خاموش نقل مکانی حکمت ہے، جہاں کچھ بھی جمعیت موجود ہے، ہجرت کی ضرورت نہیں، قلیل جمعیت بھی کافی ہے، باقی سفری تنہائی ضرور ہماری قومی کمزوری ہے، وہ اکا دکا افراد کو نشانہ بناتے رہیں گے، اس کا بہ ظاہر کوئی موثر پیش بند نہیں، بس یہ کلمے کا خون بہا ہے، ہر زمانے میں لیا گیا ہے، اس کی تلقین و تذکیر قرآن کریم میں متعدد جگہ وارد ہے۔

القصہ! آپ کا انفعال اس کے الیکشن کے حق میں نہ جائے، ہم اس کے ہر کارے نہ بنیں، ہماری کد و کاوش اس کی کرسی پر لگے نشانوں، داغ اور دھبوں کی صفائی کے کردار میں نہ جائے، اس کی ہاری ہوئی بازی کو جیت میں بدلنے کی لاشعوری کا شکار نہ بنیں۔

❍❖❍

ماقبلِ مہدی دور (۱)

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۲۱ رمضان ۱۴۴۶ھ ۲۲ مارچ ۲۰۲۵ء

آپ سادہ لوح ہیں یا خود فریب جو ذمے داری حماس پر ڈالتے ہیں؟ نکلو

یہاں سے چغد کہیں کے! فلسطینیوں کے پاس امن آپشن کبھی رہا ہے؟ اچھا بتاؤ جنگ غزہ سے ہے پھر اسی میعاد میں غزہ سے باہر فلسطینی ہلاکتوں کی کیا توجیہ ہے؟ آغازِ جنگ سے تاحال مغربی کنارے میں ایک ہزار شہیدوں، سات ہزار زخمیوں اور چودہ ہزار قیدیوں کے اعداد و شمار کیا کہتے ہیں؟ اسرائیل نے ان فلسطینیوں کو بھی نہیں بخشا جو مبینہ طور پر اس کے اپنے شہری ہیں، دوران جنگ اندرون اسرائیل ایک ہزار چھ سو عرب شہید کیے گئے۔

اسرائیل کے لیے امن کے معانی یہ ہیں کہ وہ یومیہ بنیاد پر دو دو چار چار فلسطینیوں کو تہہ تیغ کرے گا، مغربی کنارے کی ہر صبح کچھ جنازوں کے جلو میں شروع ہو کر شام کے چند جنازوں پر ختم ہو گی، مغربی کنارے کے یہودی آباد کر حسبِ موڈ فلسطینیوں پر گن سادھیں گے، ان کی زمینیں ضبط کریں گے اور علاقہ بدر کریں گے، ہر کچھ دن میں فلسطینیوں کی زمین پر نئی یہودی بستی کا اعلان ہو گا اور فلسطینیوں کو بے دخل کر دیا جائے گا، یہ اسرائیل کی لغت میں امن کے معانی ہیں۔

پھر دنیا کے کسی انصاف پسند، حریت نواز اور انسانیت ذہن شخص، گروہ یا ملک کو اس پر کوئی اعتراض ہے تو وہ بجائے خود دہشت گرد، ہٹلر، نازی، ہولوکاسٹی اور اینٹی سیمٹ ہے، دنیا کے سامنے راستہ نہیں، اسے اسرائیل کا امن ماڈل قبول کرنا ہو گا، یومیہ چند جنازے، زمینوں پر قبضے اور املاک سے بے دخلی کو بحق

یہودیت تسلیم کرنا ہو گا ورنہ پوری دنیا ذلیل ہے اور پوری دنیا یہودیوں کی جوتی پر ہے، فلسطینی سرنگوں ہو کر بھی جینے کے لیے تیار تھے؛ مگر جان بخشی کی استدعا منظور نہیں، جنازوں میں انقطاع قبول نہیں، لاشوں کا تسلسل لابدی شرط ہے۔

حماس اب واضح طور پر کربلا میں ہے، ایران کی سرکاری سپلائی ٹوٹ چکی ہے، مصر کی غیر سرکاری اسمگلنگ کو رفح نگرانی نے مسدود کر دیا، مقامی اسلحہ سازی کے لیے مواقع نہیں، یمن کے دور افتادہ میزائل کافی نہیں، بہ ظاہر غزہ رفتہ رفتہ بہتر پیاسوں کی پانی بندش کی طرف بڑھ رہا ہے، آخر میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ساتھیوں کو واپسی کی اذن عام دی تھی، حصار جبر میں بڑی تعداد نقل مکانی قبول کر سکتی ہے، مصری صدر ابھی ناپ تول میں ہے، سر شام "فلسطینی بہ عوض ڈالر" سودا مان لیتا ہے، علی الصباح رد عمل میں مکر جاتا ہے، کل وہ فلسطینی ہجرت پر مہر لگا کر رہے گا۔

ما قبل مہدی دور کی خبریں بدل گئی ہیں، ہم مغربی کنارے کا نام سنتے تھے، اب وہ یہودا اور سامرا کہلاتے ہیں، دنیا نے مقبوضہ فلسطین کی تعبیر ترک کر دی ہے، جو علاقے دنیا کے نزدیک ممکنہ فلسطینی مملکت تھے، اب تب میں اسرائیل ڈکلئیر ہوا چاہتے ہیں، آباد کار دہشت گردوں کی شاکی بین الاقوامی برادری نے فلسطینی ہجرت کا ذہن بنا لیا ہے، دو ملکی حل والے قوال بھی کم ہو رہے ہیں، ہمارے دیکھتے دیکھتے عظیم اسرائیل نمود پذیر ہے، فلسطین وہ ذہنی طور پر ہضم کیے

ہوے ہے، ھل من مزید میں عملا شامی علاقے زیر تصرف ہیں، امن کے فقیروں کی آنکھیں کھلنے ہی والی ہیں جب وہ باقی ماندہ ریاستوں کے سامنے مجوزہ نقشہ رکھے گا اور مطلوبہ اراضی کی فہرست بھیجے گا۔

تمام یرغمالیوں کو چھوڑ دیتے تب بھی یہی ہونا تھا، سات اکتوبر نے اس خطے کا یک قطبی مستقبل طے کر دیا ہے، اسرائیلی عسکری قوت غزہ کے اسرائیلائزیشن کے ماسوا سے اتفاق نہیں کرے گی اور مہدی فتوحات کو اسرائیل منظور نہیں ہو گا، ماقبلِ مہدی ظلم یاد رکھو، مابعد مہدی عدل کی درست اہمیت کے ادراک میں ضرورت پڑے گی، ماقبلِ مہدی دور میں شجر و حجر ظلم کے شاہد ہیں، مہدی دور میں ان کو شاہد عدل کا کردار بھی ادا کرنا ہے۔

❍❖❍

قاتلینِ انبیا

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۲۲ رمضان ۱۴۴۶ھ ۲۳ مارچ ۲۰۲۵ء

قرآن نے ان کی قومی پیشانی پر قاتلین انبیا کا داغ پیوست کیا ہے، اس ننگِ انسانیت کا ذکر متعدد جگہ آیا ہے، ہر موقع پر صیغہ جمع کا ہے؛ بالخصوص جمع مکسر میں، اس طرح قرآن کے بیان میں یہ طے شدہ ہے کہ یہود کے ہاتھوں شہید

ہونے والے انبیا کی ایک بڑی تعداد ہے، حضرت زکریا ویحیی کے نام بوجہ شہرت نمایاں ہیں، برائے حصر نہیں، حضرت عبد اللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ ایک روز بوقتِ صبح تین سو انبیا کے خون سے پیاس بجھائی اور سرِ شام بازار کی رونق بھی متاثر نہیں ہوئی، یہ اعداد وشمار برائے کثرت بھی ہو سکتے ہیں؛ تاہم خون کی پیاس ان کا ڈی این اے ہے، پھر یہ معصوم، پاکیزہ اور مقدس خون کو ترجیح دیتے ہیں۔

حضرت زکریا اور یحیی علیہما السلام کے ناموں کی تصریح نصوص میں ہے، حضرت عیسی علیہ السلام کے قتل کی سعی میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، بزعم خود قتل کیا، عالمِ مسیحیت ڈوب مرے، وہ تمھارے نبی کے قتل کے مدعی اور اقبالی ہیں اور آپ ان سے معاشقے میں ہیں، جو تمھارے نبی کے درپے ہوے وہ تمھیں بخشیں گے؟ حد یہ ہے کہ انھوں نے سلسلۂ نبوت کی آخری کڑی، یعنی رسول اللہ ﷺ پر کتنے ہی قاتلانہ حملے کیے، جب کوئی بس نہیں چلا تو قومی ننگ سے کام لیا اور ضیافت کے بہانے زہر خورانی کی، اس طرح تاج دار انبیا کا خون بھی انھیں کی گردن پر ہے۔

جس قوم کو قرآن جگہ جگہ خوں ریزی کا طعنہ دیتا ہے اس سے امن کی امید فقط سادہ لوحی نہیں قرآن پر ایمان کے منافی بھی ہے، سات اکتوبر نے ان کو مشتعل کیا، وہ اقدام نہ ہوتا تو یہود امن کبوتر اڑا رہے ہوتے، امن پرستوں کو اشتعال دلایا گیا وغیرہ وغیرہ؛ اس قسم کے خیالات ایک درجے میں قرآن کی

تکذیب، اسلامی بیانیے کی تکفیر، خونِ انبیا کا استخفاف، اقصی قربانیوں پر تبرا اور ایک صدی پر محیط فلسطینیوں کی داستان مظلومیت کا مذاق ہے۔

ویڈیو دور سے قبل کی نسل کشی، قتلِ عام اور خوں ریزی برداشت کی گئی کہ مشاہدے سے باہر تھی، یہود نے پہلی بار دنیا کو موت کا ننگا ناچ لائیو دکھایا، جنگجو بہانہ ہیں، عورتوں، بچوں اور بیماروں کو مارے بغیر ان کی تشنگی دور نہیں ہوتی، بچوں کا خون ان کا پسندیدہ، مرغوب اور ترجیحی جام ہے، معصوم جانوں کو خاک وخون کر کے وہ تاریخ یہود کو خراج عقیدت پیش کرتے ہیں اور اس سیاہ وراثت کے تسلسل کو یقینی بناتے ہیں۔

❍❖❍

خرقِ عادت اور خرعادت

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۲۵ رمضان ۱۴۴۶ھ ۲۶ مارچ ۲۰۲۵ء

معجزے کی طرح کرامت بھی خالص فعل خدا ہے، اس حد تک کہ بعض اوقات صاحب کرامت کو علم بھی نہیں ہوتا، ظاہر پرستی، عقلی غلامی، حسی اسارت، مادی تاثر، سائنسی مرعوبیت اور روحانیت سے دوری مغیبات سے متوحش کر دیتی ہے، کرامت سے بدکنا ایمان بالغیب اور عالم ثانی کے تعلق سے

شکوک کا غماز ہے، کرامت مخالفت کی نہاد مغربیت ہے، گو کہ جدت پسند طبقہ اس سچائی کو قبول نہ کرے، ماضی قریب کے جملہ مانعینِ کرامت اسی قماش کے تھے۔

ہمیں کہانیوں کا طعنہ دینے والے منافقو! رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کیا خیال ہے؟ انھوں نے یہ کہانیاں متواتر سنائی ہیں، وہ اس باب میں رطب اللسان تھے، غار والوں کا واقعہ انھوں نے بیان کیا، چٹان از خود ہٹ گئی اور راستہ دے دیا، تخریج کار امام بخاری ہیں، کسان کا قصہ بھی زبانِ رسالت نے سنایا، بادل نے نام لے کر کہا تھا کہ فلاں کے کھیت میں برسنے کا حکم ہے اور ٹھیک وہیں برسا، اس کی تخریج امام مسلم نے کی۔

اور جریج راہب کے واقعے پر تو آپ کا ہاضمہ بالکل خراب ہونا چاہیے، بھلا نومولود بھی گفتگو کرتا ہے! وہ بھی قانونی سیاق میں کہ میرا باپ فلاں چرواہا ہے، جریج پاک دامن ہیں، یہ متن متفق علیہ ہے، بخاری اور مسلم دونوں نے سند اعتبار دی ہے، حضرت ابراہیم کی اہلیہ یاد ہوں گی، فرعون نے دست درازی کا ارادہ کیا تو مفلوج ہوا، تین بار یہی پیش آیا، اس کے ناقل بھی شیخین ہیں۔

اور وہ لکڑی میں رقم رکھ کر سمندر میں ڈالنے والے امین تاجر کی سرگذشت تو حد ہے، آپ کے لحاظ سے رسول اللہ ﷺ حاضرین کو یہ باتیں کیسے سنا سکتے ہیں؟ یہ کیسے ممکن ہے؟ ہمیں کہانی باز اور داستان ساز کہنے والے ضرور کچھ

فرمائیں، یہ واقعہ بھی صحیحین میں ہے، اصحاب الاخدود کا احوال صحیح مسلم میں ہے، شیر خوار بچے نے ماں کو اطمینان دلایا اور آگ میں کودنے کی ترغیب دی، عباد بن بشر اور اسید بن حضیر کو آستانۂ نبوت میں تاخیر ہو گئی تھی، اندھیرا زیادہ تھا، چلنا شروع کیا تو لائٹ جل اٹھی، آگے راستے جدا ہوئے تو روشنیاں بھی دو ہو گئیں، یہ بھی بخاری اور مسلم میں ہے۔

حضرت مریم کا حمل، زچگی اور ان کا بچہ نص قطعی ہیں، ان کے یہاں غیبی رزق کی فراہمی کا ذکر بھی قرآن نے کیا ہے، قرآن کرامت کا فارمولا بیان کرتے ہوے کہتا ہے: ”وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ إِنَّ اللَّهَ بَالِغُ أَمْرِهِ قَدْ جَعَلَ اللَّهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا“، (طلاق: ۲-۳) تقوی اور توکل کرامات کی کلید ہیں، اسی مضمون کی دوسری تعبیر یہ ہے: ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَل لَّكُمْ فُرْقَانًا“ (انفال: ۲۹)، فرقان کے تمام معانی میں کرامت نہاں ہے۔

وہ خلاف عادت اکثر نہیں کرتے، نظام کو اسباب کے مدار پر رواں رکھتے ہیں؛ لیکن وہ اس کے پابند ہیں نہ مجبور، مصلحت ہو تو خرق عادت بھی کرتے ہیں، اس خرقِ عادت سے خرعادت طبقے کو مسئلہ ہے، ان کی میزان نام نہاد عقل ہے، سائنس ان کا فاتح آقا ہے، اس بت کو پاش پاش کرنا بھی خرق عادت کی مصلحت ہے، وہ دکھانا چاہتے ہیں کہ ستاروں کے آگے جہاں اور بھی ہیں، تمھاری کمند

ٹوٹنے کے معنی یہ نہیں ہیں کہ کائنات تمام ہوئی، نظام ہمارے تابع ہے ہم نظام کے مقہور نہیں، خرق عادت ایمان بالغیب کی کمک ہے اور ان قصوں کا ذکر ومذکور اس کمک کا فیضِ بے بہا ہے۔

دیوبند سے اعتدال سیکھو، کرامت کا انکار ایک انتہا ہے اور کرامت سازی دوسری انتہا ہے، سچ اور جھوٹ میں تمیز اعتدال ہے، اول الذکر رجحان ایک فرقے کی شناخت ہے، ثانی الذکر دوسرے فرقے کا ماحصل ہے؛ جب کہ دیوبند نے صراط مستقیم کو منتخب کیا، خرقِ عادت کو ایمان، تقوی اور صالحیت کی کسوٹی پر جانچا، کھرے کو بوسہ دیا اور کھوٹے کو ردی کی ٹوکری میں ڈال دیا، افترا ظاہر دین میں بھی ہے تو کیا ہم مستند نصوص سے بد ظن ہو جائیں؟ پھر کیوں باطنِ دین میں ملاوٹ پر افراط سے کام لیا؟ روحانیات میں جاری آمیزش کا مقابلہ کیا جاتا، صحیح اور موضوع تمیز کے نہج پر باب کرامت کی تہذیب مطلوب تھی نہ کہ ڈھیٹ انکار۔

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی بعد از وفات دارالعلوم آمد

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۲۶ رمضان ۱۴۴۶ھ ۲۷ مارچ ۲۰۲۵ء

دعوی یہ نہیں ہے کہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ بعد از وفات اپنے اختیار سے واپس تشریف لائے، سورۂ انبیا کی نفی والی آیت کا محمل یہی ہے، یعنی مردے اپنے اختیار سے واپس نہیں آسکتے، ہمارا مدعا یہ ہے کہ اللہ تعالی نے ان کی روح کو ایک اہم تصفیے پر مامور کیا اور وہ انسانی صورت میں یا مثالی پیکر میں دارالعلوم تشریف لائے، یہ فعلِ خدا ہے، وہ ہر چیز پر قادر ہے اور یہ کسی نص کے خلاف ہے نہ عقلا بعید، اس آمد کا کوئی جزو کسی بھی نقل یا عقل سے متصادم نہیں۔

اس سے زیادہ عجیب تو حضرت عزیر علیہ السلام کا حال ہے، وفات پر ایک صدی گذرنے کے بعد ان کو دوبارہ زندگی عطا ہوئی، پھر انھوں نے اس حیات ثانیہ میں فرائض نبوت سر انجام دیے؛ جب کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ چند ساعتوں تک محدود ہے، نیز سورۂ بقرہ کا ٹائٹل قصہ بھی اسی قبیل سے ہے، مقتول زندہ ہوا اور اس نے خود اپنے قاتل کا نام بتایا، حضرت عیسی علیہ السلام اللہ کے حکم سے جن مردوں کو زندہ کرتے تھے وہ لوگوں سے ہم کلام بھی ہوتے تھے،

فہرست

حضرت زید بن خارجہ کی بعد از وفات طویل گفتگو جملہ مورخین اور کبار محدثین نے ذکر کی ہے، جس میں انھوں نے بئر عریس پر خاتم النبی کے گم ہونے اور فتنوں کے سر اٹھانے کی پیشین گوئی تک کی تھی، حتی کہ امام بخاری نے بھی تاریخِ کبیر میں اسے لیا ہے، آپ علامہ ابن قیم کی الروح پڑھیں اس میں درج واقعات کے سامنے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ کچھ بھی نہیں، غیر مقلد کتاب کی نسبت کے منکر ہیں؛ مگر یہ سر پکڑنا مفید مطلب نہیں، کتاب الروح ابن قیم ہی کی تصنیف ہے، نسبت بھی ثابت ہے اور دنیا ابن قیم کے قلم کو خوب پہچانتی ہے۔

اس قسم کے واقعات کی توجیہ مشترک ہے کہ ان کے اختیار کو دخل نہیں تھا، اللہ نے اپنی قدرت کا مظاہرہ کیا اور وہ ہر امر پر حاوی ہے، دیوبند سے اعتدال سیکھو: یہ عقیدہ رکھنا کہ اولیا بعد از وفات تصرف میں با اختیار ہیں؛ ایک انتہا ہے اور یہ ضد کہ مردہ اللہ کے حکم واجازت سے بھی کوئی تصرف نہیں کر سکتا؛ دوسری انتہا ہے، افراطی فرقہ پہلی انتہا میں ملنگ ہے اور تفریطی فرقہ دوسری انتہا میں سمٹا ہوا ہے، دیوبند نے راہ اعتدال اختیار کی کہ مردہ اپنے اختیار سے کچھ نہیں کر سکتا، اس کی میعاد آزادی ختم ہو گئی، ہاں اللہ کے حکم سے وہ متعلقہ امر انجام دے سکتا ہے، حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ سچا ہے کہ ناقل صادق الامین ہے اور وہ اسی دوسری قسم میں داخل ہے۔

قرآن وسنت سے یہ ثابت ہے کہ برزخ میں ارواح زندہ ہیں، حالت

شعور میں ہیں، ثواب اور عذاب سے گذرتی ہیں، دنیا سے ان کا تعلق منقطع ہو جاتا ہے، سوائے استثنائی صورتوں کے، درج بالا واقعات (بشمول زیر بحث واقعے کے) اذن الٰہی کی وہی خاص صورتیں ہیں۔

بعض تبصروں کا جواب

محمد فہیم الدین بجنوری

۲۷ مارچ ۲۰۲۵ء

اللہ تعالی کی قدرت کا ذکر برائے تفہیم ہے، وضع عقائد کے لیے جواز فراہم کرنا مقصود نہیں، عقیدے کی بنیاد قرآن وسنت اور اجماع امت ہے، بزرگوں کے واقعات عقائد کا مستدل نہیں، حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہمارے نزدیک سچا ہے، مدعا فقط یہ ہے کہ وہ اصول شرع کے خلاف نہیں، اس میں عقلی استحالہ بھی نہیں، اگر آپ ناقل کو صادق مانتے ہیں تو واقعے سے متوحش ہونے کی ضرورت نہیں، ایسا ہوتا آیا ہے، منصوص واقعات کے علاوہ ایسے قصے خوب پیش آئے ہیں، اساطین علم نے ان کو نقل کیا ہے، کتاب الروح پڑھیں۔

آپ اختلاف واضح کریں: ۱ حضرت نانوتوی کا قصہ من گھڑت ہے، ۲ مردے استثنائی صورت میں بھی واپس نہیں آسکتے، پہلی صورت میں کذب کی

دلیل بیان کریں اور پورے سلسلے کو کذاب قرار دیں: صاحبِ واقعہ یعنی شاہ رفیع الدین سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند نے جھوٹ بولا، ناقل یعنی حضرت قاری طیب صاحب سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند نے جھوٹ بولا، تصدیق نگار یعنی حضرت تھانوی نے جھوٹ کی ترویج کی۔

دوسری صورت میں ممانعت کی دلیل دیں کہ عام دستور کے بر خلاف استثنائی صورت میں بھی مردے کی واپسی ممکن نہیں، جو نصوص پیش کی گئی ہیں ان کا محمل عام ہے، یعنی زندگی ایک موقع ہے، دوسرا موقع مقرر نہیں، ان نصوص میں خاص صورتوں کی نفی پیش نظر نہیں، ورنہ کلام اللہ میں تعارض ہو گا، خاص صورتوں میں مردوں کی واپسی خود قرآن نے بیان کی ہے، لامحالہ پہلی آیات کی توجیہ کرنی ہو گی کہ وہ عام ضابطے کی بات ہے۔

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت کا انکار موجب کفر ہے نہ اہل سنت سے خروج کا سبب؛ لیکن صحت نقل کی وجہ سے انکار بھی آسان نہیں، آگ کا وہی دریا عبور کرنا ہے جس کا ذکر اوپر آیا، ایک سلسلۂ علم و معرفت اور صدق و صفا ہے جس کو متہم بالکذب کرنا ناگزیر ہو گا، جس میں جرأت ہو کیا کرے، ہم یہ بیباکی نہیں رکھتے، ہم کسی سے نہیں کہتے کہ وہ یہ کرامت تسلیم کرے، ہاں ہم اس پر جان کی بازی لگائیں گے کہ اکابر پر اجتماعی جھوٹ کی نسبت خالص تہمت، بد دیانتی اور عداوت ہے۔

فہرست

عید اور سرخ عید

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

عید الفطر ۱۴۴۶ھ

آج عید ہے، سال کا سب سے پر مسرت دن، تنخواہ دار رہا ہوں، فطری طور پر ادراک کا اہل ہوں، تنخواہ کے دن مدرسین کی آنکھیں ناطق ہوتی ہیں، "بے خودی بے سبب نہیں غالب" کا نظارہ جلوہ ریزی کرتا ہے، راقم نے مہینہ کام چوری میں گزارا؛ مگر آقا کریم ہے؛ اس لیے عیدی کی لائن میں حاضر رہا، نماز ہوئی، خطبہ ہوا، دعا ہوئی اور فرشتوں کی گواہی میں اجرت تقسیم ہوئی، نامۂ اعمال چوں کہ ابھی پردے میں ہے، اکاؤنٹ بیلنس چیک نہیں ہوتا؛ اس لیے فکر کی عین مطابق توثیق ممکن نہیں؛ تاہم محرومی کا وسوسہ نہیں، ان کے ساتھ حسن ظن ہے، کرم پر یکسو ہوں، دوسرا پہلو حقیر لگتا ہے، بس فضل خدا ہمارا ناخدا ہے اور بیڑا پار ہو گیا ہے۔

پڑوس میں وسیع مسجد ہے، یہاں بھی عید کا اعلان تھا، جے محل گراؤنڈ بھی بہت دور نہیں؛ اس لیے میدان ہی کو ترجیح دی، ناچیز کو عصر حاضر کے مفتیان سے اس بابت اتفاق نہیں کہ عید گاہ آبادی میں آجائے تو فضیلت باقی نہیں رہتی، یہ اجتہادی غلطی ہے، عید گاہ سنت کی روح بیرون نہیں ہے، میدان، کھلی فضا، پنج

فہرست⬆

گانہ نماز کے مقام کی تبدیلی اور معمول کے خلاف نقل و حرکت اصل نکات ہیں اور یہ خوبیاں اندرون آبادی عید گاہوں، پارکوں اور میدانوں میں موجود ہیں، مذہبی شکوہ، ملی شان، دینی رعب اور قومی شوکت کے اظہار میں داخلی میدانوں کا کردار یکساں ہے اور عید گاہ تصور میں یہی متفق علیہ نکتہ ہے، اندرون شہر عید کے میدانوں کی ہمہ ہمی، نمازیوں کے غول کے غول، گاڑیوں کا ہجوم، پارکنگ کے مسائل، گلی کوچوں کی آمد و رفت، راستوں میں ٹریفک جام وغیرہ؛ وہ زاویے ہیں جو منشائے عید گاہ کو اندرون شہر زیادہ موثر طور پر بروئے کار لاتے ہیں۔

عید گاہ کو بیرون سے مشروط کرنا غیر عملی ہے، آپ بیرونی عید گاہ کے اطراف میں تعمیر ممنوع نہیں کر سکتے، وقت کے ساتھ وہ لامحالہ آبادی میں تبدیل ہو گی، پھر نئی عید گاہ بناؤ، بڑے شہروں میں یہ ممکن نہیں، بنگلور میں آبادی سے باہر نکلنے کے لیے گھنٹوں درکار ہیں، اس قید کا اضافہ امت کو مستقل طور پر عید گاہ کے ثواب سے محروم کرنے کے مترادف ہے، بندے نے عید کی نماز جے محل میدان میں پڑھی، عید گاہ کی فیلنگ تھی اور عید گاہ سنت تمام معانی میں سرشار کر رہی تھی۔

بنگلور میں عید دل و جان سے مناتے ہیں، معانقہ فرض ہے، اس میں شناسائی بھی ضروری نہیں، "عید مبارک" کا لفظ ایک حق ہے، ادا کیے بغیر رستگاری ممکن نہیں، کوئی متعلق ہفتہ دو ہفتہ بعد بھی سامنے آئے گا تو اسے یہ

ادھار اتارنا ہی ہو گا، عید گاہ مجسم معانقہ بن جاتی ہے، سلسلہ تادیر رہتا ہے، اجنبی معانقے بھی پرجوش ہوتے ہیں، عید گاہ پر بات ختم نہیں ہوتی، باقی ماندہ حساب مقام پر تکمیل کو پہنچتا ہے، میں نے ظہر اور عصر میں عید ملن کے تتمے خوب دیکھے، میرے سسر صاحب کی اپنی ذریت پچاس کے ہندسے پر ہے، سوچو مجھے یہ شعاری نعرہ کتنی بار دہرانا ہے، اس میں تخلف قبول نہیں، آپشن کا تصور نہیں۔

یہاں ہندو رواداری سے بھی قدرے آگے ہیں، بی جے پی ووٹروں نے بھی بریانی طلب کی ہے، ہم نے مودی کا عید بیان پندرہ لاکھ کے خانے میں رکھا تھا، جس میں وہ کہتے ہیں کہ عید کے دن ہمارے گھر پکوان تعطیل رہتی تھی، کھانا مسلم ہمسایے بھیجتے تھے، ظاہر ہے کہ دونوں عید نان ویج ہیں؛ تاہم بنگلور کے ہندو دوستوں کی بریانی مانگ نے مودی کے بلند شوشے اور اونچے شگوفے کو قابل فہم بنانے میں ایک سیڑھی فراہم کی۔

عید کا مزہ رشتوں سے ہے، تنہائی کی عید میٹھی ہوتی ہے نہ پر کیف، بیرون میں برسر روزگار افراد اس کسک کے ذاتی متاثرین ہیں؛ تاہم ان کے لیے ویڈیو کال متبادل ہے، غزہ کیا کرے؟ یتیم بچے عیدی طلب کرنے کہاں جائیں؟ بچوں کو اپنے ہاتھوں سے دفن کرنے والے بوسہ دینے کے لیے معصوم پیشانیاں کہاں سے لائیں؟ رفاقتیں اٹھ گئیں، رشتے چل بسے، ملاقاتی گذر گئے، مجلسیں قصہ ہوئیں، احباب زیر زمیں ہیں، رشک رونق غزہ مجسم شہر خموشاں ہے، طفلی

شرارتوں، شبابی شوخیوں، بزرگانہ روایتوں اور اندرون خانہ نسوانی دل ربائیوں سے معمور و پر بہار گلشن یہودی رعونت کی آگ نے خاکستر کر دیا، یہود کی زبان پر ضرور غزہ ہے؛ مگر سینے کے کینے میں پورا عالمِ اسلام ہے، وہ روزِ عید ظلم کی قسط دانستہ افزوں کرتے ہیں، عید کی مسرتوں کو چیلنج کر کے ان کی قومی سرشت آسودہ ہوتی ہے، جو جسمانی زد سے دور ہیں وہ نفسیاتی اذیت جھیلیں، عید آئے اور ہمارے پنجوں میں لہولہان ہو کر آئے، خیر! امت کو لگاتار دوسری سرخ عید مبارک!

❍❖❍

الوقف للّٰہ

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۲ شوال ۱۴۴۶ھ ۱۲ اپریل ۲۰۲۵ء

فرقہ پرست مفکرین ایڈوانس ہیں، وہ ہمارے مسائل کو مخمصہ بنا دیتے ہیں، نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن کی صورت حال ابھرتی ہے، ان کو معلوم ہے کہ مسلمان مذہب سے وابستہ ہے؛ اس لیے وہ اذیت کے ہر فریم میں مذہبی ٹچ ناگزیر طور پر شامل کرتے ہیں، طلاق ثلاث میں ہماری معاشرت ہدف تھی؛ مگر مذہبی پس منظر نمایاں تھا، شرعی حکم کی تنسیخ بھی پیش نظر تھی، بابری مسجد احتجاج کے لیے بھی مسلمان دینی نقطۂ نگاہ سے عہد بند تھے، اب وقف نشانہ ہے، پارلیمنٹ کی

ساری بحثیں مادی اور مالی زاویوں پر مرکوز رہیں؛ جب کہ مسلمانوں کا اصل مسئلہ شرعی حکم کا ہے، وقف اللہ کی ملکیت ہے، ان کو کسی تنزل کا اختیار نہیں، وقف املاک کی زرخیزی، نفع رسانی، آمدنی وغیرہ اپنی جگہ اہم ہیں؛ لیکن اس سے کہیں زیادہ اہم یہ ہے کہ وقف مذہبی معاملہ ہے، ہم اس میں غیر مسلم متولی یا حکومتی مداخلت منظور کرنے کا اختیار نہیں رکھتے، وقف چھیڑ چھاڑ مذہبی آزادی سلب کرنے کے مترادف ہے، وقف میں ترمیم کی تجاویز اور نماز میں ترمیم کی تجاویز کے مابین کوئی فرق نہیں، اگر ہم نماز کی تفاصیل میں تبدیلی کے مشوروں پر خاموش نہیں رہ سکتے تو وقف پر مسلط کی جارہی تبدیلیوں پر سکوت بھی ممکن نہیں۔

آپ ہم سے یہ کہہ رہے ہیں کہ اب تک نمازیں مسلم امام پڑھاتے رہے، اب چندے ہندوؤں کی اقتدا بھی ہو جائے، گنگا جمنی تہذیب کو ایک پیش رفت ملے گی اور بھائی چارہ فروغ پائے گا، یہ ہماری طرف سے کم زور جوابی وار ہے کہ ہندو مذہبی بورڈ میں مسلم نمائندے نہیں ہوتے، آپ کی دینی حدود ان کے مذہبی اداروں کی سرپرستی کی اجازت دیتی ہیں؟ آپ مندروں میں براجمان ہونا گوارا کریں گے؟ یہ باتیں مسئلے کو دور لے گئی ہیں، وقف شرعی حکم ہے، مذہبی معاملہ ہے، خالص دینی مسئلہ ہے، اس میں غیروں کی شرکت اور مداخلت راست مذہب میں دخل اندازی ہے، ہمارے مذہب کو بگاڑا جارہا ہے، مذہبی معاملات سرکاری

بحث کا موضوع نہیں بن سکتے، آپ مذہب میں تبدیلی، ترمیم، حذف واضافہ نہیں کرنے کے مجاز نہیں، اگر بالفرض آپ کی تجاویز بہتری کا عندیہ رکھتی ہیں تب بھی مسترد ہیں کہ خلاف شرع ہیں، مذہبی امور مذہبی نصوص کے پابند ہیں اور خلاف اصول کوئی بہبود ہمیں قبول نہیں۔

آج ہندوستان نے ایک تاریخی دن دیکھا، مطلع دور تک صاف ہوا، مستقبل کے لیے کئی نقش مرتب ہوے، لائحۂ عمل بنانے والوں نے روشنی کی متنوع جھلکیاں دیکھیں، ابتدائے امر میں "بی جے پی روبوٹ"، مبینہ وزیرِ اقلیتی امور کی تعارفی تقریر نہایت طاقت ور تھی، جامع، مرتب، حاوی، معقول، اقدامی اور موثر ترین، ظہر کی نماز کے لیے جاتے ہوے میں سوچ رہا تھا کہ کانگریس یا دیگر سیکولر پارٹیاں اس کا کیا ہی جواب دیں گی! یہ تو پارلیمنٹ کو مہر بہ لب کر گیا ہے؛ لیکن نماز کے بعد کانگریس ترجمان گورو گوگوئی کی جوابی تقریر سنی تو رنگ بدل گیا، پہلا تاثر ایک انتہا پر تھا تو دوسرا تاثر بھی آخری درجے کا تھا، اندازہ نہیں تھا کہ کانگریس راکھ میں انگارے نہیں شعلے دبے ہیں اور مرد بیمار کا ترکش خالی نہیں ہے، راہل کی کمان سے یہ کرشمہ ممکن نہیں تھا، گوگوئی نے رجیجو تاثر کو اڑتی خاک میں تبدیل کر دیا، کانگریس ایم پی نے وہ سب کچھ کہا جو گجراتی رعونت کے لیے سرخ لکیر اور ناگپور کے نزدیک حد سے تجاوز کے زمرے میں آتا ہے؛ حتی کہ ہمارے اکابر کی قربانیاں بھی یاد دلائیں، اویسی جس خاص زبان میں اقدام کے

لیے معروف ہیں، وہ آج آسامی ممبر پارلیمنٹ کے قالب میں رونما ہوئی، اس فرق کے ساتھ کہ اویسی کی نسبت یہ زبان سیاسی ثمرات رکھتی ہے؛ جب کہ گوگوئی نے آج سیاسی اور نجی زندگی کا سب سے بڑا رسک لیا۔

ہندوستان میں مسلم ووٹ غیر موثر ہے، یہ ہندو ووٹروں کا ملک ہے، یہاں زمام اقتدار کی تفویض، تبدیلی اور سرکاروں کا عزل ونصب ہندوؤں کے ہاتھ میں ہے، اس کے باوجود ہندو لیڈر کا مسلم زبان بولنا غیر معمولی واقعہ ہے، مسلمانوں پر اس کی قدر دانی فرض ہے، اسے مجرد سیاسی عینک سے دیکھنا ہلکی سوچ ہے، یہ واقعی نظریے، سوچ اور فکر کا معرکہ ہے، فرقہ پرست موقف اور سیکولر موقف کی کشمکش ہے، نظریے کی پختگی کے بغیر اس درجہ طاقت ور ترجمانی ممکن نہیں، حیرت کی بات یہ ہے کہ دونوں نظریات کے ہر دو فریق نارتھ ایسٹ کے باشندے ہیں، جہاں ہندی نہیں بولی جاتی، ان کی لسانی ساخت کے لیے ہندی عسیر النطق ہے، اس کے باوجود دونوں نے ان تاریخی تقریروں کے لیے ہندی زبان کو چنا، غیر مادری زبان میں محیر العقول نمائندگی اسی وقت ممکن ہے جب گفتار کی پشت پر کردار، عقیدہ اور نظریہ خیمہ زن ہو۔

نائیڈو اور نتیش کی تجاویز نے بل کے زہر کو یقیناً ہلکا کیا ہے، ڈنک پژمردہ ہو گیا ہے، قدیم املاک کا استثنا سب سے خاص بات ہے؛ مگر سیاسی تماشے عمومی پیغام پر گردش کرتے ہیں، عوام تفصیلات کی اہل نہیں، ہندوؤں کو میسج چلا گیا کہ

مودی نے مسلم املاک پر دست درازی کی ہے، یہ اہم نہیں کہ عملی اثرات کیا ہوں گے، طلاق ثلاث بل بہت حد

تک بے اثر ہے؛ مگر ہندو فاتح محسوس کرتا ہے، ملت اپنے رد عمل میں اس پہلو کو نظر انداز نہ کرے، اگر مزاحمت کا فیصلہ ہے تو پوری قوت واجتماعیت کے ساتھ ہو، فرزندان قوم تیار ہیں، وہ مصالحت موڈ سے گھن کی حد تک اوب گئے ہیں، سوشل میڈیا اور زمینی گلیارے بیانات پر چراغ پا ہیں، لیٹر پیڈ گالی کے مترادف ہو گیا ہے اور اگر ٹکراؤ سے بچنا ہے تو زمام حکومت کی تبدیلی کو ہدف بنائیں، حکومت اصل ہے، قوانین کچھ نہیں، بی جے پی دور میں بنگلور فرقہ پرستی کا سب سے بڑا مرکز تھا، ساؤتھ الٹا نارتھ کو تنازعات برآمد کر رہا تھا، سرکار کی تبدیلی کے ساتھ لوگ سب کچھ بھول گئے، بی جے پی کی گائے پابندی کو کانگریس نے ختم نہیں کیا؛ مگر ہر سو بیف ہی بیف ہے، پچھلے دنوں کانگریس حکومت نے سرکاری ٹھیکوں میں مسلمانوں کے لیے چار فی صد ریزرویشن کا اعلان کیا، یہ بہت بڑی بات ہے، عملی سطح پر بھی اور علامتی طور پر بھی، بالخصوص جب کہ الیکشن بہت دور ہے، قانون کی اہمیت ثانوی ہے، دہلی فرقہ پرست حکومت سے آزاد کیسے ہو؟ یہ سوال ملین ڈالر کا ہے!

انجینئر مرزا: عقدہ و عقیدہ

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۵ شوال ۱۴۴۶ھ ۱۴ اپریل ۲۰۲۵ء

ایک نہایت بالغ نظر، ذی علم اور صاحب فکر و بصیرت دوست کی رائے ہے کہ انجینئر مرزا خفیہ شیعہ ہے، شیعوں کے تعلق سے اس کے نرم گوشے کو دیکھتے ہوے یہ بعید نہیں؛ تاہم مرزا اسلام پر بیرونی حملہ ہے، مجرد داخلی فتنہ نہیں ہے؛ اس کے لیے مستقل شواہد کی ضرورت نہیں، اس کی اچھل کود کا جائزہ کافی ہے، وہ سب کا رد کرتا ہے، عرب و عجم میں اسلام کی نمائندہ ہر جماعت اس کے نزدیک باطل ہے، یہ رد نام بہ نام ہے، دیوبندی، بریلوی، صوفیا، اہل حدیث، اشعری، ماتریدی، حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی؛ غرض اسلام کے جتنے مظاہر ہیں وہ سب اس کے زعم میں گمراہ، باطل، جھوٹے اور جعلی ہیں، اس کی دوسری تعبیر یہ ہے کہ خود اسلام باطل ہے؛ کیوں کہ یہی جماعتیں اسلام کی ناقل، مدون، مرتب، شارح اور ترجمان ہیں، یہ نکتہ اس قدر سادہ ہے کہ مرزا کی ماں کو بھی سمجھ میں آیا، خود اسی نے ماں کا احتجاج نقل کیا ہے، وہ کہتی تھی کہ چودہ سو سال میں کوئی حق سمجھا ہی نہیں، تنہا تم حق ہو! یا ایک کلپ میں وہ کہتا ہے کہ تمام مولوی میرے سامنے آجائیں، زندہ بھی اور مردہ بھی سب کو تنہا ہرادوں گا، ان نکات پر

فہرست⬆

ادنی تامل یہ بتاتا ہے کہ مرزا بیرونی حملہ ہے، داخلی اختلاف نہیں، اب اگر یہ یہودیوں کا مراعات یافتہ ہے تو ہوشیار انسان ہے کہ اپنی جان ماری کا صلہ وصول کر رہا ہے اور اگر یہودیوں سے مربوط نہیں تو چغد ہے کہ ان کا کام مفت میں کرتا ہے۔

یہ مرزائی تلبیس ہے کہ دیوبندی عقائد باطل ہیں؛ اس لیے کہ دیوبند کا اپنا کوئی عقیدہ نہیں، وہ تصوف کے قائل ہیں تو تصوف دیوبند کی پیداوار نہیں، سلف کی امانت ہے، وہ محدثین وفقہا صوفی ہیں، جن کی خدمات پر اسلام کا سیارہ مصروف گردش ہے، تم خود ان کے در کے چور ہو؛ دانستہ ان کی صوفی نسبت کو چھپاتے ہو، تم جن کتابوں کی نمائش کرتے ہو؛ ان کے مصنف، ناقل، راوی، شارح؛ سب صوفی ہیں، تمھاری پہنچ اردو تراجم تک ہے، یہ مترجمین بھی صوفی ہیں، اگر تمھارا کوئی بابا صوفی مخالف تھا بھی تو اس کا استاذ اور علمی ماخذ بخذ اصوفی ہی ہو گا، تحقیق کر۔

دیوبند نے کوئی عقیدہ متعارف نہیں کرایا، دیوبند کی تردید کے معنی یہ ہیں کہ اشعری وماتریدی باطل ہیں، پھر آپ ان کتابوں پر تبرا کرو جو سامنے نمائش پر مامور ہیں، ان کے مدون، خادم، ناقل اور شارح سب اشعری ہیں یا ماتریدی، جملہ محدثین، فقہا، اصحاب سنن اشعری اور ماتریدی ہیں، تم نے آسان سمجھا ہے دیوبند کا رد، دیوبند کے ساتھ اسلام منہدم ہوتا ہے؛ کیوں کہ دیوبند قرآن وسنت

اور سلف امت سے سر مو منحرف نہیں، بخدا! آپ جب دیوبند کے آسمان میں عیب جوئی کرتے ہو تو قربِ قیامت کا حبشی یاد آتا ہے، جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ خانۂ کعبہ کو منہدم کرے گا اور اینٹ اینٹ اکھاڑے گا، آپ نے فرمایا کہ میں اس کی حقیر پنڈلیاں دیکھ رہا ہوں، وہی پنڈلیاں ہمیں جہلم اکیڈمی میں نظر آتی ہیں، دیوبند ہی کیا! حنفی استہزا بھی شیطنت ہے، امام ابو حنیفہ نے گھر سے کچھ نہیں کہا، ان کے ہر قول کی پشت پر اکابر صحابہ واساطین تابعین ہیں، ترمذی ہی کو دیکھ لیتے، کوفی رائے نقل کرنے کے بعد ایک فہرست آتی ہے کہ ابو حنیفہ نے جو کہا وہ حضرات صحابہ: عمر، علی، ابن مسعود اور ایک جماعت سے منقول ہے رضی اللہ عنہم؛ حتی کہ معدودے چند مسائل جن پر ظاہریہ کی چیخیں نکلیں اور وہ لاؤ لشکر کے ساتھ ٹوٹ پڑے، ابو حنیفہ ان مسائل کے بھی موجد نہیں، ابراہیم نخعی کے موافق کی حیثیت میں ہیں، وہی نخعی جن کی آراء سے صحیح بخاری زینت لیتی ہے۔

مرزا ہفوات کی حیثیت جگالی سے زائد نہیں، جہاں وہ بھنور بنانے کے فراق میں ہے، امت بہت پہلے ان گہرائیوں سے تیر کر گذر چکی ہے، ساری باتیں ہو مفروغ عنہ ہیں، مسائل طے شدہ ہیں، بحثیں ختم ہیں، بحران خاموش کیے جا چکے ہیں، اس پس منظر میں اسے گڑے مردے اکھاڑنے پر اصرار ہے، مہر زدہ تنازعات زندہ کرنے کی ضد ہے، سوئے ہوئے فتنے بیدار کرنے کا سودا ہے، انتشار

کا جنون ہے، اختلاف کا نشہ ہے، اپنوں کی رسوائی ہدف ہے، اعلام الاعلام کی پگڑیاں نشانہ ہیں، اسلام کے استعاروں کا اعتبار گرانا ہے، مسلم شخصیات کی عیب جوئی مہم ہے، مقبول جہاں ناموں پر تبرا کرنا ہے، وہ بھی رمضان کے مقدس مہینے میں، عید کے سایے میں، غزہ کی لہولہانی میں، وجود اسلام کے چیلنج میں، یہودیوں کی یلغار میں، کل عالم کی یورش میں، تو آپ مرزا عقدہ وعقیدہ کا جواب خود دریافت کریں، اس کی اچھل کود کا تعاقب کر کے بتائیں کہ جڑ کہاں ہے اور سینچائی کے ذرائع کیا ہیں؟؟؟

جدت پسندوں کی دین بیزاری بھٹکتی آتما ہے، مطلب برآری کے امکانات پر خیمہ گاڑ لیتی ہے؛ خواہ بالواسطہ ہی ہو، مرزا سامعین کی تسکین یہ ہے کہ علما کو گالیاں دی جارہی ہیں، مدرسے نشانے پر ہیں، للّٰہیت، تقوی اور خدا رسیدگی کو قہقہوں میں اڑایا جارہا ہے، مسلمات کو توڑا جارہا ہے، روایات پر تیر چل رہے ہیں اور مرزا سمجھتا ہے کہ میرے فالور اتنے ہیں اور اتنے ہیں، یہ حب علی کے سبسکرائبر نہیں، بغض معاویہ میں بٹن دبائے بیٹھے ہیں، مرزا سوچتا ہے کہ اس نے اسلام مسخ کر دیا ہے، ڈیمیج ڈن؛ لیکن یہ اوقات سے زائد جست ہے، اس کی وقت گزاری کا باب اس کی موت پر بند ہو جائے گا؛ کیوں کہ اس نے جماعت تشکیل نہیں دی ہے، قادیانی کام یابی یا ابن سبا نتائج میں گروہ سازی کا کردار کلیدی ہے، بانی فتنہ اگر جماعت بنالے تو تسلسل اور توارث بنتا ہے، ورنہ کتا بھونک کر مر جاتا

ہے، قریب کی اپنی ہی صف کی دو شخصیات کا فرق آپ کے سامنے ہے: مولانا مودودی اور مولانا وحید الدین خان، اول الذکر فکر بدستور قائم ہے؛ جب کہ وحیدی انحراف کورونالہر کے دوران بستی نظام الدین میں سینۂ گیتی کو الوداع کہہ گیا، علم کافی نہیں، حاملینِ علم اہم ہوتے ہیں۔

ہر بات کا جواب قلم اور زبان میں نہیں ہے، مناظرہ اہم ہے؛ مگر اسی وقت جب اگلا آپشن مقاتلہ ہو، خوارج نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مناظرہ چیلنج دیا، آپ نے حضرت ابن عباس کو بھیجا، جب وہ علم الاعلام کی تفہیم و تشریح پر بھی مطمئن نہ ہوئے تو حضرت علی نے بعد والا آپشن لیا، کوئی بیس سال پرانی بات ہے، میں مسیح العلوم بنگلور میں مدرس تھا اور ہیگڑے نگر میں مقیم، رہائش مسجد ابرار کے سامنے تھی، وہاں ایک شخص جارح غیر مقلد بنا، مسجد کی گلی کے نکڑ پر اس نے آفس نما غیر مقلد بھٹی کھول لی، تبلیغی بھائی بہت پریشان تھے، ایک روز فجر بعد انھوں نے مجھ سے کہا کہ اس غیر مقلد سے گفتگو کرنی ہے، ابھی چلیں، مجھے بھی ملاقات ناگزیر لگ رہی تھی، اس نے تقلید شخصی کا ثبوت مانگا، ناچیز نے "فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ" (نحل:۴۳) پر حضرت گنگوہی کا استدلال پیش کیا، نیز وہ نکات بھی رکھے جو اس مستدل کے تعلق سے حضرت گنگوہی اور حضرت تھانوی کی مکاتبت میں مذکور ہیں، حاضرین کو مسئلہ بہت واضح محسوس ہوا، غیر مقلد نہیں مان رہا تھا، لوگوں نے کہا کہ آپ جائیں، مناظرہ ہو چکا، اب مقاتلہ ہوگا

اور اسے خوب دھویا، اس کی فیکٹری بھی بند کرائی، انجینئر سے مناظرہ تو ہو چکا، اب مقاتلہ باقی ہے، یہ پڑوسیوں کی جواب دہی ہے، ہم تو مجبور ہیں، پاکستان کا قانون ہمیں معلوم نہیں ورنہ اس کی بکواس میں تو سلاخوں کی زبردست تحریک ہے، عقیدوں کا مذاق اڑانا، مذہبی رموز کا استخفاف، دو فرقوں میں تناؤ پیدا کرنا، دو مذہبی گروہ میں منافرت ڈالنا، توہینِ مذہب، تفرقہ انتشار وغیرہ وغیرہ سب قانونی دفعات ہیں، ہمارے یہاں تو محتاط مذہبی گفتگو بھی مذہبی منافرت جیسی سخت قانونی دفعات کی زد میں آجاتی ہے، مثبت بندہ بھی جیل پہنچ جاتا ہے، پڑوسیو! ابن عباس کا کردار تمام ہوا، اب علی کردار پر آؤ، مناظرہ کنارے کرو، مقاتلہ بروئے کار لاؤ۔

ابلیس نے اللہ سے جو مہلت مانگی تھی وہ جامع ترین ہے، اس میں وقت بھی شامل ہے اور لیاقت بھی، وہ خاص اپنے لیے بھی تھی اور نقیبوں کے لیے بھی، ابلیس کے جتنے نمائندے گذرے یا آج سرگرم ہیں ان کی قابلیت غیر معمولی ہے، حق کو للکارنے کے لیے ان کو وافر صلاحیتیں فراہم کی گئیں اور ابلیس کو دیے گئے وعدے میں تخلف نہیں ہوا، حق کی تفہیم کے لیے قابلیت کا ایک درجہ مطلوب ہوتا ہے تو باطل کی تمویہ میں دو درجے درکار ہیں، اللہ تعالی اہل حق کو آزماتا ہے اور اہل باطل کو فکر و فن کی طاقت کے دونوں درجوں سے لیس کر دیتا ہے، ہمیں اللہ کی سجائی ہوئی پچ منظور ہے اور ہم ان ابلیسی لیاقتوں سے ہر سطح پر دو

دوہاتھ کرنے کے لیے تیار ہیں۔

مطالعۂ وقف ترمیمی قانون (۱)

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۷ شوال ۱۴۴۶ھ ۶ اپریل ۲۰۲۵ء

تازہ قانون کی ایک حساس دفعہ یہ ہے کہ وقف کی رجسٹری ناگزیر ہوگی، بادی النظر میں یہ ایک مستحسن نکتہ ہے، بی جے پی اس کے فضائل کا ایک رسالہ ہم دست کر سکتی ہے؛ مگر یہ وقف املاک کی تہہ میں دبایا گیا بارود ہے، کس سادگی سے کہا گیا کہ لازمی رجسٹریشن وقف کے حق میں ہے، اراضی محفوظ ہوں گی، گویا بی جے پی وقف رجسٹریشن ہفتہ، مہینہ یا سال منانے جارہی ہے، آؤ اور پاؤ، ایک رجسٹریشن کے ساتھ دو فری، خیر مقدم ہے، بس قدم رنجہ ہوں اور رجسٹریشن سرٹیفکیٹ لے جائیں، اعزاز مستزاد! جنھوں نے رجسٹریشن دفعہ آپ کی املاک پر ڈاکہ ڈالنے کے لیے بڑھائی ہے، وہ رجسٹری کے عمل میں سہولت کار بنیں گے؟

پھر مطلوبہ کاغذات کس کے پاس ہیں؟ صدیوں پرانے اوقاف کی دستاویز کہاں سے لاؤ گے؟ مجھے اپنے گاؤں کا قبرستان یاد آرہا ہے، ایک وقت

قبرستان بستی سے بڑا تھا، اولا اپنوں نے نقب لگائے، جانب مشرق کا وسیع رقبہ جہاں ہم نے سالہا سال کرکٹ کھیلی اور دیکھی وہ دامن مقبرہ بحق غبن خارج قبرستان ہوا، قبرستان کا یہ مقدمہ اپنی پہنائیوں میں خود ایک دشت ہویدا تھا، جانبِ شمال غیروں کے کھیت پیش قدمی کرتے تھے، لڑائیاں بھی ہوئیں، بعض جنگ بدر مجھے یاد ہیں؛ تا آں کہ اکھلیش سرکار نے باؤنڈری کر کر فتنہ فرو کیا۔

اس قانون سے ان غیر مسلم کسانوں کے کان کھڑے نہیں ہوں گے؟ کیوں نہیں! قدرتی طور پر روز بروز وسعت اختیار کرتے کھیت سب کو پسند ہیں، نسلوں پرانے اس قبرستان کے کاغذات بر آمد ہوں اس سے پہلے پڑوسی نئے تخلیق کر لے گا، ہم سایہ پیش رفت ہماری قوت بازو کی وجہ سے رکی ہوئی تھی، اب کیا سبیل ہے؟ رجسٹریشن ہے نہیں، دشمن قانونی کاغذات بنالایا ہے، اس کے تجاوزات تسلیم کرنے ہوں گے اور نئی قبروں کی جگہ پرانی قبروں میں مکرر تدفین پر سمٹنا ہو گا۔

ہر نئی تکلیف دو دھاری تلوار کا درجہ رکھتی ہے، ایک تو عافیت برباد، کاغذات درستگی کی لا حاصل قواعد، وقت لگاؤ، مال بھی خرچ کرو، متعلقہ دفاتر کی خوشامد کرو، چپلیں گھسو، ”کَس نَمی پُرسَد کہ بَھّیا کون ہو“ کی فضا میں مارے مارے پھرو، پھر کسی طرح استوار ہو جائیں تو تسلیم کا دشوار گزار مرحلہ، منظوری ٹیبل پر دشمن بیٹھا ہے، سو سمجھوتوں کے بعد گرین سگنل مل جائے تو حاصل کچھ

نہیں، کہاں گئے تھے کہیں نہیں، کیالائے کچھ نہیں، وہ پہلے ہماری این آر سی کرانا چاہتے تھے، زیست والی مزاحمت کی برکت سے بال بال بچے تو وہ املاک کی این آر سی لے آئے اور قانون منظور بھی ہو گیا، اب تاحیات اس جائیداد این آر سی سے نمٹتے رہو اور اپنی ہی اراضی کے کاغذات ڈھونڈتے رہو۔

نئے قانون میں صاف درج ہے کہ متنازع اراضی کا وقف رجسٹریشن نہیں ہو گا، آپ جانتے ہیں ہندوستان میں تنازع کسے کہتے ہیں؟ آؤ میں بتاتا ہوں، گاؤں میں میرے ایک رشتے دار تھے، آبائی گھر میں رہائش تھی، ہر طرح آسودہ تھے، قریبی عزیز نے جائیداد کے ایک خالی حصے پر دعوی کر دیا، بالکل بلا وجہ، محض پریشان کرنے کے لیے، ایک طویل میعاد وہ کیس چلا، فریقین پورے استقلال سے الہ آباد جاتے رہے، آخرش فیصلہ مالک کے حق میں ہوا، انھوں نے زندگی کا ایک انمول حصہ، مال کی وافر مقدار اور کتنی ہی توانائیاں اپنے گھر کو اپنا گھر ثابت کرنے پر صرف کیں، اب یہ کام ہمیں قومی سطح پر انجام دینا ہے، اس فرق کے ساتھ کہ وہ رشتے دار تو گھر بچانے میں کام یاب رہا، ملت ناکام ہو گی؛ کیوں کہ قانون نے واضح کر دیا ہے کہ متنازع زمین کا وقف رجسٹریشن ممکن نہیں۔

مشرق وسطی کی بل کھاتی زلف گرہ گیر

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۲۲ شوال ۱۴۴۶ھ ۲۱ اپریل ۲۰۲۵ء

ایران دہائیوں سے دو فریقی مسئلہ تھا: ایران ایک فریق اور اسرائیل و امریکہ فریق دوم؛ لیکن ٹرمپ اپروچ نے اسے سہ فریقی نزاع میں بدل دیا ہے، اسرائیل جاری مذاکرات پر نالاں ہے اور بہ ہر صورت ایران کی جوہری تنصیبات پر فیصلہ کن یلغار چاہتا ہے، ٹرمپ وہ غنڈہ ہے جو دھمکیوں سے الو سیدھا کرنے میں یقین رکھتا ہے؛ جب کہ اسرائیل سیانا ہے، اسے ادراک ہے کہ ایران "ٹرمپ دام" میں آنے والا نہیں، اس صورت حال میں بہت کچھ دل چسپ ہو گیا ہے۔

اہم گفتگو اگر مراحل اختیار کرتی ہے تو وہ مثبت رخ پر ہے، فریقین بنیادی نکتے پر متفق ہیں، تفصیلات طے ہونی ہیں اور اس کے لیے وقت درکار ہے، یعنی ایران-امریکہ معاہدہ نوشتۂ دیوار ہے، ٹرمپ اس قماش کا انسان ہے کہ ایران کی تمام شرائط مان کر بھی اپنی فتح کا اعلان کرے گا، امریکہ نے ٹرمپ جیسا ڈینگیں مار دیکھا ہے نہ باقی دنیا نے، خودستائی کا اسیر اپنے منہ میاں مٹھو بنتا ہے تو حیرت نہیں، تعجب تو امریکیوں پر ہے کہ وہ اس کے جھوٹے بیانیے پر آمنا وصدقنا کہیں گے،

ہمیں بتایا گیا تھا کہ امریکی معاشرہ تعلیم یافتہ ہے اور اندھ بھگتی جاہلوں کی بیماری ہے، ٹرمپ ہنگاموں نے اس بھرم کو پاش پاش کر دیا، عوام کبھی کالانعام کی کینچلی سے باہر نہیں آسکتی، یہ پبلک کی اندرونی کم زوری ہے، عوام کو بازیچہ کردار پسند ہے، مداری ٹرمپ ہو یا مودی۔

ایران خطرے پر اسرائیل اپنے حصے کا کام پورا کر چکا ہے، ایران کا سب سے بڑا تکیہ حزب اللہ تھا، تہران کا یہ اہم ترین انویسٹ زمین دوز ہو گیا، اس کی بارعب قیادت بھی مدفون ہے، یہودیوں نے حزب کی تاریخ اور تاریخ ساز کرداروں کے صفحات لپیٹ دیے، جس گروہ نے مشرق وسطی کو رول کیا تھا، آج لبنان میں یتیم ہے، جس ملک میں جماعت حرف آخر تھی وہاں اسے غیر مسلح کرنے کی چہ میگوئیاں سرکاری سطح پر ہو رہی ہیں، حزب کے دن لد گئے، آئندہ اس کے کسی رول کی پیشین گوئی بہت بعید ہے۔

ادھر حماس کی کشتی تخت تخت ہے، اب طائفۂ منصورہ خالص ایمان کی آکسیجن پر ہے، گو کہ ایمان ناقابل تسخیر ہے اور آخرش اسرائیل نامراد ہو گا؛ مگر اسباب کی میزان میں اسرائیل اپنے پلڑے کے ثقل پر بغلیں بجا رہا ہے، غزہ کا اونٹ کسی بھی کروٹ جائے اتنا طے ہے کہ حماس کا ڈراؤنا خواب یہودیوں کا مزہ کرکرا کرتا رہے گا، ۷ اکتوبر کا اعادہ اب تنظیم کے لیے ممکن نہیں؛ لیکن غزۂ عز وشرف سیف البحر کی حیثیت سے محروم نہیں ہو گا؛ یہاں تک کہ اللہ کا حکم

آجائے۔

بشار الاسد کا شام تو ایران کی چھاؤنی تھا، پاسداران انقلاب نے شام کو محاذ کے طور پر تیار کیا تھا، ایرانیوں کی قیمت پر شامیوں کو ڈالروں میں نہلایا گیا؛ مگر مہرہ جہادیوں کے ہاتھوں پٹا اور جنگی ساز وسامان یہودیوں نے اپنے ہاتھوں سے چن چن کر خاکستر کیا؛ یہاں تک کہ ملک شام کی عسکری حیثیت فلسطین کے مغربی کنارے والی ہوگئی، سنیوں کا نیا ملک شام اس پر قانع ہے کہ خالص مذہبی حکومت فراہم ہوگئی ہے، یہ درست ہے کہ ملک شام میں دین داری عام ہوگی، معروف برملا منکر کی جگہ لے گا، مساجد ومدارس کا دور دورہ نظر آئے گا، دین کی ایک بہار وہاں سر راہ ہے؛ مگر طالبان کی طرح انھوں نے بھی اسرائیلی مقابلہ آرائی میں تاویل کرلی ہے، طالبان کی توجیہ مضبوط ہے کہ یہودی رسائی سے دور ہیں، جولانی تاویل بھی کم زور نہیں کہ وہ اسرائیل سے محاذ آرائی کے متحمل نہیں، شام کی طرف سے عسکری مزاحمت اردگان پر موقوف ہے؛ مگر وہ ہنوز واچ اینڈ ویٹ کے موڈ میں ہے۔

حوثی دور ہیں، درمیان میں سعودی سرحدیں آتی ہیں، سعودی فضائی حدود کی پامالی ابن سلمان کے لیے مسائل پیدا کرتی ہے، اس لیے یمن محاذ امریکہ کو تفویض ہوا، مدعا یہ ہے کہ اسرائیل نے اپنے تئیں سارے سوراخ بند کر کے اللہ کی طاقت کے سامنے راست چیلنج رکھ دیا ہے۔

فہرست⬆

یہ سنی توہم ہے کہ اسرائیل اور ایران دشمن نہیں، اس درجہ بے بنیاد فکر پالنا سنیوں کے عالی شعور کا ننگ ہے، اسرائیل تادم تحریر ایران کے ہاتھ پاؤں کاٹ چکا ہے، اس کی امنگوں کے تمام افق مٹا چکا ہے؛ بل کہ نیرنگی زمانہ ہے کہ یہودیوں کی ایران مخالف جنگی مہموں نے سنیوں کو بلاواسطہ راحت پہنچائی، پھر بھی یہ کہنا کہ شیعہ ساز باز رکھتے ہیں بے عقلی، تعصب اور جانبداری کی حد ہے، ہمیں حکم ہے کہ دشمنوں کے باب میں بھی دامنِ انصاف تھامے رہیں، سچ یہ ہے کہ یہودیوں کے ساتھ ساز باز ایسا موضوع ہے جس پر بات کرنے کے لیے سنیوں کے پاس منہ نہیں ہے، سنی بلاک نے اسرائیل کے ساتھ علانیہ معاہدے کیے ہیں، وہ باضابطہ تعلقات میں ہیں، علانیہ رشتے رکھتے ہیں اور ایرانیوں کو خفیہ تعلقات کا طعنہ دیتے ہیں۔

ٹرمپ اس گمان میں ہے کہ ایران کا راست مذاکرات پر آنا اس کے ڈر کا مظہر ہے؛ جب کہ حقیقت میں یہ اسرائیل کی چو طرفہ مار کا اثر ہے، ایران پابندیوں سے جاں گسل تھا، ایجنٹوں کے ادبار کا صدمہ آخری کیل ثابت ہوا، دم بخود فارسیوں کے لیے ٹرمپ دعوت مژدہ تھی، فوری لبیک آیا، ٹرمپ کو نام نہاد معاہدہ چاہیے، آگے اپنے جھوٹے بیانیے کی تشہیر وہ خود کر لے گا، ایران ایٹم بم کی دہلیز پر ہے اور قدم پیچھے نہیں لے گا، ٹرمپ انانیت کی تسکین کے لیے اتنا کافی ہے کہ ایران باقی ماندہ آخری قدم نہ اٹھائے، ٹرمپ کے حساب کتاب میں ایران

جنگ خسارے کا سودا ہے؛ اس لیے وہ خود بھی گریز کرے گا اور اسرائیل کو بھی یہی تلقین دے گا؛ مگر اسرائیل کے لیے ایران کے ایٹمی امکانات وجود کا مسئلہ ہیں؛ اس لیے وہ اکیلا بھی پہل کر سکتا ہے، ماضی اس کی تائید میں ہے، ۱۹۸۱ میں اسرائیل نے امریکی صدر جمی کارٹر کے علی الرغم یہی قدم اٹھایا اور صدام حسین کے ایٹمی ڈھانچے کو تباہ کیا، ۲۰۰۷ میں بعینہ کارروائی شام میں کی، ایران چوں کہ مشکل ہدف ہے؛ اس لیے نیتن یاہو سو بار سوچ رہا ہے اور رہ رہ کر ٹرمپ کی طرف دیکھ رہا ہے، الغرض! ایران کو لے کر امریکہ اور اسرائیل ایک پیج پر نہیں ہیں اور اس کا نتیجہ حیران کن ہو سکتا ہے، سچائی یہ ہے کہ امریکہ اسرائیل سے ہے، اسرائیل امریکہ سے نہیں، اسرائیل کے تجربے میں امریکہ اب تک طفل معصوم رہا ہے، ٹرمپ کی اضافی ہوشیاری اسرائیل کو سرپرائز پر مجبور کر سکتی ہے۔

❍❖❍

تلاوت: الفاظ کے پردے میں خدا خود ہے مخاطب

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۲۱ ذی قعدہ ۱۴۴۶ھ ۲۰ مئی ۲۰۲۵ء

تلاوت جھوم کر، بے خودی اور سرشاری میں کرنی چاہیے، حضرت داؤد علیہ السلام ایک اسوہ ہیں، رسول اللہ ﷺ نے بھی ان کی مثال دی ہے، حسنِ

تلاوت میں وہ حوالہ ہیں، ان کی تلاوت ایک عالمِ کیف و سرور سے عبارت تھی، شجر و حجر اور چرند و پرند ان کی ہم سازی کرتے تھے، ایک جہانِ غیب آپ کی تلاوت پر بھی ہجوم کرتا ہے، بس حجاب حائل ہے، پردۂ مصلحت تان دیا گیا ہے، فرشتے آپ کے لبوں کو بوسہ دیتے ہیں، اس تقریب کے لیے وہ آسمانوں سے اترتے ہیں، زمیں کی سیر کرتے ہیں، آپ کی تلاوت ان کے شوق کی تکمیل، دل چسپی کا سامان اور ذوق کی تسکین ہے۔

تلاوت بے ساختہ کرنی چاہیے، تکلف بر طرف، معصوم بچے بن جائیں، رنگ اختیار کریں، لے بنائیں، ساز قائم کریں، دیکھتے نہیں کہ گویے سن و سال بھول جاتے ہیں، ان کے چہروں کے اتار چڑھاؤ میں کس قدر غیر سنجیدگی ہوتی ہے، وہ فن کے لیے طفلانہ اداؤں پر اتر آتے ہیں، وضع بھول جاتے ہیں، راگ الاپتے ہیں، سر کی تخلیق میں بد نمائی تک جاتے ہیں، یہ فن کا عشق ہے، ادا کا جنون ہے، تم بھی عاشق ہو، تمھیں بھی ایک فغاں در پیش ہے، تلاوت نہیں ایک نالہ ہے جس میں خدا کی آواز کی آمیزش ہے، تم دورانِ تلاوت کس مقام پر ہو اس کا اندازہ واستحضار کرو، رنگ جماؤ، سماباندھو اور بزمِ سرور تشکیل دو۔

بلند آواز سے پڑھو، گھر کے گوشے سیر ہو جائیں، بام و در جام و جم بن جائیں، شیاطین چیں بہ جبیں ہوں، ملائکہ حظ اٹھائیں، نور برس پڑے، ظلمت اٹھ جائے، داؤدی پہاڑوں اور پرندوں کی یاد تازہ ہو جائے، سکر پیدا کرو، نشہ دریافت

کرو، بازگشت کو مکان گیر بناؤ، گھر پیکر تلاوت اور مجسم قرآن خوانی کا منظر پیش کرے، درودیوار ساتھی بن جائیں، نادیدہ مخلوق رفیق وشریک ہو، ایک بارات کا نظارہ رونما ہو اور آپ اس کے نوشۂ ذی جاہ اور دلہائے دل عزیز ہوں، من وسلوی کا نزول ہو اور روح غذائی آسودگی کے نئے زاویے اور بالیدگی کے خاص تجربے سے ہم کنار ہو۔

تلاوت بلا ناغہ کریں، یہ متاع حیات کا سب سے انمول مصرف ہے، سانسوں کا عزیز ترین استعمال ہے، فرصت ملے نہ ملے، کل آئے نہ آئے، کل آیا بھی تو آج کی تلاوت تو ممکن نہ ہوگی، وہ بہ ہر حال کل کے خانے میں جائے گی، تلاوت کے دن مرو، مرنے کے دن تلاوت کرو، خونیں حسرتوں کو موقع نہ دو، تلاوت میں مشقت اٹھاؤ، ریاض کا ماحول بناؤ، مجاہدے کی صورت دو، یہ دل بر کی عنایت کا فارمولا ہے، وہ آخر شش مان جاتے ہیں، شرط ہے کہ آپ ہار نہ مانیں، بد دل نہ ہوں، اللہ میاں فلاں کی طرح سنگ دل نہیں، سراپا رحم ہیں، ابتدائی بے رخی کے بعد پیکر لطف بن جاتے ہیں، لگے رہو، بس لگے رہو، لگے رہنے کے علاوہ ان کے در کا اور کوئی پاسورڈ نہیں، پھر وہ حیران کر دیتے ہیں، پردے اٹھا دیتے ہیں، خدا کی قسم ابتدا کی خشک تلاوت جاتے جاتے نغمۂ سرور وسکر اور زمزمۂ عیش ونشاط بن جاتی ہے۔

قرآن پاور ہاؤس ہے، لفظ لفظ توانائی ہے، قاری سپر پاور ہے، پڑھو اور

قوت وتوانائی کو انجوائے کرو، طاقت کا تجربہ کرو، رسی کی مضبوطی کو محسوس کرو، سر رشتہ سامنے رکھو، رسائی کو دیکھو، مقام کا اندازہ کرو، علو پر ناز کرو، الفاظ کے پردے میں آخر مخاطب کون ہے، آپ آفتاب سے نہیں خالق آفتاب سے انٹر ایکشن میں ہیں، قاری راست مہبط نور بنا ہوا ہے، پرنالۂ قوت خاص اس کو نہال کرتا ہے، توانائی کی برسات کا وہ ہدف خاص ہے، قرآن قوت بخش ہے اور قرآن خواں اس قوت کا کشید کار ہے۔

تلاوت کے سو ذائقے اور سو رنگ ہیں، وہ ہر رنگ میں پر لطف، پر بہار اور مزے دار ہے، محبوب کا کلام ہے دہراؤ، بس دہراتے جاؤ، گنگناؤ اور گنگناتے جاؤ، معانی ہم آغوش ہوں، معانی پہنچ سے اوپر ہوں؛ ہر صورت جاں فزا ہے؛ تاہم اہل علم معانی کا استحضار رکھیں، مضمون میں ڈوب کر چلیں، خطاب کو سمجھ کر بڑھیں، لہجہ بتائے کہ آپ مفہوم کے ہم سفر ہیں، قراءت کا اتار چڑھاؤ، مضمون کے نشیب وفراز سے متاثر ہو، انداز وادا کی مٹھاس یا تلخی، رعنائی یا رعب، انبساط یا انقباض؛ سارے رنگ مضمون کے تابع ہوں۔

دوران تلاوت بس فہم ممکن ہے، تدبر کے لیے تلاوت نہیں، مجلس تدبر جداگانہ ہو، حفاظ کے لیے مناسب ہے کہ ایک پارہ تلاوت کرنے کے بعد اس پر حافظانہ نظر بھی ڈالیں، مشکل مقامات کو اسی وقت یاد کریں، تیس منٹ تلاوت کے ہوے اور دس منٹ حفظ کے، چالیس منٹ، زندگی کے حسین چالیس منٹ،

انمول، رشک ملائک، رشک انس وجن، رشک بحر وبر، زندگی ٹھہرانے والے، وقفہ بخشنے والے، بریک دینے والے، اللہ توفیق بخشے، آمین۔

صحت اور شعورِ صحت (۱)

محمد فہیم الدین بجنوری

۱۱ ذی الحجہ ۱۴۴۶ھ

صحت کے سو درس ہیں؛ مگر خورد ونوش کی میانہ روی درس الدروس ہے، پرہیز یہ ہے کہ آپ عید الاضحی کے دستر خوان پر بھی دائرے میں رہیں، شکم سیری شرع میں مکروہ، طب میں مذموم اور اخلاق میں معیوب ہے، اس میں قربانی، تقریب اور شادی جیسا کوئی استثنا نہیں، صحت کا معاملہ نازک تھا؛ اس لیے صاف گوئی سے کام لیا گیا، فرماتے ہیں: "وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ" (اعراف:۳۱)۔

زیادہ کھانا طبی جرم ہے، عوارض صحت اس کی فطری مکافات ہیں، دیوبند میں ایک ڈاکٹر نے یہ بات اسپتال کے کتبے پر یوں لکھی ہے: "زیادہ جینے کے لیے کم کھائیں"، دس بارہ سال پرانی بات ہے، راقم حضرت مہتمم صاحب دامت برکاتہم کی معیت میں سیوہارہ ضلع بجنور ایک پروگرام میں شریک ہوا تھا، میزبان

نے کھانے کے دوران اصرار اور مبالغہ کیا، پلیٹ بھر دی، حضرت خفا ہوے اور بہت خفا ہوے۔

یہ برہمی خلافِ معمول تھی؛ کیوں کہ آپ کی نرم خوئی اور شرافت ضرب المثل ہے، مجھے بھی اس وقت ناقابلِ فہم معلوم ہوئی، آج جب کہ راقم خود بوڑھوں میں شمار ہے تو اس اصرار میں پنہاں ظلم وزیادتی کے معانی کو سمجھ سکتا ہے، واقعی کسی پر کھانے کے لیے زور دینا، اس کے حقِ صحت پر تجاوز ہے، صحت میں سمجھوتہ نہیں بنتا، قربانی والے دن بھی نہیں، حدیث میں آیا ہے کہ معدہ سب سے برا برتن ہے اگر بھر دیا جائے، پس کم کھاؤ، معدہ خالی رکھو، زندگی کو انجوائے کرو، یہ صحت کے سورازوں کا ایک راز ہے۔

❍❖❍

چین: عرب حکمرانوں کا فطری حلیف

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۱۲ ذی الحجہ ۱۴۴۶ھ ۹ جون ۲۰۲۵ء

امریکہ عرب حکمرانوں کو جو فوجی، سیاسی، سفارتی قانونی اور صحافتی تحفظ فراہم کرتا ہے اس کے عوض والی فہرست میں سب سے اہم یہ ہے کہ وہ اپنے اپنے ملکوں میں جمہوریت کا راستہ روکیں، عرب دنیا میں آزادی، جمہوریت،

سیکولرازم، اظہار رائے، حقوق، الیکشن، حزب اختلاف، شفافیت اور سیاسی ڈھانچے کے لیے کوئی جگہ نہ ہو، پھر بھی امریکہ جمہوریت کا پیرومرشد ہے۔

سچی بات یہ ہے کہ عرب بادشاہوں کو مطلوب مراعات کے لیے چائنا زیادہ موزوں اور فطری حلیف ہو سکتا ہے، اس کی جمہوریت سے بے نیازی اور تہذیبی غیر جانب داری تمام معانی میں عربوں کے حق میں ہے، چائنا بھی ان تمام پلیٹ فارموں پر با اختیار ہے جہاں امریکہ ان بادشاہوں کی پشت پناہی کرتا ہے، امریکہ ان کی حمایت میں منہ کالا کرتا ہے کہ ایک جمہوریت چیمپئن آمریت پسندوں کے دفاع میں ہے؛ جب کہ چائنا کو منافقت درپیش نہیں ہوگی، اسے جمہوری اقدار میں سرے سے دلچسپی ہی نہیں، وہ تاجوران خلیج کی خدمت منافقت کے پردے میں نہیں، اصولی غیر مداخلت کے جذبے سے کرے گا۔

آج مجھے جاپان کی اس خبر نے متوجہ کیا کہ وہ نسبتاً بڑی رینج کے میزائل منصوبے پر کام کر رہا ہے، اس میں تعجب کی بات یہ ہے کہ جاپان کا امریکہ کے ساتھ سیکیورٹی معاہدہ ہے، یعنی جاپان کی سیکیورٹی امریکہ کی سیکیورٹی ہے؛ یہی وجہ ہے کہ جاپان میں امریکہ کی بڑی فوجی چھاؤنیاں ہیں، اس کے باوجود جاپان کا اہم جنگی ساز وسامان کی طرف پہل کرنا یہ پیغام دیتا ہے کہ نئے تناظر میں امریکی کریڈیبیلٹی اور ساکھ متاثر ہوئی ہے اور چائنا جیسے دیوہیکل خطرے کے سامنے امریکی دفاع اور واشنگٹن سہارا بھروسہ کھو رہا ہے۔

فہرست⬆

اس جاپانی سوچ کے پس منظر میں عربوں کی نارسائی کو ناپیں، ایک وقت جب کہ امریکہ ساکھ کھو رہا ہے یہ اسے خراج کی ادائیگی میں نئے ریکارڈ بنا کر ڈھو رہے ہیں، عربوں کی تاج شاہی کو درکار تمام ضمانتیں چین بہت سستے داموں پر فراہم کر سکتا ہے، گو کہ وہ اسرائیل کے خلاف عملا میدان میں نہیں آئے گا؛ مگر اس کا حامی بھی نہیں، اقوام متحدہ کی ہر ووٹنگ میں چائناووٹ اسرائیل کے خلاف ہی جاتا ہے، اس طرح آپ کو تحفظ کے عوض اسرائیل کو سلام مارنے سے بھی نجات مل جائے گی؛ لیکن غلاموں سے قوت تفکیر بھی اٹھالی جاتی ہے، غور کیوں کر ہو!

سادگی اپنوں کی دیکھ اوروں کی عیاری بھی دیکھ

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۲۴ ذوالحجہ ۱۴۴۶ھ ۲۱ جون ۲۰۲۵ء

ہمیں مقامی طور پر اسلاموفوبیا سے سنگین سابقہ ہے، آئے دن گائے، وندے ماترم، جے شری رام وغیرہ کے بہانے موب لنچنگ ہوتی ہے، دشمن اس مہم کے دوران ہمیں صرف مسلمان سمجھتا ہے، دیوبندی اور بریلوی کی تفریق نہیں کرتا، حالاں کہ دونوں کے درمیان ناقابل تسخیر خلیج ہے، بریلوی ہمیں کافر

کہتے ہیں؛ بل کہ ان کے نزدیک ہمارا کفر ہندوؤں سے بڑھا ہوا ہے؛ بہ ایں ہمہ جب سنگھی ان پر حملہ کرتے ہیں تو جمعیت علمائے ہند ان کی دادرسی میں پیش پیش رہتی ہے؛ کیوں کہ جمعیت علما کی نظر میں اس زیادتی کا عنوان بریلویت نہیں اسلام ہے، یہ امت پرستی ہمارے ملی اور سیاسی شعور کی بلوغت اور پختگی کا بہترین مظہر ہے۔

بریلویت وغیرہ سے ہمارا اختلاف ایک حقیقت ہے، دارالعلوم دیوبند کا شعبہ مناظرہ میرے نزدیک ایک ناگزیر سرگرمی ہے، اس کو مزید فعال و متحرک کرنا بھی عمدہ ترجیح ہے؛ لیکن یہ داخلی لڑائی ہے، داخلی محاذ تک محدود ہوگی، مسلکی ترجمانی، فکری تشریح اور دفاع دیوبند کے اسٹیج اس تربیت کے مواقع استعمال ہیں؛ جب کہ خارجی محاذ پر یہ راگ نرا حمق اور اجتماعی خودکشی ہے، بیرونی حملے کے وقت ہدف کا ادراک اہم ہے، اگر واقع میں کوئی شیعی مسئلہ ہے تو آپ غیر جانبدار رہ سکتے ہیں؛ لیکن اگر شیعہ کو اسلام کی سزا دی جارہی ہے تو یہ دیوبندی اور بریلوی مسئلہ بھی ہے، اس وقت دیوبند اور بریلی کا صف آرا نہ ہونا اپنی اپنی باری کے انتظار کی مثال ہے۔

ہندو گائے کو خدا مانتے ہیں، یہودی گائے ذبح کرتے ہیں، یہودیت توحید کی مدعی ہے، ہندوازم شرک کا محافظ ہے، یہودی تجہیز و تکفین کرتے ہیں، ہندوؤں میں شمشان ہے، یہودی سلسلۂ انبیاء سے وابستہ ہیں، ہندو ان نبیوں سے

لا تعلق ہیں، یہودی ایک زندگی کے قائل ہیں، ہندوؤں میں سات جنم ہیں، یہود ہندوؤں کے مذہب کو باطل مانتے ہیں، ان کو ابدی جہنمی سمجھتے ہیں، ان کے پورے دھارمک نظام کو خرافات کہتے ہیں، وغیرہ وغیرہ تباین شامل کرتے جاؤ، توافق کا ایک نکتہ نہیں ملے گا۔

بہ ایں ہمہ تازہ بین الاقوامی تعلقات میں سب سے قوی، گہرا، ہمہ گیر اور پر اعتماد تعلق انھیں دو اقوام کے مابین ہے، بالکل بے نظیر، دو جسم ایک جان ہیں؛ کیوں کہ اتحاد مفاد پر مبنی ہوتا ہے اور دونوں کا مفاد مشترک ہے: مسلم دشمنی، ان دونوں اقوام کے فکر کی بلندی دیکھیں اور ہماری سنی شیعہ فکر کی پستی بھی دیکھیں، دونوں کا دشمن ایک، حریف کے ہاتھوں تباہی مساوی؛ مگر اعتماد کا ہاتھ بڑھانے کے لیے تیار نہیں، عزیزم آپ کو ایران کے عقیدے سے کیا لینا دینا؟ آپ سیاسی تناظر میں عقیدہ کیوں دیکھنا چاہتے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے بنو خزاعہ سے اتحاد کے لیے مذہب اور توحید کی شرط رکھی تھی؟ آج تو پھر مشترکہ مفاد اور time being situation یعنی وقت کی صورت حال کا فلسفہ رائج اور مقبول ہے۔

اگر سلفی حضرات کے نزدیک شیعوں کے عقائد ہی ترجیح ہیں تو پھر وہ سعودی حکومت سے احتجاج کریں، شیعوں کو حج کی اجازت کیوں دی گئی؟ انھیں روضۂ اقدس تک رسائی کیوں دی جاتی ہے؟ کافروں کا حرمین میں استقبال اکبر کبائر میں سے ہے، ظاہر ہے کہ یہ سیاسی رواداری ہے، اس کے مذہبی اور مسلکی

معانی نہیں ہیں، وسیع اسلامی مفاد میں یہ چیزیں گوارا کی جاتی ہیں۔

اور ہاں شیعہ ہی کی کیا خصوصیت؟ سلفیوں کے نزدیک تو ہم بھی کافر ہیں، ہمارے کفر پر ان کی تحقیقات اسلامی لٹریچر کے برابر ہیں، مستقل لائبریریاں وضع کر دی گئی ہیں؛ لیکن ہم جانتے ہیں کہ یہ مسلکی سطح کی باتیں ہیں، ملی محاذ پر ایسی بیہودگی نہیں کی جاتی؛ چناں چہ وہ ملی پلیٹ فارموں پر ہم سے اسلامی سیاق کی ہم آہنگی اور یک جہتی رکھتے ہیں، بعینہ یہی فلسفہ شیعیت پر بھی منطبق ہے، مذہبی تناظر میں وہ بھی بہت کچھ کہتے ہیں اور ہم بھی؛ لیکن مشترکہ مواقع پر احتیاط کی جاتی ہے، میں نے عالم شیعیت کے موجودہ چوٹی کے لیڈروں کا ایک بھی انتہا پسندانہ بیان نہیں دیکھا، وہ پبلک گفتگو میں ام المومنین حضرت عائشہ، حضرات شیخین اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے تعلق سے بدزبانی نہیں کرتے، احترام کا مظاہرہ کرتے ہیں اور تلقین بھی۔

اگر سلفیوں کو یہ لگتا ہے کہ اسرائیل کو شیعیت سے الرجی ہے تو وہ ضرور تماشا دیکھیں؛ لیکن اگر ان کے ضمیر کی آواز دوسری ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ اسرائیل کو اسلام سے مسئلہ ہے، وہ ایران کو اسلامی برتری کے خوابوں کی سزا دے رہا ہے، اسے قدس کی مزاحمت برہم کرتی ہے اور یہ کہ اسرائیل فارسی زمینوں میں مسجد اقصی کی عربی آوازیں دفن کرنے آیا ہے تو پھر باضمیر رہیں، ضمیر سے دستبردار نہ ہوں۔

فہرست⬆

میں یہ باتیں لکھ رہا ہوں؛ جب کہ کیفیت "وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللهُ مُبْدِيهِ" کے تجربے سے دوچار ہے؛ کیوں کہ میرے خیال میں ایرانی نظام بکھر جائے گا، امریکی شیطان کے "بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ" کے سامنے ایرانی تکیے بہت کمزور ہیں، جنگ میں رسد اور کمک اصل ہے، دیکھو ان دو سہاروں کی بدولت یوکرین نے سپر پاور روس کو ہزیمت دی ہوئی ہے، ایران کے لیے کمک ہے نہ رسد، کربلا ہے اور فقط کربلا۔

ایرانیوں نے وفا کی داستان رقم کر دی ہے، وہ تاریخ میں روشن جبیں درج ہو گئے ہیں، ایرانی بجا طور پر "وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ إِلَّا أَن يُؤْمِنُوا بِاللهِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ" کے احساس سے سرشار ہیں، مغرب کا مطالعہ سنی شیعہ تنقیح سے قاصر ہے، وہ ایران میں اسلام کے خطرے سے نبرد آزما ہونے کے لیے پابہ رکاب ہیں اور ہم شیعہ فریم سے آگے نہیں دیکھتے، سادگی اپنوں کی دیکھ اوروں کی عیاری بھی دیکھ، ایران کے ممکنہ سقوط کی صورت میں ناچیز کی یہ تحریر امت کے تنگ ذہن کی خدمت میں مبارک باد اور دور اندیش فکر کے لیے نثرِ مرثیہ ہے۔

❍❖❍

امن بزورِ طاقت

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۲۷ ذوالحجہ ۱۴۴۶ھ ۲۴ جون ۲۰۲۵ء

ملحمۂ کبری کا مقدمہ ختم اور مکمل جنگ کی تیاریوں کا مرحلہ شروع ہوا، ایران نے تنہا مغرب کو ہرا دیا، یعنی وہ کام جو سپر پاور روس بھی نہیں کر سکا، مانو پہاڑ کی چوٹی سر کر لی؛ کیوں کہ صلح کی تحریک دشمن کی طرف سے ہوئی ہے، ایران نے تو تمت بالخیر کی نیت باندھ رکھی تھی، تہران اگر کمزور حیثیت میں ہوتا تو جنگ بندی آج کی بریکنگ نیوز نہ تھی، مغرب "بِخَيلِك وَرَجِلِك" کا بے رحم رقص کر رہا ہوتا، ٹرمپ فلسفہ: "امن بزورِ طاقت" آج جگمگا رہا ہے اور اپنے تخلیق کاروں کی تضحیک بھی کر رہا ہے۔

اس جنگ کا پہلا انکشاف یہ ہے کہ ناقابل تسخیر قوت ایران ہے، یہ سبق اسرائیل سے متعلق غلط طور پر پڑھایا جا رہا تھا، موجودہ دنیا کا آخری حربہ فورڈو حصار توڑنے میں ناکام رہا، سائبر حملے، معاشی پابندیاں، ہدف وار یلغار سمیت کوئی چال کارگر نہ ہوئی، ایران نے زبانی جمع خرچ کو عملی تیاریوں سے ہم آہنگ رکھا تھا، اسے مغربی قیامت کا یقین تھا اور اس کا دفاع اسی لمحے سے تحریک لے رہا تھا، وقت نے ثابت کر دیا کہ مغرب پیچھے رہ گیا، ایران کی رفتار درست رہی۔

فہرست⬆

بی ٹو بمبار کے بعد ایران کو جھکانے کے لیے امریکہ کے پاس کوئی اندوختہ نہیں، وقت گزاری کے مذاکرات ممکن ہیں؛ کیوں کہ اسرائیل اور امریکہ کا یہ زعم بھی ختم ہوا کہ مکار صرف وہ ہیں، ہر طرح کا دباؤ اب «في الصَّيف ضَيَّعْتِ اللبن» ہے، میز بھی ایران کی ہو گی، اس نے جنگ جیتی ہے، سپر پاور کو تھپڑ مارا ہے، یہ طمانچہ تا اطلاع ثانی گونجے گا، ایران کمزور نہیں تھا، اس نے مرگ مفاجات کے امریکی اندازے کو غلط ثابت کر دیا۔

ایران میں بی ٹو بمبار کی ناکامی کا درس یہ ہے کہ اگلی جنگ نیوکلیئر ہو گی، ماسوائے نیوکلیئر بے بسی کے بعد یہ راستہ طے ہے اور فطری بھی، ایران جوہری دست برداری کی خودکشی نہیں کرے گا، میزائل اپنا کردار نبھا چکے، آئندہ مرحلے میں یہ لاحاصل ہیں، ایران کا جوہری پروگرام اب راست بم پروگرام ہو گا، پابندیاں اسے راس آچکی ہیں، بمباری نارسا واقع ہوئی، سو ڈر کی کوئی وجہ نہیں، اس جنگ کی سب سے بڑی تعلیم یہ ہے کہ امن بزور طاقت ہی ممکن ہے، دستاویز، معاہدے، ایگری منٹ؛ مجرد کاغذی پیرہن ہیں، ان کا تکیہ خود فریبی کے سوا کچھ نہیں۔

اسرائیلی جارحیت نے ایران کو ایٹمی جواز فراہم کر دیا ہے، نیوکلیئر آپشن کی مجبوری جنم لے چکی ہے، یہودیوں کا مفروضہ: ”وجودی خطرہ“ فارسیوں کے لیے واقعہ ثابت ہوا، اسرائیل نیست ونابود کے عزائم لے کر ہی آیا تھا، ایرانی پیڑ

کی سخت جانی نے صہیونی آندھی کو ذلیل کیا، ایران کی ایٹمی کنارہ کشی اسرائیل کو دوسرا موقع دے گی، یہ مغربی تلقین کے بھی خلاف ہے، وہ کہتے ہیں کہ امن بزور طاقت ہی ممکن ہے، پھر ایران اس فارمولے سے کس طرح گریز کر سکتا ہے؟

دستور کے مطابق فاتح کی نظر اتاری جاتی ہے، سلامی دی جاتی ہے، تحسین وآفرین ملتی ہیں، ایران حالیہ کشتی کا فاتح ہے، اب وہ متوازی عالمی اکائی کا دلہا، بین الاقوامی مزاحمت کا قائد اور امریکی غلبے کا چیلنج ہے، دنیا کا اندازہ تھا کہ ایران گر جائے گا؛ اسی لیے اتحادی بھی محتاط تھے، آئندہ اس کے برعکس ہوگا، اتحادی آفر لیے پھریں گے اور ایران کے ناز اٹھائیں گے۔

اس جنگ کا عنوان مسلم ملک بمقابلہ یہود ونصاری تھا، جیت کے اثرات کا رنگ اسی تناظر میں کھلے گا، ہر سطح پر سرخ روئی نمایاں ہوگی، ہمارے مقامی صہیو سنگھ میں صفِ ماتم نظر آئے گی، امت کو مولی گاجر سمجھنے والوں کا سافٹ ویئر اپڈیٹ ہوگا، آگے کے حالات میں کتنی مہلت ہے اس کی تحدید درست نہیں، ایک مہتمم صاحب پوچھ رہے تھے رواں تعلیمی سال مکمل ہوگا؟ میں نے جواب دیا کہ اس کا انحصار اردگان کی غلطی پر ہے، نوید مسیح پورے طور پر اس طاقتور نیوتے میں مضمر ہے جو ترکی سے بنام یورپ جاری ہوگا۔

لیکن مہلت بہ ہر حال طویل نہیں ہے، مغرب بھی واپسی میں زیادہ وقت ضائع کرنا پسند نہیں کرے گا، مقابلہ پھر یہیں ہوگا، حضرت مہدی کی آمد تک

عربوں کا کوئی کردار نہیں، وہ امریکی امامت پر مطمئن و مکتفی رہیں گے، نئی دنیا کی رسہ کشی کا عنوان: "ریاستی دہشت گردی بمقابلہ ایرانی مزاحمت" مسلم الثبوت ہو گیا ہے، ہم اپنے نفاق، بزدلی اور ضمیر فروشی کی جواب دہی میں بدستور ایران کے شیعہ عقائد کا حوالہ دیتے رہیں گے۔

ایک بار پھر ثابت ہوا کہ صہیو سنگھی دونوں نہایت ڈرپوک ظالم ہیں، کمزور کے سامنے ان سے بڑا بہادر کوئی نہیں، رد عمل کا طمانچہ پڑ جائے تو علم صلح بلند کر لیتے ہیں، غزہ بے رحمی نے دو سال صرف اس لیے نکال لیے کہ وہ نہتے ہیں، ورنہ ان کی اوقات بارہ یوم میں سمٹتی ہے، ایران جنگ صرف اس لیے بند ہوئی ہے کہ میزائل تل ابیب کو خاک وخون کر رہے تھے، صہیو سنگھی اقوام اسی صورت بر سر پیکار ہوتی ہیں جب حریف کے رد عمل کا امکان نہ ہو؛ اس لیے ایران میں جنگ بندی ہو گی، غزہ میں نہیں۔

ایمان واحتساب: عمل کی روح ہے یا ثمر؟

﴿إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَ الْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُه﴾

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۱۳ محرم ۱۴۴۶ھ ۹ جولائی ۲۰۲۵ء

آیت کریمہ میں والعمل الصالح یرفعہ کی مرفوع اور منصوب ضمائر میں دو احتمال ہیں، بیشتر مفسرین کی رائے ہے کہ مرفوع ضمیر کا مرجع عمل ہے اور منصوب ضمیر کا مصداق ایمان ہے، مفہوم یہ ہے کہ عمل صالح سے ایمان میں ترقی ہوتی ہے؛ مگر میرا رجحان برعکس ہے، مرفوع ضمیر سے ایمان مراد ہے اور منصوب کی مراد عمل ہے، مضمون یہ ہے کہ عمل کی روح ایمان ہے، مجھے یہ مضمون زیادہ اہم معلوم ہوتا ہے، ایمان کا استحضار نہ ہو تو عمل روکھا، بے جان اور پژمردہ ہوتا ہے؛ حتی کہ انجام دہی پہاڑ بن جاتی ہے، قرآن نے خود کہا ہے کہ اگر خشوع سے عاری ہو تو نماز گراں بار طبع ہے، نماز کی مرغوبیت، دل چسپی اور جاذبیت کا واحد راز ایمان ہے۔

میری مراد یہ ہے کہ نمازی متعلقہ کلمات کی ادائیگی ایمان کے ساتھ

فہرست⬆

کرے، جب وہ اللہ اکبر کہتا ہے تو اس کا سراپا خدا کی کبریائی میں غرق ہو، سبحان ربی العظیم میں تنزیہ اور عظمت حاوی ہو، قراءت کا ہر جزو ایمان کی مہر وصول کر رہا ہو، تحیات سمیت ہر کلمۂ نماز عقیدے سے ہم رشتہ ہو، ہر نقل و حرکت ایمانی تسکین کے لیے وقفہ کرے، یہ خشوع کا تیسرا اور بلند ترین مقام ہے، نماز کے استحضار اور معانی کلمات کے ادراک کے بعد ایمان کا درجہ ہے، اول درجہ ناگزیر ہے، دوم درجے کا ایک مزہ ہے؛ مگر تیسرا درجہ معراج ہے، اب آپ خدا کے رو بہ رو ہوے اور آپ نے بخاری کی حدیث کی تطبیق و تجسید کو پالیا یعنی عبادت میں رویت باری سے سرفراز ہوے۔

یہ تیسری خصوصیت فرق پیدا کرتی ہے، نبی کے سجدے کی رفعتوں کو اعجاز یہیں سے عطا ہوا ہے، عالم کی پرواز کا تفوق بھی اسی کا رہین ہے، عالم ربانی اور مجرد حرف شناس کے مقام بھی اسی بنیاد پر جدا ہیں اور عامی کی سست روی یا متواتر نارسائی کے پیچھے بھی یہی عامل اثر انداز ہے، سیر ملکوت سے عوام کی محرومی قابل افسوس تھی؛ لیکن اہل علم کی محرومی اصل ماتم ہے؛ وہ معمولی مشق، توجہ اور استحضار سے عالم لاہوت کی سیر، گذر، باریابی اور عنایت سے سرشار ہو سکتے تھے، رشک ملائک زندگی بسر کر سکتے تھے، ان کی ہر نماز معراج ہو سکتی تھی؛ مگر بے عملی، غیر سنجیدگی، سستی اور لاپرواہی نے اڑنے کے تمام کل پرزے معطل کر دیے اور عرش کا سیاح فرشی ہو کر رہ گیا۔

فہرست⬆

نماز کے ہر قول و عمل کو ایمان واحتساب سے گزارو، ہر جزو کی سخت نگرانی کرو، جو عمل ایمان کی تصدیق وتوثیق کے بغیر گذر گیا اسے فوت سمجھو، جس ادا و عمل پر ایمان نقش ہوا وہی عبادت واقع ہوا، عمل جسم محض ہے، آسمان پر نہیں جا سکتا، اسے پرواز کے لیے روح درکار ہے، آپ کا ایمان اسے روح، جان اور پر عطا کرتا ہے، ایمان اسے مجسم برق میں تبدیل کر دیتا ہے، اب وہ اڑان بھرتا ہے اور بڑھتا ہی جاتا ہے، یہ حقیقی نماز ہے، جو نمازی کو بلندیاں اور نزدیکیاں دیتی ہے، نمازی معراج کے ذاتی تجربے سے گذرتا ہے، نماز اس کی دلربا بن جاتی ہے، نماز کے بعد نماز کے انتظار میں رہتا ہے، تا آں کہ وہ ہمہ وقت کا حاضر باش لکھ لیا جاتا ہے۔

❍❖❍

نماز کی درازی اور خوبصورتی

فلاتسأل عن حسنِھنَّ و طولِھنَّ

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۱۶ محرم ۱۴۴۷ھ ۱۲ جولائی ۲۰۲۵ء

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا خلوت کی عبادت میں چشم دید ہیں، عبادت خلوت ہی میں ہوتی ہے، جلوت کے لیے نماز کا لفظ موزوں ہے، انھوں نے دو

خوبیاں نوٹ کیں: حسن اور طول، ان دونوں کے مابین عام خاص مطلق کی نسبت ہے، یعنی درازی بھی حسن میں کردار رکھتی ہے اور وہ کردار غیر معمولی ہے، ظاہر ہے کہ حسن میں دیگر عوامل بھی اثر رکھتے ہیں؛ مگر طول ارکان کی بات الگ ہے، نماز کا پورا حسن تقریباً طول ادائیگی میں سمٹ آتا ہے، مبالغہ کریں تو تساوی کا ادعا ممکن ہے، ذکر ملائک کے بعد جبریل کی تصریح جس اہمیت کو ظاہر کرتی ہے، طول نماز بھی حسن نماز کے بعد اسی حیثیت میں ہے۔

حفظ قرآن کے بغیر طول نماز ممکن نہیں، ارکان کے مابین توازن خراب ہوگا، نماز کی خوش نمائی متاثر ہوگی، صحابہ نے اس نکتے کو نوٹ کیا، تمام صحابہ حفاظ نہیں تھے؛ مگر انھوں نے عمل حفظ کو اصحاب صفہ کے نام محفوظ نہیں کیا تھا، وہ سورت وار عمل حفظ جاری رکھتے تھے، جو مکمل حافظ نہیں تھے، ان کو بھی بڑی بڑی سورتیں اور ان کے ضمن میں قرآن کا بڑا حصہ یاد ہوتا تھا، جو دراز نماز میں کافی ہو جاتا تھا، صحابہ میں ہماری والی تقسیم نہیں تھی، یہ بات کہ یا تو پورا حافظ ہوگا یا صاحب الم ترکیف؛ بعد کا فساد ہے، قرآن تو نور ہے، اس میں حد بندی کوئی معنی نہیں رکھتی، نور جس قدر مل جائے زہے نصیب، الم ترکیف تک محدود رہنا خیر القرون کا تصور نہیں۔

یہاں سے یہ مضمون بھی واضح ہوا کہ حفظ قرآن کا بڑا مقصد عبادت اور طولِ نماز ہے، خود شفاعت قرآن کی حدیث بھی اس کی مؤید ہے، رسول اللہ

ﷺ فرماتے ہیں کہ قرآن اپنے حافظ کی سفارش میں توجیہ کے طور پر یہ کہے گا کہ اے رب! میں نے اسے رات کی نیند سے محروم رکھا، اس کے حق میں سفارش قبول کر، اگر ہمارے پاس تہجد نہیں ہے، جوفِ لیل کی نمازوں کی لمبی قراءت نہیں ہے تو روزہ ہماری سفارش کی توجیہ کیسے کرے گا؟ ہم تو اس کے سفارشی کرائی ٹیریا کو پورا نہیں کرتے، اس پر یہ زعم کہ دس واجب النار افراد کو نجات دلائیں گے۔

حفاظ نیت درست کریں کہ انھوں نے حفظ اس لیے کیا ہے کہ تطویل قیام ممکن ہو، رسول اللہ ﷺ کی سنت عبادت قائم کر سکیں، ان کی طرح سپاروں کے بقدر تلاوت والی رکعتیں پڑھ سکیں، نصف لیل پر مشتمل نماز کا اتباع کر سکیں، اتنی لمبی نیت باندھ سکیں کہ ساتھی نماز توڑنے کے وساوس میں چلا جائے، یہ رسول اللہ ﷺ کی متفق علیہ سنت ہے اور آج احیا کے لیے ہر طرف نگاہ امید لگائے ہوے ہے۔

صحابہ پر جرح خدا اور رسولِ خدا کی سندِ عدالت پر اعتراض ہے

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۲۰ محرم ۱۴۴۷ھ ۱۶ جولائی ۲۰۲۵ء

تلامذہ استاذ کا غرور کہلاتے ہیں، یہ ممکن نہیں کہ آپ صحابہ پر تنقید کریں اور شانِ رسالت متاثر نہ ہو، وہ آئینۂ نبوت ہیں، ان پر اڑائی ہوئی گرد نبوت تک جاتی ہے، امت کا یہ اجماع کہ صحابہ میں عدالت اور ثقاہت کے لیے تفریق روا نہیں، سب ماورائے کلام و جرح ہیں؛ ایک شاندار اجماع ہے، یہ اصول قلعۂ اسلام کا پاسبان ثابت ہوا، صحابہ کو استثناد دینے والے دینِ محمدی کے محرمِ اسرار تھے، ان کی دور اندیشی نے روایت کو حرمت بخشی۔

ہمارا دعوی یہ ہرگز نہیں کہ صحابہ فروگزاشت سے مبرا تھے، مدعا یہ ہے کہ آپ لب کشائی کے مجاز نہیں، یہ پابندی خدا اور رسولِ خدا؛ دونوں نے باتفاق عائد کی ہے، وہ صحابہ کو موضوع بنانے سے منع کر گئے ہیں، یہ حکم خود اس بات کا ثبوت ہے کہ سطحی نظر والوں کو صحابہ کی سیرت میں گنجائشیں لبھائیں گی، قرآن وحدیث نے اس خطرے کی پیش بندی پورے جاہ وجلال سے کی، رسول اللہ ﷺ نے ذاتی سند کا واسطہ دے کر اس حمق پر متنبہ کیا۔

امت چور دروازے سے بھی آگاہ ہے، آپ کی تفریق اسلام کی بیخ کنی

فہرست

ہے، اگر فلاں مجروح ہے تو پھر فلاں کی کیا ضمانت ہو گی؟ ضمانت فقط ایک ہے: سندِ صحابیت، اس کی تفویض قرآن وسنت کے ذریعے عمل میں آئی ہے، اجماع امت نے اس کی زینت وتوثیق کو نمایاں کیا ہے، سند صحابیت کے جملہ حاملین ماورائے کلام ہیں، ان کے نشیب وفراز پر طبع آزمائی کر کے آپ نے لمٹ کراس کی ہے، یہ اللہ کا باغ ہے، باغِ خدا کے مشمولات میں کمی بیشی سے بحث نہیں، سوال یہ ہے کہ تو اندر کیسے آیا؟ صحابہ قرآن کی روشنی میں اللہ کی حرمت ہیں، خبر دار! محارمِ خداوندی میں تجاوز بھنگی ہونے کا ثبوت ہے!

ایک فاضل دیوبند نے شاتمِ صحابہ سے اظہار برائت کیا تھا، اس پر معتدل فاضل بریلی کو اعتراض ہے کہ آپ نے روافض کو مسلم پرسنل لاء بورڈ میں شامل رکھا ہے؛ جب کہ وہ شانِ صحابہ کے علانیہ گستاخ ہیں، یہ غلط فہمی ہے، روافض کی شمولیت بحیثیت روافض ہے، شاتم صحابہ بحیثیت سنی احترام کا خواہاں ہے، وہ رافضی ہونے کا اعلان کر دے تو بائیکاٹ کی اپیل بے معنی ہو سکتی ہے، اس اعلان کے بعد وہ بحیثیت رافضی سماجی حقوق سے بہرہ ور ہوتا رہے، یہ وہی صورت حال ہے کہ قادیانی نسبت اسلام پر مصر ہیں تو ہمیں اشکال ہے، وہ علانیہ اقبال کفر کر لیں تو سماجی پابندیوں پر نظر ثانی ممکن ہے، گو کہ دونوں پر عائد ارتداد کی دفعہ ہنوز مزاحم ہو گی؛ مگر تلبیس رفع ہونے کے بعد سماجی لین دین کی گنجائش ہو سکتی ہے،

دوسرے معاشرتی بائیکاٹ کی اپیل برائے اصلاح ہوتی ہے، شاتم صحابہ کی اصلاح ممکن اور متوقع ہے؛ جب کہ روافض مہر زدہ ہیں، ان کے بائیکاٹ کے کوئی معانی نہیں بنتے۔

❍❖❍

کانوڑ آئینہ

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۲۱ محرم ۱۴۴۷ھ ۱۷ جولائی ۲۰۲۵ء

اخلاق، سماج، میڈیکل، سیاست، قانون، نظم وضبط، ترقی اور مذہب کے لحاظ سے ہندوستانی شعور کے موجودہ ارتقائی مرحلے کو جاننے کے لیے کانوڑ یاترا کے مناظر زندہ ذرائع ہیں، ریورس میں جائیں تو مہا کمبھ بھی دور نہیں، کم سن بچے بیس لیٹر وزن لے کر عازم دہلی ہیں، ان کی ٹانگیں ہر ید وار میں کانپ رہی ہیں اور انھیں دو سو کلو میٹر کی دوری طے کرنی ہے، بصورتِ دیگر سرخ روئی نصیب ہو گی نہ فلاح۔

بچوں کی انتہائی قابل رحم ویڈیوز وائرل کی جارہی ہیں، پسماندہ عقلیں قصیدہ خواں ہیں، تبصرہ خانہ تعریفوں سے پر ہے، کہنے کے لیے حقوق اطفال کمیشن اور تحفظ اطفال ادارے با اختیار اور طاقت ور حیثیت میں ہیں؛ مگر وہ بارہ دن

مہر بلب، دیدہ بند اور بے سماعت رہیں گے، حاکم وقت کی منشا کے لیے انھیں تحریری ہدایات درکار نہیں ہوتیں، وہ چشم وابرو کو سمجھنے کے عادی ہیں، اطراف واکناف کی سڑکیں، طویل راہیں، موسم کی ستم گری اور روایت کا دباؤ شمالی ہند کی کمسنی کے ساتھ ننگا اور بے رحم رقص کرے گا۔

ہندوستان میں مذہبی آزادی اکثریتی تناظر کے ساتھ مشروط ہے، یہ بھی قابل برداشت تھا؛ مگر اس آزادی کو عملا بے لگام رکھا گیا ہے، ایک طرف مسلمانوں کے پروگرام سڑکوں پر ممنوع ہیں، دوسری طرف ہندو رسومات کے لیے کوئی حد اور قید نہیں، وہ سڑکوں پر رسم وعبادت تک محدود نہیں ہیں؛ بل کہ ضروری معمولات کو متاثر کرنے کی حد تک آزاد ہیں، سڑکوں کی بندش، ایمبولینس تک کی بے بسی، بے ہنگم اور بے پناہ شور، طوفان بدتمیزی اور ناچ گانے عروج پر ہوتے ہیں۔

کانوڑ یاترا کی موجودہ صورت حال سے مذہب کا تاثر کم، سیاست، فرقہ واریت اور مسلم دشمنی کا احساس زیادہ ابھرتا ہے، اس کارگزاری میں طاقت کا مظاہرہ عام ہو گیا ہے، بڑے بڑے جھنڈ دانستہ تشکیل دیے جاتے ہیں، ان کے صوتی سسٹم میں نفرت بھرے گانے گونجتے ہیں، آواز جنگی سطح تک بڑھائی جاتی ہے، مسلمانوں میں خوف پیدا کرنے کے تمام حربے بروئے کار لاتے ہیں، ان دنوں مسلم شناخت کے ساتھ سفر پر خطر ہو جاتا ہے، کانوڑ فسادی مسلم گاڑی کی

تاک میں رہتے ہیں، اگر کوئی غلطی ہو جائے تو انتظامیہ کی موجودگی میں قانون اچک لیتے ہیں، گاڑی کے ساتھ گاڑی والے بھی تشدد کی زد میں آتے ہیں، گاڑی تو ملبہ بنتی ہی ہے، جان بچانا بھی مشکل ہو جاتا ہے۔

کانوڑ ایک مذہبی جنونیت ہے، طاقت سے زیادہ بوجھ اٹھانا سادہ بات نہیں ہو سکتی، بارِ گراں میں قدم قدم مشکل ہوتا ہے؛ مگر وہ سو دو سو کلو میٹر کے عہد بند ہوتے ہیں، یہ نارمل صورت حال نہیں ہے، اس کے پسِ پشت ایک ایجنڈا ہے، اس غیر معمولی مشقت کو گائے اور تحفظ گائے پر نچھاور کرنا خوفناک پیغام ہے، یہی وجہ ہے کہ معمولی بہانے پر آتش فشاں پھٹتا ہے، فساد اس یاترا کے مندرجات میں ہے، مسلمان یاترا خطرات سے بچنے کے لیے سرنگوں ہوے، سبیلیں لگائیں؛ مگر شدت پسندوں نے یہ تسلیم قبول نہیں کی، یہاں ان کا ایجنڈا مونٹم کھوتا ہے، وہ کہہ اٹھے کہ مسلمان خدام کے پانی میں تھوک اور غلاظت کی آمیزش ہے، کانوڑ والے محتاط رہیں۔

کانوڑ ایک سیاسی رجحان کے ہاتھوں اچک لی گئی ہے، طاقت کا اظہار، فرقہ پرستی کی نمائش اور ووٹ بینک کی رعایت زوروں پر ہے، کاندھے پر کانوڑ اور زبان پر منتر کے دن گذر گئے، اب ہاتھوں میں ہتھیار اور لاٹھیاں، زبانوں پر نفرتی نعرے اور گالیاں اور دلوں میں تعصب اور زہر بھرے ہیں، اس طرح کانوڑ ایک سیاسی ایندھن کی شکل اختیار کر گیا ہے؛ حتی کہ بول بم میں بول ووٹ کی بازگشت

ہے، لمبے قافلے، دیو ہیکل اسپیکر، لہراتی تلواریں، سڑکوں پر قبضے؛ یہ سب مذہب نہیں، سیاست ہے۔

مہا کمبھ ہمارے ملک کی ترجیحات نمایاں کر گیا تھا، اب کانوڑ آئینہ سامنے ہے، عوام کے مطالبات حکمرانوں کو نزدیک سے نظر آتے ہیں، فی زمانہ بھارت کی پبلک کانوڑ چاہتی ہے، بی جے پی اس نفسیات کی متخصص ہے؛ اس لیے اس کی یکسوئی بھنگ نہیں ہوتی، بہار کی مثال لیں، پرشانت کشور تعلیم، روزگار، صحت اور ترقی کے سہارے داخلے کے فراق میں ہیں؛ جب کہ باقی سیکولر پارٹیاں پہلے ہی ان مسائل کے رتھ پر مست تھیں، اس تماشے میں بی جے پی کانوڑ پر خیمہ زن ہے، اسے زعفران کافی ہے، اس طرح کشور صاحب سیکولر پارٹیوں کے حریف ہوے، ان کے اشوز بی جے پی کو مس نہیں کرتے، بی جے پی مہم کا محور فرقہ پرستی ہے، اس کے لیے کانوڑ کافی ہے۔

پرشانت صاحب بہار سے یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ترقی کی چابی میرے پاس ہے، کانگریس اور جنتا دل ترقی نہیں دے سکتے، سیکولر ووٹ ہمیں موقع دیں، قیاس ہے کہ پرشانت کا ترقی والا سبز باغ فی حلقہ پانچ چھ ہزار بیوقوف برآمد کر سکتا ہے، اگر یہ انقلاب ممکن ہوا تو پرشانت جی کی طرف سے بی جے پی کو پچاس سیٹوں کی سوغات پکی ہے؛ کیوں کہ ماضی میں پچاس سیٹوں پر جیت کا فرق پانچ ہزار ووٹ کے اندر تھا، بی جے پی مفکرین پچاس سال آگے ہیں، کوئی کسی کا ایجنٹ نہیں ہوتا؛

مگر بی جے پی اسمارٹ سوچ ایجنٹ کی خدمت لینے میں طاق ہے، اس میں شبہ نہیں کہ پرشانت یا اویسی مہرہ نہیں؛ لیکن یہ بات بھی ہر شخص جانتا ہے کہ تیسرے مورچے کی ایجاد راست بی جے پی کے حق میں جاتی ہے۔

عدالتِ صحابہ ”رسول اللہ ﷺ کی“ خصوصیت ہے

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۱۸ جولائی ۲۰۲۵ء ۲۲ محرم الحرام ۱۴۴۷ھ

صحابہ کے لیے رضوان کے خطاب میں رسول اللہ ﷺ کی تربیت کا اعتراف ملحوظ ہے، سنتِ الٰہیہ محکم ہوتی ہے؛ اس لیے آپ نے صحابہ کے مقام کو اہمیت دی، ان کی عظمتِ شان کو اپنی ذات سے منسوب کیا، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے معاملے میں آپ نے دوٹوک فرمایا تھا کہ بھائی ان کو میری خاطر مستثنی رکھو، اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ آپ نے حضرت ابو بکر کو معصوم جانا اور فریق ثانی کا مدعا سنے بغیر ہی خفا ہو گئے؛ بل کہ پیغام یہ ہے کہ حق صحبت کی رعایت کی جائے، ممکن ہے غلطی ہوئی ہو؛ مگر ادب ولحاظ واجب ہے۔

عام صحابہ کے ذکر میں آپ نے تنقید کا دروازہ بند کرتے ہوے بالکل آخری درجے کی بات ارشاد فرمائی کہ صحابہ کی محبت میری محبت ہے اور صحابہ کی

کدورت میری کدورت ہے، سیرتِ صحابہ کے دفاع وتحفظ میں یہ انتہائی درجے کی بات ہے، اس سے بڑا جملہ ممکن نہیں، یہ ذاتی نسبت ہمارے دعوے کو سرخ رو کرتی ہے کہ صحابہ کی عدالت حضور کی خصوصیت ہے، اللہ رب العزت نے آپ کو نوع بہ نوع امتیاز اور خصوصیات عطا کی ہیں، آپ کے تلامذہ کو تنقید سے استثنا دینا من جملہ خصوصیات کے ہے۔

اس قسم کی خصوصیات در اصل اللہ کی طرف سے حضور ﷺ کے اعزاز کا اظہار ہے، وہ جماعتِ انبیا میں بھی ممتاز ہیں، ان کے امتیاز کو حوالوں اور عناوین سے نمایاں کیا گیا، سابقہ کتب میں آپ کے صحابہ کا ذکر اس سلسلے کی کڑی ہے، ان حواشی سے شانِ محمد جگمگاتی ہے، ذات اقدس تو آفتاب کائنات ہے، محورِ عالم ہیں، ان کی درخشانی کیا بیان ہو گی! ہاں ان کے ستاروں کو دیکھو، وہاں تمھاری نگاہ قدرے ٹھہر سکتی ہے، ان ستاروں نے آفتاب سے روشنی لی ہے، ان کی ضیا پاشی سے آنکھوں کو منور کرو، ان کی تجلیات میں عیب جوئی راست آفتاب پر نقد ہے؛ کیوں کہ ان ستاروں کے پاس ذاتی کچھ نہیں، سب کچھ آفتاب سے مستعار ہے۔

صحابہ کے ذیل میں رسول اللہ ﷺ نے خلافِ معمول توصیف بھی کی ہے، اصحاب بدر کے بارے میں تاریخی جملہ ارشاد فرمایا کہ اللہ نے ان کے دلوں میں جھانکنے کے بعد پروانۂ مغفرت جاری کیا ہے، زبانیں بند رکھی جائیں، اس

مضمون کو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے وسیع کرتے ہوے فرمایا کہ تمام صحابہ من جانب اللہ منتخب تھے، اولین وآخرین کا جائزہ ہوا پھر صحابہ کا انتخاب عمل میں آیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کا تریسٹھ کے ہندسے پر تمام ہونا بھی اس ربط سے خالی نہیں، صحابیت کی سندیں غیر محدود نہیں تھیں، امیدوار مقرر تھے، فہرست مکمل ہوتے ہی، افتابِ دوجہاں صحابہ کے سحابی پردے میں مستور ہو گیا۔

رجب طیب اردگان: شخصیت اور پالیسی

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۲۷ محرم الحرام ۱۴۴۷ھ ۲۳ جولائی ۲۰۲۵ء

طیب اردگان اب اپنوں کے نشانے پر ہیں، ایک رائے میں وہ منافق ہیں، دوسری تحقیق ان کو یہودی ایجنٹ طے کرتی ہے، جذباتی فکر کے نزدیک وہ غزہ میں بے نقاب ہو گئے ہیں، اسرائیل پر راست حملہ اردگان پر فرض عین تھا، وہ ان الحکم الا للہ کی دفعہ میں آگئے ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرح ان کو بھی تجدید ایمان کا مطالبہ درپیش ہے۔

مذکورہ ذہن نے طالبان کو بعینہ قضیے میں معذور مانا ہوا ہے؛ جب کہ اردگان کے امکانات بھی محدود ہیں، نام نہاد مفکرین پوری طرح ایجنٹ

پروپیگنڈے کے نرغے میں ہیں، یہ لوگ "یہی خواہانِ یہود" کے دفاع میں اردگان کا سہارا لیتے ہیں، غزہ قتل عام کے بالواسطہ اور بلا واسطہ سرمایہ کاروں کو بچانے کے لیے "ترکی الزام" وضع کیا گیا ہے، ہمارے بعض سادہ لوح فضلا بھی اس مہم سے متاثر ہیں۔

اسلام پسند اور مذہب بیزار صفوں میں فرق کبھی مخفی نہیں تھا؛ لیکن تازہ تواریخ نے اسے بے حد عام فہم بنا دیا ہے، میرا اشارہ مقامی نزاع اور غزہ دونوں طرف ہے، اسلام کے وفادار ایک صف ہیں اور دشمن صف دوسری طرف، وہ محض لوجہ اللہ عالمی ہدف ہے، آپ کے لیے تو مقامی نارنگ کے کوائف چشم کشا تھے، کیا آپ نہیں جانتے کہ وہ زعفرانیوں کے نزدیک دشمن نمبر ایک ہے؟

گذشتہ الیکشن میں اردگان کی جیت کا فرق بال برابر رہا، سانسیں رک گئی تھیں، مخالف امیدوار دین بیزار خیمے کا نمائندہ تھا، گویا ترکی کی تقریبا نصف آبادی اسلام بیزار ہے، مثال کے طور پر شامی مظلوموں کو پناہ دینا طیب کے ان گناہوں میں ہے جو مخالف ووٹ متحرک کر رہا تھا، باقی ووٹ مغرب نوازی کے زمرے میں تھے، ترکی میں مذہب کی گھر واپسی ہنوز تشنہ ہے، بحالی اسلام کو آدھی مسافت پر چیلنج درپیش ہے اور مخالف سیلاب کی راہ میں واحد سد سکندری رجب طیب اردگان ہے۔

اردگان تجدید اور احیا کے باب میں اپنا کام کر چکے ہیں، اس حد تک کہ

ان کا صلیبی اور صہیونی رد عمل سے بچ نکلنا مشکل ہے، اگر ہم "وقع القول" کے آس پاس ہیں تو بعید نہیں کہ رومیوں سے ہزیمت اٹھا کر شام میں پناہ لینے والے مسلم بادشاہ کا نام رجب طیب نکلے، اسلام کی درخشاں اردگانی خدمات کو بچشمِ سر دیکھ کر کس منہ سے اسے ترک قوم پرست اور عثمانی مخفی ایجنٹ کہتے ہیں؟ اس درجہ بے حیائی کیسے فراہم کر لیتے ہیں؟ اگر وہ ترک قوم پرستی کا علم بردار ہے تو نصف ترکوں کی مخالفت کی کیا توجیہ ہو گی؟ کیا وہ ترک نہیں؟ ان کو ترک اقتدار عزیز نہیں؟

اسرائیل تنہا نہیں ہے کہ اس پر حملہ کر دیں، وہ امریکی مقدمۃ الجیش ہے، مسیحی دنیا کا فرنٹ لائن سپاہی ہے، بہ صورتِ اقدام صلیبیوں کے اسی جھنڈے تیار ہیں، اردگان موجودہ عالمی بساط کا سب سے مضبوط مہرہ ہے، اب تک عنان گیروں سے بچتا آیا ہے؛ لیکن اگر وقت ہو گیا ہے تو اردگان کا پیمانۂ صبر لبریز ہو گا، یہ ملکِ شام کی نسبت بھی بعید نہیں؛ جب کہ زیادہ امکان اس کا ہے کہ راست ترکی میں مداخلت ہو گی، ٹرمپ قیادت کسی جلدی میں نہیں ہے؛ لیکن نیتن یاہو کے نزدیک وقت موعود حاضر ہے۔

ہم اردگان دور کے شاہد ہیں، یہ ماضی کا قضیہ نہیں کہ روایات کی سند مسئلہ بن جائے، پھر کیسے بھٹک سکتے ہیں؟ اس کی کارگزاری آئینہ ہے، کھلی اور ناطق کتاب، اس کا فلسطین صفحہ بھی درخشاں ہے، فلسطینیوں کا سب سے بڑا عالمی

حامی اردگان ہے، اس میں شک کرنے کے لیے اندھا، گونگا، بہرا ہونے کے علاوہ عقل سے بے نیاز ہونا بھی درکار ہے، اسرائیل سے برائے نام سفارتی اور تجارتی تعلقات فلسطینیوں کے نام ہیں، ترکی اپنا سفیر بہت پہلے بلا چکا ہے، نچلی سطح کا عملہ فلسطینی امداد کی سرگذشت کے لیے خاص ہے، تجارتی تعلقات اب یک طرفہ ہیں، یعنی ترکی صرف برآمد کرتا ہے، کچھ خریدتا نہیں، یہ ایک طرفہ تجارت بھی کافی حد تک فلسطینی امداد کے دریچے کو مفتوح رکھنے کے لیے ہے، دوسری مجبوری اپوزیشن ہے، جو تاک میں ہے کہ تجارتی بندش کو ترکی کے دس ارب ڈالر خسارے کا بیانیہ دے، ملک کو درپیش اقتصادی بحران میں اردگان پہلے ہی بیک فٹ پر ہے، اس کی سیاسی ناؤ ایک اور معاشی کمزور پوائنٹ کی متحمل نہیں۔

آپ کو ان کروڑوں اسلام پسند ترکوں کا بھی خیال نہیں جو نئے نئے بحال ہوے ہیں؟ مخالف رجحان آگیا تو ان پر کیا بیتے گی؟ جو اپوزیشن اسلام بیزاری کے عنوان پر اقتدار چاہتی ہے وہ حجاب کو معافی دے گی؟ ہمارا کوئی کردار نہیں؛ لیکن اخلاق و دیانت بھی کوئی چیز ہے، کم سے کم اللہ کے سامنے منہ دھولیں، اردگان جیسے قائدین اس دور کے نہیں ہیں؛ مگر اللہ نشانیاں دکھاتا ہے، اس میں اتمام حجت ہے، جب غیروں کی غلامی متفق علیہ آپشن قرار پائے تب بھی کلمۂ اسلام کا منادی نمود لے سکتا ہے، اس باب کے خلیجی اعذار لنگ ہیں، اردگان اس کی برہان ہے۔

فہرست

ایتمار بن گویر: جسم انسان کا کینسر ٹیومر

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۲ صفر ۱۴۴۷ھ ۲۸ جولائی ۲۰۲۵ء

غزہ بھک مری نے کرۂ ارض کے انسانی ضمیر کو ہلا کر رکھ دیا ہے؛ لیکن مسئلۂ وقت یہ ہے کہ زندہ ضمیر بے بس ہے اور با اختیار ضمیر شیطان بن گیا ہے، باقی ماندہ انسانیت بے شک غزہ کے ساتھ کھڑی ہے؛ مگر غزہ کی طرح مجبور محض ہے، مقتدرہ ہر جگہ اندھی، گونگی اور بہری ہے، عوام لاچاری کا تلخ گھونٹ پی کر انگاروں پر لوٹ رہے ہیں، حکمران دفاع اسرائیل کے مقدس عہد کی عبودیت میں مگن ہیں۔

غزہ بھوک کے دلدوز مناظر نے جنس بشر کی چیخیں نکال دی ہیں، گو کہ غزہ کے دم توڑتے بچپن کو دنیا کے ایوانوں تک رسائی حاصل نہیں؛ مگر تصویر اور ویڈیو سے مغلوب دور میں پورا جبر بھی ممکن نہیں؛ سو عالمی مقتدرہ کا ذائقہ مکدر ہو کر رہا، نیتن یاہو نے منہ دھونے کے لیے بروز ہفتہ چند گھنٹوں کے لیے قتلِ عام میں وقفہ منظور کیا اور امدادی رخنوں میں ڈھیل دی۔

نسل کشی میں جزوی توقف کا فیصلہ ایتمار بن گویر کی غیر حاضری میں لیا گیا، یہ دانستہ احتیاط کا معاملہ تھا؛ چناں چہ ایتمار بن گویر نے چند لقموں کی اس اجازت کو

فہرست⬆

"بڑی غلطی" سے تعبیر کیا، اس کے نزدیک اسرائیل کی طرف سے مسلط بھکمری شاندار پالیسی ہے، غزہ فاقہ کشی اس کا متاعِ فخر ہے، اسے بھوک سے جاں بلب غزہ سرشار کرتا ہے، اس کو بھوک سے مرتے ہوے انسان لطف دیتے ہیں، صہیونی نژاد غزہ قحط اس کا مزہ دوبالا کرتا ہے۔

یہ ایتمار بن گویر ہے، انسانی انتساب کا یکساں مدعی، دنیا اسے جنس بشر سے خارج نہیں رکھتی، انسانیت کے سینے پر ہوش ربا مونگ دلنے والا بدستور انسانوں کی صف میں ہے، اس کا اخراج عمل میں نہیں آیا، یہ موجودہ دنیا کی طرف سے انسانیت کے ساتھ سب سے بڑی غداری ہے، اسلام ایسے شیاطین کو کینسر ٹیومر مانتا ہے اور اس کے آپریشن کو جہاد سے موسوم کرتا ہے، قرآن نے انسانی سماج کی سب سے بڑی سچائی کو غضب سادگی میں بیان کیا، وہ کہتا ہے کہ اگر حکمِ جہاد نافذ نہ ہوتا تو زمین برباد ہو جاتی، ایتمار بن گویر انسانیت کا کینسر ہے اور اس کا علاج اسلامی کوہان کی چوٹی کو فعال بنائے بغیر ممکن نہیں۔

صورت حال مسلمانوں یا غزہ باشندوں تک محدود نہیں، مسلمان امن عالم کے لیے مبعوث ہیں، غزہ حفاظت جزوی مسئلہ ہے، مسلمانوں کے فرار اور بزدلی نے شیاطین کے لیے مواقع فراہم کیے ہیں، ان کا پلٹ وار بقائے عالم کی واحد ضمانت ہے، ان کی متواتر غیر حاضری شیطان کے رقص کو

خوفناک بنائے گی، کینسر ٹیومر بنتے رہیں گے؛ یہاں تک کہ انسانیت گل جائے گی، زمین کی سانس ٹوٹ جائے گی اور مسئلہ بقا بکھر کر رہ جائے گا۔

دنیا طلبی

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۹ صفر ۱۴۴۷ھ ۱۴ اگست ۲۰۲۵ء

مذموم دنیا کا محدود ترین مفہوم صرف اتنا ہے کہ آپ دینی خدمت دنیا داروں کی رضا کے لیے کریں، اس کے ماسوا ہر جائز قدم نظم و تدبیر کا حصہ ہے اور مستحسن و مطلوب ہے، فضلائے مدارس کو تجارت کے مشورے دیے جاتے ہیں، یہ بیشتر خیر خواہ جذبات پر مشتمل ہیں؛ لیکن علی الاطلاق قابلِ عمل نہیں ہیں، ذہین، ممتاز اور یکسو فضلا کو عام تجارت کی تجویز نہیں دی جا سکتی، واقعی علم مدعی کل ہے، جزو قتی اشتغال شجر علم کو ثمر دار نہیں کر سکتا۔

جو فارغین تحقیق کے معیار پر ہیں، یا نئے ہیں مگر تحقیق کا جوہر جھانک رہا ہے، ان کو علم اور دین کے لیے وقف رہنا چاہیے، یہ قابلیت خدا کی امانت ہے، اس میں مشورے خیانت ہیں، امانت خدا کو لوٹاؤ، اسی میں مر کھپ جاؤ، جو صبر اور پرہیز گاری سے اس راہ پر چلے گا، اس کو فکرِ معاش لاحق نہیں ہوگی، بادشاہ کی

زندگی نصیب ہوگی، اس کا ہر کام از غیب ہوگا، کائنات مسخر رہے گی۔

اس نظریے کے لیے علمائے ربانیین کی تاریخ کا پورا سلسلہ گواہ ہے، ابتدا میں آزمائش آئی؛ لیکن فتوحات نے آنکھوں کو خیرہ بھی کیا، مدینہ منورہ سے دیوبند تک یہ داستان بکھری پڑی ہے، بے شک بعض عباقرہ تازیست مفلوک الحال رہے؛ مگر وہ اختیاری تھا، انھوں نے رب کو روکا ہوا تھا، اس میں رسول اللہ ﷺ کی ذاتی ترجیح ان کا اسوہ تھی، اگر وہ چاہ لیتے تو سونے میں نہاتے، باقی بیشتر خدام دین نے دنیا کو قدموں میں پایا اور وقت کی آسائشیں ان کے تعاقب میں رہیں۔

عام فضلا کو اختیار ہے: وہ آسان نوعیت کی دینی خدمات اختیار کریں، یہ بہ ہر صورت بہتر ہے، کسب کی راہ میسر ہو اور زندگی میں توسع چاہتے ہوں تو اس میں بھی حرج نہیں؛ تاہم خدمت پلس معاش بمقابلہ تجارت محض میں فرق تو محتاج بیان نہیں، صبر کے ساتھ تعلیم میں لگے رہیں بہتر ہی بہتر ہے، تجارت میں وسائل بڑھیں گے اور تعلیم میں ثمرات اور برکات اور ثانی الذکر بھاری ہے۔

علمی یکسوئی میں بھی تجارت یا تدبیرِ کسب پورے طور پر ممنوع نہیں، آپ اشتغالِ متوازی سے روکے گئے ہیں؛ لیکن بلا اشتغال بھی ترکیبیں ممکن ہیں، آپ علم و تحقیق سے معمور اور محبوس زندگی میں ہر وہ تجارت کرسکتے ہیں جس میں جھمیلا نہ ہو، الجھن والے کاروبار کے ساتھ علم کی راہ ممکن نہیں، ہمارے دور میں

اس کی متعدد صورتیں ہیں، ان سب کے لیے ناگزیر ہے کہ آپ سیونگ کا اہتمام کریں، پھر اس سیونگ کو محفوظ جگہ انویسٹ کر کے درسگاہ میں محو ہو جائیں۔

سیونگ بڑی ہو تو مقامی رئیل اسٹیٹ میں صرف کریں، حصے داری اعتماد تک نہ ہو دستاویزی اور قانونی ہو، جب نفع کی نمود ہو جائے تو فوری طور پر فروخت کر دیں اور سیونگ میں قرض تھا تو اس کی منہائی کے بعد آگے مزید سستی زمین میں شریک ہو جائیں اور ذہن ہٹا کر کتابوں کے ہو رہیں، انجام کار آپ علاقے کے بڑے تاجروں سے آگے ہوں گے، ہینگ لگے نہ پھٹکری رنگ آئے چوکھا، لالہ نے رات دن ایک کر کے کمایا اور آپ کا خاموش نفع اس سے سوا رہا، ابتدا میں سیونگ نہ ہو تو اہل تعلق اور اقارب سے قرض اور تعاون لے کر بھی بسم اللہ درست ہے، مدرسے والوں کو اللہ ایسے رشتے دار اور اہل تعلق دیتا ہے، پہلے نتیجے پر قرض لوٹا دو، باقی ماندہ رقم سے وہی قواعد دہراؤ۔

اس سے بھی افضل شئیر مارکیٹ ہے، یہ ہمارے زمانے کی بے نظیر سہولت ہے، افضل اس لیے کہ یہاں چھوٹی رقم بھی کافی ہے، سو روپیے ہی ڈالو، جو بچے شئیر خریدو، بینکوں میں کیوں رکھو گے؟ یہ بینک پلس بزنس ہے، اکویٹی میں رہو، کاموڈیٹی کے قریب نہ جاؤ، وہ حلال بھی نہیں، کاموڈیٹی واقعی جوا ہے، ہزار روپیے سے آپ لاکھ کے مدعی نہیں بن سکتے، اس پرسٹے کی تعریف صادق آتی ہے۔

بس کمپنیوں کے حصے خریدو اور بھول جاؤ، نیکی کرو اور دریا میں پھینک دو، کمپنیوں کے انتخاب میں ماہرین سے رائے ضرور لو؛ مگر دو باتوں کا خیال رکھو: ایک ہی کمپنی میں زیادہ سرمایہ نہ لگائیں، شئیر چھوٹے ہوں اور متعدد کمپنیوں کے ہوں، دوسرے وہ کمپنیاں منتخب کرو جن کا ڈوبنا ملک کے ڈوبنے کے مترادف ہو، پھر بھی کچھ ہو گیا تو تم اکیلے رہ کر کیا کرو گے! یہ دو تجارت ایسی ہیں جو یکسوئی متاثر نہیں کرتیں اور نہایت منافع بخش ہیں، کروڑوں کمانے کا یہ سب سے آسان فارمولا ہے، ان دو صورتوں کے علاوہ مقامی طور پر مزید راستے ممکن ہیں، جو ذاتی شمولیت کے متقاضی نہ ہوں۔

مدارس کے فضلا اگر عصری اداروں کا رخ کرتے ہیں تو اس میں کوئی برائی نہیں؛ بل کہ بڑی خیر ہے، آپ کا مشن متاثر نہیں ہوتا، مطلوبہ تعداد باقی رہتی ہے، آپ کے رد عمل سے قحط کا تاثر ابھرتا ہے؛ جب کہ رجال کار پہلے ہی زائد ہیں، قرآن نے تخصص کے موقع پر طائفۃ کا لفظ بولا ہے جو مادے اور تنکیر دونوں میں تقلیل کا اشارہ دیتا ہے، یونیورسٹیوں میں جانے کے بعد بھی تعداد واجب سے بڑھ کر ہے۔

عصری تعلیم گاہوں کا توسع سب کے حق میں ہے، مدارس کا فیض متعدی ہو گا، دائرہ وسیع ہو گا، نئے افق دریافت ہوں گے، ڈگری حوصلہ شکنی آپشن نہیں، کرنے کا کام دوسرا ہے، ان عازمین کی ذہن سازی کی جائے، یہ ایک پیغام کے

ساتھ وارد ہوں، ان میں احساس برتری پیدا کریں، ان کو نمائندوں کا رتبہ دیں، یہ رجحان خیر کا اشارہ ہے، اس کو بڑھنے دیں، اس خلیج کی بھرائی میں ایک شاندار تبدیلی مخفی ہے۔

فضلا اور کاروبار کی بحث میں ناچیز کی ایک الگ رائے ہے، جو دوسروں کے لیے متنازع ہو سکتی ہے؛ مگر ناچیز کے نزدیک وہ محکم ہے، اس سے میری مراد یہ ہے کہ ہم کچھ وظائف اور عبادت خالص دنیا کے لیے کریں، ہمارا ذہن یہ ہونا چاہیے کہ جس طرح دنیا کمانے کے اسباب ہیں، ایک مشقت اور ریاضت ہے، ٹھیک اسی طرح وظیفہ، عبادت اور دعا بھی خالص کسبِ معاش کی ایک صورت ہے، آپ مزدوری کر کے بھی کھا سکتے ہیں اور اللہ اللہ کر کے بھی، دونوں ہی اسباب ہیں۔

آپ طویل اور باریاض وظیفے کے بعد اللہ سے بے تکلف کہیں کہ میں نے یہ محنت پیسوں کے لیے کی ہے، مجھے اس ذکر کے عوض اتنے اور اتنے پیسے عطا فرما اور ابھی عطا فرما، میرے ذوق میں یہ بھی "طلبِ دنیا براہ کسب اور محنت" میں شامل ہے، مدرسین اس ذریعۂ معاش کو اختیار کر سکتے ہیں، یہ ان کی یکسوئی میں حارج نہیں؛ بل کہ علمی انہماک میں معاون ہو گا۔

ذاتی باتیں قلم پر لانا کم طبیعتی ہے؛ مگر مضمون کی اہمیت اور ندرت کے سیاق میں کہتا ہوں کہ میں بعض اعصاب شکن اور مایوس کن مادی کوائف سے گذر

رہا ہوں اور عہدہ بر آئی کے لیے دوسری صورت پر معتکف ہوں اور بخدا! کامیابی کا یقین کل کے سورج کے یقین سے کسی طور کم نہیں، ایک گھنٹے کی نشست کے بعد صاف کہتا ہوں کہ یہ وظیفہ پیسوں کے لیے پڑھا ہے، ایک مقدار کہہ رکھی ہے، اس کے ملنے میں ادنی شبہ نہیں اور وظیفہ صرف مال کے لیے پڑھتا ہوں اور اللہ سے چھپایا نہیں ہے اور چھپانا ممکن بھی نہیں ہے۔

میرے نزدیک یہ دنیا طلبی اعلی درجے کی قربت اور طاعت بھی ہے، مجھے اسلام کے مطالعے نے جس خدا سے روبہ رو کیا ہے وہ اس طریق کو پیار کرتا ہے، ہم دنیا ہی مانگیں؛ مگر اس سے مانگیں، دنیا بھی اس کی اور آخرت بھی اسی کی، اگر نماز برائے طلبِ آخرت نیکی ہے تو وہی نماز برائے طلبِ دنیا گناہ نہیں ہو سکتی، مرجع بھٹکنا نہیں چاہیے ورنہ طلبِ آخرت بھی مقبول نہیں، پھر میں سیانہ بھی ہوں، آخر میں کہہ دیتا ہوں کہ تو آخرت بھی دے دے تو کیا کمی آجائے گی! اللہ سے ایسی ڈیل میں حرج نہیں، وہ ناز کے ماحول میں زیادہ ہوشیاری پر ہنس دیتے ہیں۔

مرگِ امریکہ

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۱۰ صفر ۱۴۴۷ھ ۱۵ اگست ۲۰۲۵ء

یہودیوں نے یک قبلہ ہو کر امریکہ کو گود لیا، تمام تر توانائیاں یک قطب کیں اور امریکہ کو بے پناہ طاقت ور بنا دیا، اس حد تک کہ دنیا ایک اور ایک کے وزن میں بھی امریکی ہے، چین، روس، یورپ اور باقی دنیا ایک پلڑے میں رہ کر بھی تنہا امریکی پلڑے سے ہلکی پڑ رہی ہے، گویا امریکہ دنیا ہے اور دنیا امریکہ، اب اسرائیلی سفیر کے حالیہ بیان کی معنویت کا ادراک ہوا؟ وہ کہہ رہا تھا کہ یورپ فلسطین کو تسلیم کرتا پھرے، فرق نہیں پڑتا، امریکہ ہمارے ساتھ ہے۔

امریکی صدر ٹیرف کے نام پر نظام عالم کو نچا رہا ہے، کیا ماسوائے امریکہ صارف نہیں؟ پھر کیوں ٹیرف کا شور ہے؟ باقی ملکوں میں برآمد کرو، ٹیرف سجدے کی کیا مجبوری ہے؟ جی ہاں آپ نے درست فرمایا، امریکہ ہی واحد صارف ہے، مصنوعات دنیا بھر میں درآمد ہیں؛ مگر پس خوردہ، کوالٹی پروڈکٹ امریکہ جاتے ہیں، دنیا خادم ہے، انتخاب روزگار چیزیں امریکہ جائیں گی اور اپنی قیمت سے سرفراز ہوں گی؛ اس لیے ٹیرف کوڑا ہے اور میٹر بھی کر رہا ہے۔

غزہ قتل عام امریکی شمولیت میں جاری ہے، غزہ مناظر سے بر اعظموں

فہرست⬆

کے انسانوں کی چیخیں نکل گئی ہیں، ماسوائے شیاطین الانس نوحہ گر ہیں؛ لیکن سب بے دست وپا ہیں؛ کیوں کہ امریکہ اسرائیل کے ساتھ ہے، اسرائیلی قیدیوں کی غذا سے متعلق حماس نے معقول آفر دیا؛ مگر شیطان نے مسترد کر دیا، اب وہ غزہ کو نیست ونابود کرنے کے فراق میں ہے، شیطان خوں ریزی کی نئی تاریخ رقم کرنے کا فیصلہ کر رہا ہے، کل اس نے غزہ پر مکمل قبضے کا باضابطہ اعلان کر دیا ہے۔

دنیا کہتی ہے کہ نیتن یاہو کا فیصلہ داخلی سیاسی بحران سے متاثر ہے؛ لیکن زیادہ درست یہ ہے کہ یہاں نظر وفکر محرک ہے، ایسا لگتا ہے کہ نیتن یاہو دجالی نظام کا اہم کردار ہے، اس نے کتنے ہی دجالی مراحل بجلی کی رفتار سے پورے کرا دیے، کل اس کے دہشت گردی آئی کون ایتمار بن گویر نے مسجد اقصی کی بے حرمتی کی، پچاس سال سے عائد عالمی سطح پر تسلیم شدہ ضابطۂ اسٹیٹس کو کی پامالی علانیہ کی، یہ واقعی مہدی آہٹ کا دور ہے، مسجد اقصی سے متعلق اب تک کا یہ سب سے سنگین تجاوز، حساس ترین خلاف ورزی اور آخری درجے کا اشتعال تھا؛ مگر کوئی مشتعل نہ ہوا؛ کیوں کہ امریکہ بن گویر کے ساتھ ہے۔

تلمود اور توریت لٹریچر محرف ضرور ہے؛ مگر قرآن کا یہ دعوی سو فی صد تک نہیں جاتا، بعید نہیں کہ بعض فی صد ہی نیتن یاہو کے ہاتھ لگ گیا ہو، اس نے جن نصوص سے تحریک لی ہے وہ ان سے متعلق کسی تشکیک کا شکار نہیں، یہ اصل کہانی ہے، یہیں سے اس کو داخلی اور خارجی دباؤ برداشت کرنے کی طاقت ملی ہے،

وہ یہودی مسیحا کو دیکھ رہا ہے، اگر نجات دہندہ بچوں کی لاشوں سے بر آمد ہوتا ہے تو وہ معصوم خون بہانے سے گریز نہیں کرے گا، اسے یورپ کی بھی فکر نہیں؛ کیوں کہ امریکہ اس کے ساتھ ہے۔

دنیا جدید تاریخ کی سب سے بڑی نسل کشی دیکھنے کے درپے ہے، وہ خاک وخون دیکھے گی اور کچھ نہیں کر پائے گی؛ کیوں کہ امریکہ اسرائیل کے ساتھ ہے، غزہ میں دانہ اور پانی ممنوع ہے، بھوک قہر ڈھا رہی ہے، جہانِ انساں پیچ وتاب کھا رہا ہے؛ مگر مداخلت نہیں کر سکتا؛ کیوں کہ امریکہ اسرائیل کے ساتھ ہے، وغیرہ وغیرہ، تو ابلیس اور رب کی جنگ امریکہ اور غزہ کے اوتار میں آئی ہے، امریکہ نے نامۂ اعمال پہلے ہی سیاہ تر رکھا تھا؛ مگر عند اللہ اس کے پاپ کا گھڑا بھرا نہیں تھا۔

ایسا نہیں لگتا کہ غزہ کے بعد امریکی پاپ کے گھڑے میں کوئی جگہ باقی ہے، اب یہ ڈوبنے کے لیے سو فی صد تیاری کی حالت میں ہے، ادھر سنت اللہ کے دواعی بھی پورے ہو چکے ہیں، وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِن قَرْيَةٍ بَطِرَتْ مَعِيشَتَهَا ۖ فَتِلْكَ مَسَٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَن مِّن بَعْدِهِمْ إِلَّا قَلِيلًا، پک چکا ہے، وَكُنَّا نَحْنُ ٱلْوَٰرِثِينَ کی جلوہ گری جھانک رہی ہے، آپشن بہ ظاہر صرف دو ہیں: آسمانی مداخلت منظور ہے تو کوئی بہت ہی غیر معمولی زلزلہ راستے میں ہے، جو عَالِيَهَا سَافِلَهَا کرے گا، اگر زمینی کردار چنا گیا ہے تو روس مرتاکیا نہ کرتا کی کیفیت میں امریکہ پر ایٹم بم

مارے گا، اس دوران روس اس بات کو یقینی بنائے گا کہ امریکہ جوابی وار کے لیے زندہ نہ رہے۔

امریکہ نے جس درجہ عروج پایا ہے، اس کے بعد زوال نہ ہو ایسا سنت الٰہیہ میں ملتا نہیں، جباری شان نے اب تک جس طرز پر نظام عالم چلایا ہے، اس میں امریکی سقوط طے شدہ اور فطری ہے، علامات قیامت کے انبوہ میں ایک اشارہ امریکی وجود اور رسوخ کا موجود نہیں، چھوٹی باتوں تک کا احاطہ کرنے والی لسانِ نبوت امریکہ کو نظر انداز نہیں کر سکتی تھی، سامنے کی بات ہے کہ امریکہ اول تھا نہ آخر رہے گا، یہ ایک فرعونی کیمیو تھا عبوری یادگار میں دفن ہو گا، انتظار کرو: امریکہ گیر زلزلہ یا روسی ایٹم بم، واللہ اعلم۔

❍❖❍

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشفقانہ تبصرے

”لَا أَشْبَعَ اللّٰهُ بَطْنَهٗ“

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۱۱ صفر ۱۴۴۷ھ ۱۶ اگست ۲۰۲۵ء

عربی محاوروں میں ذو معنی جملے عام رہے ہیں، ان کے ظاہری معانی میں بہت ناگوار گہرائی ہے؛ مگر مراد موقع محل کی پابند ہوتی ہے؛ اس لیے وہ خوش

گوار یادوں کا حصہ بنے، خود رسولِ شائستگی ﷺ نے وہ تبصرے استعمال کیے، آپ ایک سیاق میں اپنے محبوب حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں: "ثَكِلَتك أمُّك يا مُعاذُ!" یہ سنگین جملہ ہے، کسی کو منہ پر مرنے کا فقرہ کہنا آخری درجے کی بات ہے؛ مگر محبت کے ماحول میں یہ پیار بھری دل لگی تھی، "تربت یمینک" بھی لغوی معنی میں سخت بات ہے؛ مگر مثبت ماحول میں وہ بھی محض خوش وقتی ہے، رسول اللہ ﷺ نے بھی اپنوں کے لیے یہ جملے ارشاد فرمائے ہیں۔

ان جملوں کی بہ نسبت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کی گئی خوش طبعی زیادہ سرسری ہے، "کھاتے ہی رہو" کا موازنہ "مر جاؤ" اور "خاک آلود ہو جاؤ" سے کر سکتے ہیں، دوسرے یہ صریح غلط بیانی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کو جواب دیا، صورت حال یہ تھی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ان کو مصروفِ طعام دیکھ کر از خود بیان کرتے تھے، بندۂ خدا! حضرت ابن عباس نے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اطلاع تک نہیں کی کہ سرکار یاد فرماتے ہیں، آپ نے بے ادبی، حکم عدولی اور بے توقیری تک مستنبط کر لی، بغض معاویہ میں یہ بہت بڑی عار اٹھائی گئی، ان دونوں تناظر میں بعد المشرقین ہے اور درونِ خلط ملط دانستہ کذب وافترا نظر آتا ہے۔

مولانا حسینی نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر ہوئی عنایتِ دلبرانہ کو غلط معانی

پہنا کر رسول اللہ ﷺ کے اخلاق پر حرف رکھا ہے، وہ خلق عظیم کے حضور مجرم ہیں، جس ذات نے یہود کے ساتھ بد گوئی کو مسترد کر دیا تھا، وہ اپنوں کے تئیں نازیبا کلمات کیسے ادا کر سکتا ہے؟ آپ خیال فرمائیں کہ ایک شخص کھانا کھا رہا ہے، اپنی طلبی سے بے خبر ہے، اس دوران سفیر آتا ہے اور واپس ہو جاتا ہے، کیا یہ صورت حال قصور اور کوتاہی ہے؟ اس پر صاحب خلق عظیم برہم ہو سکتے ہیں؟ لا أشبع اللہ بطنہ کا مبینہ مفہوم مقدس اور پاکیزہ اکاؤنٹ کی بے حرمتی کے مترادف ہے، مولانا حسینی نے یہ روایت صحیح مسلم سے لی ہے؛ مگر سیاق سے آنکھیں بند رکھی ہیں، معلوم ہے کہ صحیح مسلم عناوین سے خالی ہے، یہ خدمت علامہ نووی کے نگینوں میں گئی۔

انھوں نے سرخی یہ لگائی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اگر کسی صحابی کو ناگوار بات کہہ دیں تو وہ عند اللہ رحمت سے تبدیل ہو جائے گی، یہ خدا اور رسول کے مابین ایک عہد ہو گیا تھا، مولانا حسینی نے علامہ نووی کی اس توجیہ کا بھی خیال نہیں کیا؛ گو کہ ناچیز کے نزدیک پہلی توجیہ اصل ہے، یہ مفہوم برجستہ اور بے تکلف ہے، یعنی رسول اللہ ﷺ نے ایک لطیف مزاح فرمایا تھا، بد دعا جیسی کوئی بات نہیں تھی، اپنوں کے ساتھ اس نوع کی تفریح طبع عام بات ہے۔

پھر وہ کثرت اکل ثابت کرنے کے لیے تاریخی کہانیوں پر تکیہ کرتے ہیں، ان کو خوب معلوم ہے کہ اس نزاع میں روایات جی بھر کر وضع کی گئی ہیں، یہ

حرکت دونوں طرف ہوئی ہے، اہل بیت کے واضعین زیادہ افسوس ناک ہیں؛ کیوں کہ نفوسِ اطہار کو خود ساختہ فضائل کی حاجت بالکل نہیں تھی، ان کے مناقب درخشاں ہیں، نادان دوستوں نے اہل بیت کو نقصان پہنچایا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کف افسوس ملتے تھے کہ شیعوں نے عظیم علم خراب کر دیا، وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علم کا کنایہ کر رہے تھے۔

تاریخ کا کیا ماتم کریں! اس باب میں محدثین کی بے احتیاطی بھی ہوش ربا ہے، رطب ویابس لبالب ہیں، جو جس طرف گیا انتہا تک گیا، موضوع و من گھڑت تک سے ابا نہیں کیا، اچھی طرح یاد رکھو کہ بنو امیہ اور اہل بیت؛ دونوں کی حامی اور مخالف روایات واجب الاحتیاط ہیں؛ حالاں کہ اہل بیت مستغنی تھے، ان کے مقامات عالیہ ثابت اور مسلم ہیں، بلا وجہ زائد زاویے گھڑے گئے، وہ عالی مرتبہ تھے، کم طبیعتوں نے خواہ مخواہ قواعد کی اور ان کی شان کو بحث و تحقیق کا موضوع بنایا۔

مولانا ندوی طفل مکتب نہیں، ہر گھاٹ کے شناور ہیں، ان کو تاریخ کی اوقات معلوم ہے، اس کے باوجود وہ البدایہ والنہایہ کے بھروسے قرآن کے رد پر مصر ہیں، اللہ کی توثیق کو غیر معتبر ناقلین کی ہفوات میں تول رہے ہیں، اجماع امت بازیچہ بن گیا ہے، متفق علیہ اصول کی پامالی ہو رہی ہے، اللہ کی سند، رسول اللہ کی خلعت اور امت کی مہر کا استخفاف ہو رہا ہے، دین کے پہرے کو چاک کرنے

میں ان کو حظ آرہا ہے، اگر وہ مغلوب الحال ہیں تو نزدیکی لوگ حائل ہوں اور اگر تفرقہ اور شرارت منظور ہے تو قرارِ واقعی علاج کر دیا جائے۔

روح پروجیکٹ

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۱۵ صفر ۱۴۴۷ھ ۱۰ اگست ۲۰۲۵ء

قرآن کے مطابق روح کا تزکیہ فلاح ہے اور اس کی آلودگی نامرادی ہے، اس موقع کی تعبیر میں تدریج و تسلسل ہے، یعنی تزکیہ راتوں رات متحقق نہیں ہوتا، یہ عمل پیہم کے نتیجے میں رونما ہوتا ہے، روح کی تطہیر کا پروجیکٹ اس کی بالیدگی اور افزائش کو بھی شامل ہے، یہی معاملہ ضد میں بھی ہے، یعنی روح آلودہ ہوگی تو اس کا حجم اور قد و قامت بھی متاثر ہوگی، وہ سکڑ کر کوتاہ اور بونی ہو جائے گی، ارواح کے درمیان اس کو آلائش کے لیے ایک خفت کا سامنا ہوگا اور بے وقعتی کے لیے دوسری ندامت لاحق ہوگی۔

جب روح کی صفائی پر کام ہوتا ہے تو وہ نکھرنے کے ساتھ افزود بھی ہوتی ہے، اس میں تقدس انگڑائی لیتا ہے اور پاکیزگی شوخی دکھاتی ہے، اس کے ابعاد میں بہار پھوٹتی ہے اور وہ بلند و دراز ہو جاتی ہے، تزکیہ نصاب کی تکمیل ہوتے ہوتے

نشوونما بھی نئے حجم دریافت کر لیتی ہے، اس طرح نیک ارواح عالی مقام ٹھہرتی ہیں اور گندی روحیں پست رہ جاتی ہیں، تزکیہ یافتہ نفوس میناروں پر جلوہ افروز ہوتے ہیں، چمکتے ہیں، جگمگاتے ہیں اور عروج پاتے ہیں؛ جب کہ نجس آتمائیں گہرائیوں میں دبتی جاتی ہیں اور سجین کی تہوں میں منقبض رہتی ہیں۔

روح پروجیکٹ میں ذکر، خلوت اور مراقبہ بنیادی اہمیت رکھتے ہیں، اس کا متوسط نصاب ایک گھنٹہ ہو سکتا ہے، آپ شبانہ روز اوقات میں کم از کم ساٹھ منٹ روح پر صرف کریں، آپ کے ذکر و شغل میں درود شریف سمیت قرآن کریم کی چنیدہ آیات شامل ہوں، جیسے سورۂ فاتحہ اور سورۂ اخلاص، یہ کورس یکسوئی، تنہائی اور انہماک کے ماحول میں زیر عمل لایا جائے، قبلہ رخ اور جانماز پر بیٹھنا خاص الخاص آداب میں ہیں، کرسی پر بیٹھنا ایک درجے میں حارج ہے، میرے جیسے موٹے انسان کے لیے زمین پر بیٹھنے میں مشقت ہے؛ مگر یہ مشقت مطلوب ہے، یہ حیات مستعار کا پرائم پروجیکٹ ہے، جب غیر اہم منصوبوں میں مشقت لگتی ہے تو یہ بے مشقت پورا نہیں ہو سکتا۔

وقت نوم بستر کی نشست بھی عمدہ ہے اور جانماز سے کم نہیں، بہت ہی کیف آتا ہے؛ لیکن بستر پر قبلہ روئی کا اہتمام لابدی ہے، میرے چچا صاحبِ نسبت بزرگ تھے، میں بہت ہی صغیر السن تھا؛ مگر ان کی شبانہ نشست بھلا نہیں پایا، سردیوں میں پرال کے بستر پر ہم قلابازیاں کھاتے سو جاتے؛ مگر وہ بدستور محو ذکر

رہتے، رات کی یہ ریاضت سحر اثر ہے، لائن خالی ملتی ہے، انتظار کا خانہ نہیں ہوتا، راست رابطہ، دو طرفہ کشش، شہ رگ کی نزدیکی، لطف و عنایت، دل بری اور دل ربائی؛ سب کچھ مجسم ہو جاتا ہے۔

یہ واجبی محنت ہے، ورنہ خاص قربت کے لیے دو گھنٹے بلا انقطاع درکار ہیں، استثنائی باریابی اس سے قبل مشکل ہے، ثلۃ من الاولین پاگل نہیں تھے، وہ اضافی ہوشیار تھے، چغد ہم ہیں، جنھوں نے آرزوؤں کا مایہ جمع کیا ہے، عشا کے وضو سے فجر پڑھنے والے روح پروجیکٹ کی سیلیبرٹی ہیں، وہ کائنات ارواح کے سیارے اور ستارے ہیں، میں خواجہ بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت میں جب اس انکشاف پر آیا کہ وہ بیشتر اوقات غنودگی میں رہتے تھے اور معزز ملاقات بھی ناگوار گذرتی تھی، جلد ہی فارغ ہو کر پھر محو رب ہو جاتے تھے تو سہم گیا، یہ قدسی نفوس تھے، جنھوں نے روح پروجیکٹ کو شایان شان سمجھا۔

جسم آلۂ کار ہے، روح کی بہبود اس کا مصرف ہے، اس کا استعمال محض اور روح کی ترقی پر ارتکاز سب سے بڑی دانشوری ہے، سواری کی اہمیت ہے؛ مگر وسیلے کی حد تک، مقصد مرکزِ توجہ رہے، روح کا تزکیہ مقصد حیات ہے، کفر، شرک اور معصیت میں غرق ارواح گندہ، پست اور ذلیل ہیں، ان کے لیے عروج و صعود ممکن نہیں، سجین کی کھائی ان کی تقدیر ہے، ایمان و عمل کے ریاض میں نہائی ہوئی روحیں پرواز یافتہ ہیں، ان کے لیے ملأ اعلی کی سیر ہے، ان کا بسیر اعلیین

میں ہیں۔

ذکر کی نشست یکسو ہونی چاہیے، توجہ مرتکز رہے، ذکر کے الفاظ زبان، دماغ اور دل تینوں سے ادا ہوں، معانی کی گہرائی مستحضر ہو، ایک عالم کا شغل ممتاز نظر آئے، حضرت شیخ زکریا رحمۃ اللہ علیہ شاہ عبد القادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل فرماتے اور تصویب بھی کرتے کہ جاہل کی انتہا اور عالم کی ابتدا برابر ہے، یہ فرق معانی کے ادراک سے پیدا ہوتا ہے، سورۂ فاتحہ اور سورۂ اخلاص کے معانی بے نظیر اور ان کے عجائب غیر متناہی ہیں، ان مشمولات کے اوراد معراج کا سماں بناتے ہیں، نیت بھی غیر معمولی اثر رکھتی ہے، حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ مبعوث النیۃ تھے، وہ ادنی عمل کو ہمہ جہت نیت کے سہارے دنیا کے سب سے بوجھل عمل میں تبدیل کر سکتے تھے، نیت میں جس قدر زاویے دریافت کریں گے، عمل کا دائرہ اتنا ہی وسیع ہوتا جائے گا۔

درود اسی وقت ہے کہ آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو کر دے، بے شک وہ حاضر و ناظر نہیں ہیں؛ مگر وہ عاشق بھی کیا جو محبوب کو غائب محسوس کرے، حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے مجذوبانہ دعوے کا یہی محمل ہے، ان کا مدعا یہ نہیں تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس مدت میں بنفس نفیس مواجہے میں رہے، ہاں وہ احساس کا جزو بن گئے تھے، سورۂ اخلاص میں شان خداوندی کے الفاظ حقیقت منتظر کے حجاب اٹھا دیں اور وصال کا مزہ آجائے، ذکر و شغل کی یہ سرگرمیاں

قلب کے جوف پر مرتکز ہوں، آمد ورفت، طواف و گردش اور نزول وصعود کا محور دل ہو، دل کی تنزیہ کا خون روح کے لیے پمپ کرے اور روح تقدس و پاکیزگی میں نہال ہو جائے، یہ ہے روح پروجیکٹ اور یہ ہے اس کا اوج و عروج۔

❍❖❍

اے آئی مستقبل

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۱۶ صفر ۱۴۴۷ھ ۱۱ اگست ۲۰۲۵ء

کئی سال قبل مجھے اے آئی نے اس وقت متوجہ کیا تھا جب فیسبک مالک کی طرف سے اس ضمن میں غیر معمولی سرمایہ کاری کی خبر آئی تھی، میں نے تکمیل ادب کے طلبہ سے کہا کہ اے آئی کے خدوخال بے شک واضح نہیں؛ لیکن اگر مارک زکربرگ اس تیاری کے ساتھ جست پر آمادہ ہے تو محیر العقول دریافت یقینی ہے، یہ سرمایہ پرست کمپنیاں لنگڑے گھوڑے پر داو نہیں لگاتیں اور جب فرات کے خزانے جھانکنے لگتے ہیں تو ان کا پاگل پن دیدنی ہو جاتا ہے۔

سر دست جس طرح دیو ہیکل ٹیکنالوجی کمپنیاں مصنوعی ذہانت پر سرمایہ لگا رہی ہیں، اس پر حدیث کی کتے اور مردار والی تمثیل موزوں تر ہو گئی ہے، چار بڑی ٹیکنالوجی کمپنیاں: میٹا، گوگل، مائکروسافٹ اور امازون آئندہ سال پانچ سو

ارب ڈالر مصنوعی ذہانت پر صرف کرنے والے ہیں، یہ خود تعلیم سمیت انسانی وسائل کے امریکی بجٹ سے بھی زیادہ ہے، خازنِ روئے زمین ابن سلمان کے نیوم پروجیکٹ کا ابتدائی لائف ٹائم بجٹ یہی عدد تھا جو صرف ایک سال کے لیے مختص کیا جارہا ہے؛ لہذا کوئی ابہام میں نہ رہے، دنیا گوگل کے بعد مصنوعی ذہانت میں منتقل ہو کر رہے گی۔

یہ خوش فہمی ہے کہ مشینی دماغ قدرتی دماغ سے کہتر رہے گا، دونوں کے درمیان وہی فرق ہو گا جو ہوائی جہاز کی اڑان اور انسان کی پیدل چال کے درمیان ہے، اگر اس فرق سے خدا کی تخلیق پر حرف نہیں آیا تو مشینی دماغ کی سبقتوں سے بھی خدا کی شان متاثر نہیں ہو گی، انسان کی پیداوار بالواسطہ خدا ہی کی تخلیق ہے، قرآن نے سورۂ واقعہ میں اس نکتے پر انسان کو جھنجھوڑا ہے اور پیداوار کے باب میں اس کی غلط فہمی دور کی ہے، یہ ایک بمقابلہ آٹھ ارب دماغ کا قضیہ ہے، آپ ایک کھوپڑی سے کام لیتے ہیں اور مشینی کھوپڑی میں آٹھ ارب ذہانتوں کا ڈاٹا بہ یک ساعت موجزن ہو گا۔

کہتے ہیں کہ اے آئی دست یاب ڈاٹا پر منحصر ہے؛ اس لیے غلطیوں کا امکان بہت بڑھا ہوا ہے، یہ بات حد درجہ سادگی میں کہی گئی ہے، گویا انسانی دماغ غیر دست یاب ڈاٹا تک بھی وسیع ہے! بھائی! وہ بھی مہیا معلومات تک محدود اور منحصر ہے، چلو اس کے ذرائع کا بھی تجزیہ کر لیتے ہیں، مشاہدہ اس کا متاع فخر ہے،

رابطۂ معلومات میں وہ اصل الاصول ہے؛ لیکن کتنے ہی مشاہدے ناقص ہیں، تو ان پر مبنی رپورٹ کیسے جامع ہو سکتی ہے؟ سماعت میں خلل مزید متوقع ہے، اس کی فراہمی بھی حتمی نہیں ہو سکتی۔

حافظے کا حال سب کو معلوم ہے، عوارض صحت، نیند، تعب اور طبیعت کا انشراح اور انقباض بھی لگا ہوا ہے، پھر ادعائے قطعیت اور زعم برتری کیسا؟ ہمارا ذہن ہمہ جہت نارسا، عاجز، منحصر اور محتاج ہے، مصنوعی دماغ میں یہ موانع ندارد ہوں گے، وہ مشین ہے، جسمانی عوارض سے مبرا، مامور بہ میں یکسو، اربوں ذہانتوں پر حاوی، متضاد معلومات کے دوران درست کی تعیین میں برق، تجزیہ کی سرعت، ثبوتوں کی بنیاد پر غلط کی چھنٹائی، غیر جانبدار، جذبات کی کمزوری سے منزہ، کام کے تئیں مخلص، دباؤ سے ماورا۔

مشینی دماغ انسانی دماغ سے آگے ہو گا بات یہاں ختم نہیں ہوتی، دونوں کے مابین موازنہ نہیں رہ جائے گا مدعا یہ ہے، انسان اور انسانیت کے لیے فکر کرنے والے بالکل درست ہیں، **لایغادر صغیرۃ ولا کبیرۃ** ہو کر رہے گا، مصنوعی حیوان ہر میدان میں درآئیں گے، یاجوج ماجوج کا سماں ہو گا، اس مخلوق کا فائدہ بے پناہ ہو گا؛ مگر اس کے پروگراموں کی غلطیاں قاتل بھی ہوں گی، جاب کے لیے سہمے ہوئے جان لیں گے کہ بے روزگاری بھی انھیں کے رحم وکرم پر ہو گی۔

فہرست⬆

غیر محدود ڈاٹا کی فراہمی اس کا امتیاز ہے، مرحلہ ارتقا میں ہونے کی وجہ سے ہنوز نابالغ ہے؛ لیکن آپشنز کے تنوع اور تکثر کی وجہ سے وہ بالغ جیسا برتاؤ ابھی بھی کر سکتا ہے، مثال کے طور پر ایک وقت مجھے غالب کے شہرۂ آفاق شعر:

نقش فریادی ہے کس کی شوخیٔ تحریر کا
کاغذی ہے پیرہن ہر پیکر تصویر کا

نے بہت الجھایا، غالب کے تمام شارحین کی مراجعت کی؛ مگر تشفی نہ ہوئی، آخر اس نتیجے پر پہنچا کہ دنیا یہ شعر سمجھے بغیر گنگنا رہی ہے، جیسے ہندی فلموں کے گانوں میں اردو تعبیرات کی صورت حال ہے، بس الفاظ کی نغمگی کفایت کر جاتی ہے، ایک روز اس شعر کو لے کر چاٹ جی پی ٹی کے درپے ہوا، اس نے ابتدا میں مسروقہ مفاہیم پیش کیے، میں اعتراض کرتا رہا اور اس ایقان کو دہراتا کہ غالب ایسا بے معنی شعر نہیں کہہ سکتا۔

میرے اعتراضات سے اس کو رہنمائی ملتی گئی، آخر ش اس نے کہا کہ پھر مطلب یہ ہے کہ ہر فن پارہ وجود میں آکر ناخوش رہتا ہے کہ میں عدم میں بھلا تھا، خواہ مخواہ مجھے بنایا اور تخلیق کیا گیا، یہ صانع کی شرارت ہے، دوسرا مصرع اس تاثر کی دلیل ہے کہ نقش کیوں فریادی اور شاکی نہ ہو؟ جب کہ ہر نقش، ہر وجود اور ہر تصویر ناقص، کمزور اور عیب دار ہے، سب کا وجود کاغذی ہے، ہر وجود معدومیت کا قوی ترین امیدوار ہے، پھر ایسے وجود کی قواعد ہی کیوں کی گئی؟

فہرست⬆

اب جا کر غالب کی روح مطمئن ہوئی، یہ فرق ہے انسانی دماغ اور مشینی دماغ میں، شارح ایک دماغ سے سوچ رہا ہے، اس کے حساب کتاب محدود ہیں، ترتیبات مختصر ہیں؛ جب کہ مشین اربوں دماغ تک رسا ہے، اس کا ہل من مزید غیر منقطع ہے، آپ ماند ہو جائیں گے، اس کے راستے ختم نہیں ہوں گے، مشینی دماغ کی صورت میں ایک بہت ہی بڑی ایجاد دستک دے چکی ہے، اتنی بڑی کہ ہمارا دماغ اس کی بڑائی کے شعور سے بھی کمتر ہے، اس کو ٹکر دینے کی تو بات ہی چھوڑیں!

انسان کا قلم خفت اٹھائے گا، روایتی مدرس ہار جائے گا، انسانی وسائل سے وابستہ کار گزاریاں مفت دستیابی کی ذلت اٹھائیں گی، بین اللسانی مہارتیں مذاق بن جائیں گی، نابالغ لیاقتیں بالغ ذہنوں کو شرم سار کریں گی، درسگاہوں کی تحقیقات حقیر ہو جائیں گی، روایتی محققین کے کشکول بے اثر ہو جائیں گے، تحقیق باز بچہ اطفال بن جائے گی، گوشۂ خانہ جامعات پر ہنسے گا، میڈیکل ریسرچ کا جمود ختم ہو گا، جن مہلک بیماریوں کے علاج پر بدستور ڈیڈ لاک ہے، اے آئی ان کی کھوج پوری کر کے بتائے گا کہ کمی تمہارے ریسرچ میں رہی، رسول اسلام ﷺ کا دعوی برحق تھا کہ ہر بیماری کی دوا لازما اتاری گئی ہے اور پھر خوش گوار سرپرائز کا وقت موعود روبرو ہو گا، جب ترقی یافتہ اے آئی قرآن اور قرآنیات کے مطالعے سے سرشار ہو کر کلمۂ شہادت ادا کرے گا، مخالف اور موافق آرا کا

عالمانہ تجزیہ کر کے باطل کو شرمندہ اور حق کو شاد وآباد کرے گا، یہ تاریخ کے لیے بھی یادگار ساعت ہوگی؛ کیوں کہ کمال وہی ہے جس کی شہادت میں دشمن خیمہ مجسم زبان بن جائے۔

❍❖❍

سیسی نے تاریخ رقم کردی

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۱۷ صفر ۱۴۴۷ھ ۱۲ اگست ۲۰۲۵ء

مصری صدر نے ثابت کر دیا کہ ننگ وعار کسی کی جاگیر نہیں، مقابلہ کھلا ہے، اضافی کمینگی کا مظاہرہ کر کے ٹائٹل اپنے نام کر سکتے ہیں، پستی کی کوئی حد مقرر نہیں، آپ مزید ننگے ہو کر پستی کے نئے معانی پیدا کر لیں، سیسی نے اسرائیل کے ساتھ گیس معاہدہ کر کے ہندوستان کے میر برادران، حجاز کے شرفا، قدیم دور کے ابن ابی اور ابن زیاد وغیرہ غداروں اور پلیدوں کو نیچا دکھا دیا۔

مصر تازہ گیس سودے میں اسرائیل کو ۳۵ ارب ڈالر ادا کرے گا، یہ سنہری ڈیل مصر میں معاشی خوش حالی لائے گی، اسرائیل چاہتا ہے کہ اس کا سب سے نزدیکی مسلم ملک طاقتور اور متمول ہو، روئے زمین پر اسرائیل کے لیے ممکنہ طور پر سب سے سنجیدہ خطرے کی حیثیت رکھنے والا ملک سپر پاور بن جائے، وہاں

کی عوام نہال اور فارغ البال ہو، وہ عوام جو اسرائیل سے انتقام کے فراق میں انگاروں پر لوٹ رہی ہے۔

سیسی کے بارے میں بہت کچھ سنا اور پڑھا؛ لیکن اس کی اس ڈیل نے سارے پڑھے پڑھائے پر پانی پھیر دیا، ماضی کے تمام تاثرات حقیر ہو گئے، ہر الزام کو تاہ پڑ گیا، ہر تصویر کہتر ہو گئی، ہر تصور کم رہ گیا، کتابی گالیاں تعظیم کی صورت ہیں، گاؤں کے بے حجاب القاب نارسا ہیں، محلے کے بگھی بگھا فن کاروں کے لسانی فضلے تعفن کھو بیٹھے ہیں، تاش بازوں کی زبانی سڑاند کراہیت سے عاری لگ رہی ہے، دیوبند کے رکشہ کش دشنام کار موثر نہیں رہے، فحش گو سٹار تمیز دار معلوم ہوتے ہیں، بدگوئی لحاظ ٹھہر رہی ہے، دنیا کے تمام گالی باز مستعار ہوں تو تسکین سے ہار جائیں۔

کم ذات اور نیچ بھی ایک تاریخ رکھتے ہیں، بصرف بذل وہمت انھوں نے ریکارڈ بنائے ہیں، اندازہ تھا کہ سلسلہ دراز ہو گا؛ اتنے میں مصر کا صدر رذالت کا کفن باندھ کر نمودار ہوا اور "خاتم العار" کے منصب کو اچک لے گیا، جب انسانیت بتمامہ بلا تفریق مذہب وملت اسرائیل کے بائیکاٹ پر یک کلمہ ہے، اس وقت وہ اسرائیل معاشقے کو تازہ بہ تازہ کر رہا ہے، صہیونی زخم سے نیم جان امت پر نمک پاشی کر رہا ہے، شیطان کے غزہ رقص پر تالیاں بجا رہا ہے، غزہ لاشوں پر اقتصاد تعمیر کر رہا ہے۔

فہرست⬆

ہم تو اسلام پر بحث کرتے تھے، یہاں تو انسانیت محل نظر ہے، مغربی ملک یکے بعد دیگرے اسرائیلی معاہدے واپس لے رہے ہیں، لین دین معطل کر رہے ہیں، اس میں مذہب کا کردار نہیں، ہاں یہ ضمیر ہے، اسے انسانیت کہتے ہیں، یعنی ہمارا والا اسلام سے نہیں، انسانیت اور ضمیر سے عاری ہے، وہ گرا تو دوسرے اور تیسرے درجے پر بھی نہیں رکا، یا پھر یوں ہے کہ وہ کبھی اندر تھا ہی نہیں۔

دین کی مددگار جماعت

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۲۳ صفر ۱۴۴۷ھ ۱۸ اگست ۲۰۲۵ء

ہمارے فضلا تبلیغ پر برسنے کے لیے بہانے اچکتے ہیں، یہ رویہ اذیت ناک ہے، ہر کس وناکس جست لگاتا ہے، ہم تبلیغ کے رہین احسان ہیں، محسن کے تسامح اور تجاوز کی اصلاح مثبت رنگ میں کی جاتی ہے، ان کی عیب جوئی احسان فراموشی ہے، یہ حروف تبلیغی جماعت کے احسان مند ہیں، والد گرامی تاجر تھے، ان کو معاون درکار تھے، چچا جان امیر جماعت تھے، انھوں نے مدرسہ دکھایا، تبلیغیوں نے جان کی بازی لگا کر مسجدیں ہمارے لیے فتح کیں، میرے گردونواح میں چھ مساجد ہیں، ایک چھوٹی مسجد کے علاوہ سب دیوبندی ہیں، جماعتیوں نے مار کھائی

اور یہ مسجدیں جیت کر دیوبند کو تفویض کیں، چھ مساجد کے علاوہ تین مصلے ہیں، سب تبلیغیوں نے قائم کیے ہیں۔

اسلام کے دامن میں مجددین کی کمی نہیں؛ مگر کام اور محنت کے رنگ میں رسول اللہ ﷺ سے سب سے زیادہ مشابہ مجدد کا نام مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ ہے، ان کی تیار کردہ جماعت ایمان و عمل کی میزان میں صحابہ کی سب سے بڑی مثال ہے، ان دعوؤں کی تردید آسان نہیں، جہنم کی گرم بازاری کے دور میں حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نمود ہوا اور انھوں نے اپنی فنائیت اور فدائیت سے جنت کو گرم بازار اور جہنم کو کساد بازار بنادیا۔

تبلیغیوں سے تصادم کا حل اپنائیت کے رنگ میں تلاش کریں، راقم نے محلہ بڑ ضیاء الحق دیوبند میں قیام کے دوران مسجد عالی شان میں دس سال تفسیر بیان کی، ابتدا میں عشا کے بعد والا وقت میری ترجیح تھی، تبلیغی بھائیوں نے مشورے وغیرہ کا عذر رکھا، ان کے نکات اہم نہیں تھے؛ مگر میں نے ان کی بات رکھ لی اور فجر بعد کا وقت منتخب کیا، دس سالہ میعاد میں پچیس پاروں کی تفسیر ہوئی، تبلیغ کے تمام احباب پابندی سے شریک رہتے، کبھی کوئی ناگواری پیش نہیں آئی، دارالمدرسین کی تعمیر کے بعد ادھر منتقل ہوا تو سلسلہ موقوف ہوا، فجر کی نماز میں وہاں پہنچنا مشکل تھا۔

تبلیغ ایک مستقل راہ ہے، خود مدارس باہم شاکی ہیں؛ جب کہ مدارس کا

طریق ایک ہے، میں یک مشربی مدارس کی مثال دے رہا ہوں، دوریاں غیر معمولی ہیں؛ لیکن ہم سکوت اختیار کرتے ہیں، صرف اس لیے کہ مخالف بھی منہ میں زبان رکھتا ہے، ہاں تبلیغی بے زبان ملے، اصلاح کا گرز ان پر بے رحمانہ چلتا ہے، یہ اپنے ہیں، ان کی گرفت دوستانہ ہو، دو مدرسے متفق نہیں، تبلیغ تو پھر جداگانہ منہج ہے۔

نظریاتی کام کی فطرت یہ ہے کہ وہ غلو اور مبالغے کے بغیر قائم نہیں ہوتا؛ حالاں کہ غلو ممنوع ہے، یہ اعتراض سب پر وارد ہے، قدیم محدثین پر بالخصوص، ان کے احوال محفوظ ہیں، جس سرگذشت کو ہم قربانی کہتے ہیں اس پر سنجیدہ شرعی اشکال ہیں، حقوق متاثر ہوے، جس حد تک وہ گئے وہ صریح تجاوز ہے؛ لیکن اسی مبالغے نے دین زندہ کیا، کام ایسے ہی ہوتا ہے، کوئی اہم مضمون پورا کرنا ہو تو رات کالی ہوتی ہے، یہ بھی شرعاً منع ہے، حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ تو تبلیغ کے ماسوا گفتگو سننے کے متحمل نہیں رہ گئے تھے، بیمار ہو جاتے تھے۔

جس طرح دو مدرسوں کے تعصب اور تحزب سے فرقے نہیں بنتے؛ اسی طرح اہل حق کی جماعتوں کے جداگانہ رنگ وآہنگ سے فرقہ وجود میں نہیں آتا، ہاں وہ اپنے کام کی افضلیت پر مصر ہوتے ہیں اور یہ دعوی سب جگہ ہے، میں ایک تنظیم سے اگر وابستہ ہوں تو الگ سے یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ میرے نزدیک وہی تنظیم سب سے افضل ہے، فنائیت اور فدائیت کے بغیر کوئی نقش وجود میں

نہیں آیا، وہ عمل میں آگے نکل گئے ہیں، آپ پیچھے رہیں گے تو الزام تو آئے گا، پھر آپ بے تکی باتیں کرتے ہیں، ایک تبلیغی بھائی نے بتایا کہ فلاں مسجد کے امام صاحب بر سر منبر کہہ رہے تھے کہ میرا سونا تمھاری رات بھر عبادت سے افضل ہے، تبلیغی کارکنان ہدف تھے۔

تبلیغی سادہ لوح ہیں، حضور ﷺ کے دور میں یہ اعراب کہلاتے تھے، آپ ان کی سادگی کے قدردان تھے، لا ازید ولا انقص کو قبول کر لیتے تھے، جب کہ یہ واجب التاویل ہے، ان کی تعبیرات میں تحقیق و تنقیح ممکن نہیں، یہ علما کی شان ہے، بیشتر گرفت کی حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنی بات کہہ نہیں پاتے، یہ جواب دہی بھی اہل علم کی ہے، وہ اس تنقیح کے اہل نہیں کہ ہر میدان کی اہمیت ہے اور ہر میدان کے رجال کار ہیں، وہ مینڈک ہیں اور ماوراسے بے خبر اور بے نیاز ہیں؛ مگر آپ فرق کے اہل ہیں، آپ کی بے جا عیب جوئی لائق عذر نہیں۔

کل ہماری مسجد کی جماعت کمیٹی نے طلبہ یعنی عصری اداروں کے اسٹوڈنٹس کا جوڑ رکھا تھا، از عصر تا عشا مسجد میں ایمان کی باد بہار دیدنی تھی، رمضان کا سماں رہا، اس فرق کے ساتھ کہ رمضان میں ہر عمر کے نمازی ہوتے ہیں، کل بیشتر مجمع نو عمر تھا، تبلیغ کی کراؤڈ پلنگ طاقت منفرد ہے، ہمارے اشتہار بھی کم پڑ جاتے ہیں اور ان کا خفیہ نیٹ ورک اجتماع گاہ بھر دیتا ہے، حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت دیکھی کہ ماڈرن ماحول کے نوجوان کرتے پائے

جامے اور جبے میں تھے، ان کا دم گرم ہے کہ

جدید طبقہ باریش ہو جاتا ہے، ڈاڑھی، نماز، لباس، پردہ، بچوں کی مذہبی تعلیم اور دین کے تمام مظاہر میں ان کی سبقت بانی تبلیغ کے اعمال نامے کو خراج تحسین پیش کرتی ہے۔

میں ۱۹۹۷ اور ۱۹۹۸ میں دو مرتبہ چلے کی جماعت میں گیا تھا، یہ طلبۂ دارالعلوم کی تعطیل کلاں والی جماعت تھی، زندگی کا بہترین روحانی تجربہ ثابت ہوا، جماعت کی سرگرمیوں کے جلو میں انفرادی ترقی ہوئی تھی، تہجد کی پابندی عام تھی، یاد ہے کہ رونا بھی نصیب ہوتا تھا، میرے یہ دو چلے ازدواج میں کام آئے، سسرال کٹر تبلیغی ہے، نانا سسر سینئر ترین ذمے دار تھے، نوے سال کی عمر میں جماعت ہی میں اللہ کو پیارے ہوئے، جمعے کا دن تھا، عصر کی سنتوں کے بعد فرض کے منتظر تھے بے توازن ہو گئے، سسر صاحب فنا فی التبلیغ ہیں، اس نسبت سے براعظموں کے راہ نورد ہیں، میرے رشتے کے وقت ایک سال کی بحث اٹھی تھی؛ مگر میری خصوصیات کے پیش نظر دو چلے کافی مان لیے گئے، میری بچی تبلیغ میں چلنے کا مزہ دیکھ نظم چلا کر میرے قریب کر دیتی ہے، یہ سب غلو ہے؛ مگر میں انجوائے کرتا ہوں، یہ اپنے ہیں اور اپنے کام کی دعوت دیتے ہیں۔

اقامت صلات

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۲۴ صفر ۱۴۴۷ھ ۱۹ اگست ۲۰۲۵ء

نماز قائم کرنے کی قرآنی تعبیر اہتمام نماز کے معنی میں ہے، ناچیز نے اہتمام کا مفہوم استاذ گرامی قدر حضرت مولانا جمیل احمد سکروڈوی رحمۃ اللہ علیہ سے سمجھا، مجھے دس سال ان کے جوار میں رہنے کا موقع ملا، تین گھروں کے فاصلے میں ان کا آستانہ پہلے آتا تھا، گذر گاہ ہونے کی وجہ سے اتفاقیہ سامنا بھی ہوتا رہتا تھا، حضرت کی درس گاہ تشریف آوری پابندی وقت کی مثال تھی، آپ گھڑی سیٹ کر سکتے تھے؛ مگر طلبہ ما قبل کی کہانی سے بے خبر ہیں، یہ بر وقت آمد خاص اداکا فطری نتیجہ تھی۔

حضرت والا قبل از وقت تازہ ہو کر وقت کا انتظار کرتے تھے، جہاں میں وقت سے نبرد آزما ہوتا وہیں وہ وقت سے آگے پائے جاتے، یہ اہتمام کی صورتِ مثالی ہے، عمل سے قبل تیاری اور وقت کا انتظار اہتمام ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس راز کی تعبیر یوں فرمائی کہ نماز کا منتظر نمازی شمار ہوتا ہے، جسے نماز کا اہتمام ہوگا وہ قبل از وقت مسجد میں موجود ہوگا؛ حتی کہ سنت قبلیہ کے بعد بھی اس کے پاس انتظار نماز کا خانہ بچا ہوگا، یہ اقامت صلات ہے۔

فہرست ⬆

اذان کا تصور اقامت صلات کے فلسفے سے نمودار ہوا ہے، یہ اعلان ایک عظیم الشان مہم کے لیے ماحول بناتا ہے، بندۂ مومن سے مطلوب ہے کہ اذان پر اسٹیچو بن جائے، جاری سرگرمی علی الفور موقوف کرے، سعی الی المسجد کے لیے یکسو ہو جائے، اگر وقت میں گنجائش ہے تو غیر موزوں ہے، وقفہ زائد نہ ہو، بس اتنا کہ مسجد سے وابستہ شخص مسجد رسائی میں کام یاب ہو جائے، قبلیہ سنت بہ اطمینان ادا کر سکے، اس کے سوا ہو گا تو سامعین دیگر مصروفیات جاری رکھیں گے اور یہ اذان کی توہین ہے۔

ہمارے یہاں جاری دستور قابلِ اصلاح ہے، اذان کے بعد طلبہ کا مسجد سے نکل کر اقامت گاہوں کا رخ کرنا نیک فالی نہیں، بہت مکروہ منظر ابھرتا ہے، گویا اذان مسجد سے نکلنے کے لیے ہوئی ہے، اس سے زیادہ قبیح یہ ہے کہ اذان سن کر دستر خوان بچھائیں، یہاں اذان بے مصرف ہو گئی، آدھے گھنٹے کا دراز وقفہ اس برائی کا ذمے دار ہے، اذان سن کر مصروفیت جاری رکھنا بد فالی ہے، نئی مصروفیت اختیار کرنا المضاعف ہو گا، نماز اور اذان کے درمیان پندرہ منٹ کا فرق رکھیں، اذان کی تکبیر بے چین کر دے، ہر شخص یوٹرن پر مجبور ہو، یہ ہے اذان اور یہ ہے شانِ نماز اور اہتمام صلات۔

مادر علمی میں تقسیم طعام کے لیے عصر بعد کی تعیین مثالی ہے، یافت کی طرح تناول کا بھی یہی وقت عمدہ ہے، قدیم طب اور جدید میڈیکل جن اصولِ

صحت پر متفق ہوے ان میں شام کے کھانے کا وقت سر فہرست ہے، اسلام نے افطار کے وقت کی تحدید سے اپنی پسند ظاہر کر دی ہے، ڈنر سے متعلق روایات سرِ شام پر محمول ہیں، رات میں کھانے کا تصور ہی نہیں تھا، آپ ﷺ عشا کے بعد بیداری کو پسند نہیں کرتے تھے، اپنے ہم کمرہ مفتی ریاض چمپارنی کی ابو ذر غفاری ادا بھلا نہیں پایا، وہ تنہا خورد تھے، باب طعام میں شان طالب علم اپنائی تھی؛ حتی کہ پلیٹ کے بھی روادار نہ ہوتے، جس برتن میں کھانا لاتے اسی میں فارغ ہو جاتے، ہزار قابلِ رشک۔

شام کے کھانے کو ہم نے زبردستی رات کا کھانا بنا دیا، یہ بدعت عادیہ ہے، صغر سنی کی واضح اور میٹھی یادداشت ہے کہ والدہ ماجدہ شام کا کھانا پکا کر مغرب ادا کرتی تھیں، چولھے کا دور تھا، مغرب سے قبل وہ حتمی طور پر بند کرتے ہوے تگاری نصب کر دیتی تھیں، اب پکوان کا استخارہ عشا کے بعد ہوتا ہے، بنگلور میں ناشتہ بارہ تک وسیع ہے، لنچ سہ پہر تک اور ڈنر رات گئے ہوتا ہے، کتنے ہی لوگ دو بجے ناشتہ کرتے ہیں، یہ سب سنگین بیماریوں کے یقینی کنڈیڈیٹ ہیں۔

مسجد کی جماعت اقامتِ صلات کے مختلف مظاہر میں سب سے مقدم ہے، اس میں عذر خواہی اہمیت نماز کے لیے سوالیہ نشان ہے، علما سے تو بہت ہی بعید ہے؛ مگر ایسا ہے، میرے ایک سسرالی رشتے دار افریقی ملک بوٹس وانا میں رہتے ہیں، پندرہ سال قبل ان کی ایک سرسری بات مجھے تاثر میں غرق کر گئی تھی،

ہنوز حافظے میں جاگزیں ہے، وہ بتا رہے تھے کہ ان کی رہائش کے اطراف کوئی مسجد نہیں، قریب ترین مسجد پندرہ کلو میٹر دور ہے اور وہ ہر نماز کے لیے مسجد جاتے ہیں، یہ تبلیغی جماعت کی برکت ہے، وہ جماعت کے قدیم ترین رکن ہیں، اہل علم تاویل کر لیتے ہیں؛ مگر تبلیغی احباب عزیمت پسند ہیں۔

نماز کا اہتمام زبان سے متعلق نہیں، یہ نقل و حرکت کا موضوع ہے، جس کو اہتمام ہوتا ہے وہ وقت سے پہلے موجود رہتا ہے، آمد میں اول اور واپسی میں آخر اہتمام کی نشانی ہے، نماز کی شان نمایاں کرنے کے لیے قرآن نے لباس کی زینت کا ذکر کیا، گھریلو نماز میں بھی لنگی بنیان پر اکتفا مرجوح ہے، عند کل مسجد ہر نماز کو عام ہے، جملہ ادائیں اہتمام کی غماز ہوں، ننگا سر اہمیت کو کم کرتا ہے، ٹوپی یا عمامہ مذہبی زینت کا اہم جزو ہے، غیر مقلدین کا دانستہ خالی سر نماز پڑھنا معکوس اہتمام ہے، قرآن نے نماز کا حکم اہتمام نماز کے ساتھ منسلک رکھا ہے، نماز پر موقوف فلاح نماز پلس اہتمام کے بغیر ممکن نہیں۔

طنز و مزاح

قبیلۂ طے کے چور

فأيْنَ دُعَّارُ طَيِّءٍ الَّذِينَ قَدْ سَعَّرُوا البِلَادَ؟! (صحيح البخاري:۳۵۹۵)

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۲۵ صفر ۱۴۴۷ھ ۲۰ اگست ۲۰۲۵ء

حضرت عدی بن حاتم کی موجودگی میں رسول اللہ ﷺ نے امن وامان کی پیشین گوئی کی، حفاظت وسلامتی کی صورت حال کو سمجھانے کے لیے آپ نے فرمایا کہ تنہا خاتون حیرہ سے مکہ مکرمہ کا سفر کرے گی، فکر وتشویش کی کوئی بات پیش نہیں آئے گی، یہ سن کر وہ سوچنے لگے کہ اس دور میں ہمارے قبیلے کے چور کہاں ہوں گے جنھوں نے آبادیوں میں آگ لگا رکھی ہے؟

بنگلور میں گاڑیاں گھروں کے باہر کھڑی ہیں، رہائش گاہوں کی وسعت کم ہے اور گاڑیاں زیادہ ہیں، اندرون خانہ پارکنگ ممکن نہیں، سڑکیں، راستے، گلیاں، کالونیاں اور محلے پارکنگ کا نظارہ پیش کرتے ہیں، سینۂ شہر بائک اور اسکوٹر کی آماج گاہ بنا ہوا ہے، اب تو عادی ہو گیا ہوں، ابتدا میں حضرت عدی بن حاتم طائی کی فیلنگ آتی تھی، اپنا علاقہ یاد آتا تھا، ہمارے یہاں دن کی روشنی میں ٹو ویلر

فہرست⬆

اپنے ہی دروازے پر رکھنے میں سانسیں متغیر ہوتی تھیں۔

ایک وقت چوری کا خوف اس درجہ سوار ہوا کہ گاڑی میں الارم نصب کرایا، جو ہینڈل میں حرکت پیدا ہوتے ہی شور مچاتا، فارغ بچوں نے مشغلہ بنایا تو صوتی آلودگی کا سامنا ہوا، ناچار اگلے پہیے کے اضافی خارجی لاک پر اکتفا کرنا پڑا، جس کی تنصیب ایک عمل کی متقاضی ہوتی تھی، مفتی عادل صاحب استاذ دارالعلوم دیوبند کی بائک جمعے کی نماز میں کام آئی، غالبا اضافی قفل کا اہتمام ان کو بھی تھا، شارعِ عام کی آباد و معمور نقل و حرکت بھی چوروں کے لیے مسئلہ پیدا نہ کر سکی۔

ہمارے یہاں چوروں نے الٹا مکینوں کو چور سمجھا ہے، گھروں سے لنگوٹی ہی اچک لیتے ہیں، محلہ بڑ ضیاء الحق دیوبند میں رہائش کے دوران چور دو سیلینڈر، ایک بیٹرا اور انورٹر چرا لے گئے تھے، دوسرا بیٹرا محفوظ رہا، غالبا غیر معمولی وزن کی وجہ سے ہمت نہ ہوئی، ایک بیٹرے پر تھک گئے ہوں گے، میری اس رہائش کا عقبی حصہ دارالعلوم دیوبند کی عمارت دارالقرآن کی پشت پر تھا، اس وقت احاطے کی دیوار خستہ تھی، چوروں نے اسی کا فائدہ اٹھایا۔

چوری کی رات ایک سسرالی رشتے دار گھر پر تھے، صبح میں وہ گویا ہوے کہ چوری کے وقت میں جاگ رہا تھا، عرض کیا گیا کہ وہ کیسے؟ فرمانے لگے کہ بجلی میرے سامنے منقطع ہوئی تھی، یہ انورٹر چوری کے وقت ہوتا ہے، زیر تعمیر گھر

کھلے ہوتے ہیں، ماہرین بجلی کی فٹنگ پر ہاتھ صاف کر دیتے ہیں، نئے نصب شدہ تار واپس دوکان دار کو بیچ دیتے ہیں، ناچیز جب تعمیراتی شغل میں تھا تو ایک صاحب نے پانی کا موٹر چرا لیا تھا، میں جان گیا تھا؛ مگر لحاظ مانع ہوا، پھر وہ سامنے آتا تو طبیعت چہک اٹھتی اور نفس شریر بن جاتا۔

مکان مالک نے پینٹ کرایا، ایک مزدور پینٹر سائیکل پر آتا تھا، میری رہائش درمیانی فلیٹ میں تھی اور سی سی ٹی وی کیمرے نصب تھے، اس وقت یہ بڑی اور انوکھی بات تھی، مزدور کی سائیکل دن کے وقت گھر کے اندرونی احاطے سے چوری ہوگئی، ہم نے وقت صرف کر کے ویڈیو نکال لی، واٹس ایپ آچکا تھا، فوٹو وائرل کیا گیا؛ لیکن بے فائدہ رہا، چور نے اجنبی علاقہ منتخب کیا تھا؛ مگر مزہ بہت آیا، پہلی بار لائیو چوری دیکھی وہ بھی اپنے گھر میں۔

اولاً وہ دروازے کے باہر یوں ہی ٹھہرا رہا، پھر اندر آیا اور سائیکل کو سلام کر گیا، یہ جائزہ مہم تھی، پھر دونوں طرف آیا اور گیا، اس کے بعد اس نے رنوے کی پوزیشن لی، تیزی میں آیا، لاک پر فن آزمایا، باہر نکلا اور حسبِ معمول بہ اطمینان کل پینڈل مارتا ہوا نو دو گیارہ ہوا، چہرہ سپاٹ، کوئی تغیر نہیں، انھیں دنوں ایک شب راقم ایک بڑی امانت کا ذمے دار ہوا، صبح کو حوالگی مقرر تھی، الماری کا لاکر لبالب تھا، سردیوں کی رات میں کتے بہت بھونکتے ہیں، میں یہ دستور بھول گیا، ادھر کتے بھونکتے اور ادھر میرا دل نکل پڑتا، یا اللہ! کسی کو خبر ہوگئی ہے، اب

کیا ہو گا؟ کیا طلبہ کو بلالوں؟ آواز مدھم ہو جاتی، ایک وقفے کے بعد پھر کتے ہجوم کرتے اور پھر کلیجہ منہ تک، آخرش کسی طرح بسلامت صبح نمودار ہوئی۔

سر شام بنگلور میں لبِ سڑک گاڑیاں دیکھتا ہوں تو حافظہ ماضی کی چٹکیاں لیتا ہے، قبیلہ طے کو یہ ارزانی اور فراہمی مل جائے تو علاقے بانٹ لیں، میں نے یہ موضوع چھیڑا تو کیمروں کی توجیہ کی گئی؛ مگر کیمرہ سب کچھ نہیں ہے، ماحول اور ذہنیت کا ایک کردار ہے اور وہ اصل ہے، میں نے قدیم یادیں شئیر کی ہیں، تازہ سابقہ نہیں، ممکن ہے زمانہ آگے بڑھ گیا ہو؛ تاہم یہاں گاڑی کو لاک کے بغیر چھوڑ دینا اور وہاں لاک کے بعد بھی دل کا دھڑکتے رہنا، اسی طرح یہاں رات میں بھی گاڑی باہر ہی رکھنا اور وہاں دن میں بھی بیرون در متوحش رہنا بہت بڑے فرق کی مثال ہے۔

بنگلور بے نظیر موسم، دل فریب ماحول، دل کش فضا، پر کشش گردونواح اور پر امن بودوباش کے ساتھ فی زمانہ مسلمانوں کے لیے سب سے محفوظ شہر ہے، میں فجر کی نماز کے لیے جاتے ہوے دروازہ کھلا چھوڑ جاتا ہوں، دیوبند میں نارمل لاک کے علاوہ ہضمی تالے کا بندوبست کیا تھا، متعدد چابیاں بنائی گئی تھیں؛ تاکہ ہر ممبر کے پاس چابی دست یاب ہو اور وہ بار بار تالا بندی میں حرج محسوس نہ کرے اور یہ تو میری رہائش کا تنزل ہے، میں نے سسرال میں گذشتہ بیس سال کے عرصے میں کبھی دروازہ بند نہیں پایا، دن میں نہیں اور رات میں بھی نہیں،

میرے سسر صاحب کثیر الاولاد ہیں اور ان کی بالواسطہ اور بلا واسطہ تمام اولاد شب وروز میں علی الاقل ایک بار دادا اور نانا کے مرکزی گھر کی زیارت کو ضروری سمجھتے ہیں، یوں دروازے کا ہمہ وقت مفتوح رہنا غیر علانیہ طور پر مقرر ہے۔

الفاظِ قرآن

تاثرات: محمد فہیم الدین بجنوری

۲۸ صفر ۱۴۴۷ھ ۲۳ اگست ۲۰۲۵ء

مجرد تلاوتِ قرآن کی نکتہ چینی بڑی نارسائی ہے، الفاظِ قرآن کی اہمیت سے اس درجہ جہالت تعجب خیز ہے، ذوق، وجدان اور احساس کے مر جانے کا آخری مظہر ہے، اللہ کے کلمات کی تحقیر اور تنقیص ہے، تلاوت کو فہم کے ساتھ خاص اور مقید کرنا رموزِ کلام الٰہی سے نادانی ہے، قرآن کا ایک اعجاز یہ بھی ہے کہ اس کے کلمات کا محض ورد ایک لطف دیتا ہے، الفاظ بھی منبع کیف وسرور ہیں، سطح آب گہرائیوں کا مزہ دیتی ہے، قرآن کے الفاظ مستقل، مقصود اور اپنی تاثیر میں خود مکتفی ہیں، وہ معانی کے تابع نہیں، بے شک وہ معانی کے جلو میں پلس ہیں؛ مگر معانی کے بدون ہرگز ہرگز مائنس نہیں۔

ان کی لذت آزاد ہے اور ان کا ثواب بھی بے نیاز ہے، پڑھو، گنگناؤ، سمجھے

فہرست⬆

بغیر پڑھنا بھی سرشاری ہے، معانی کی جانب التفات کے بغیر بھی سرور اور نشہ بے خود کر دیتا ہے، کیف ما اتفق آیت ہی جمالیاتی سماں بنا دیتی ہے، یہاں اندازہ لگاؤ کہ اللہ تعالی نے شیطان کو کس قدر طاقت بخشی ہے کہ وہ قرآن جیسی مزے دار، دل چسپ، دل بر، دل ربا، پر کشش، فرحت بخش اور کیف آگیں نغمے سے روک دیتا ہے!

"جدت پسندی وائرس" سے متاثر بعض مولوی بھی الفاظ کے شغل کو نشانہ بناتے ہیں، یہ نجدی نژاد ہیں، ان کو وجد سے حصہ نہیں ملا، خالق سے جذباتی رشتہ نہیں رکھتے، وہ نہیں جانتے کہ ہم خدا کے ساتھ ریلیشن شپ میں ہیں، جہاں محبوب کا ادا کردہ ایک جملہ وردِ زیست کا درجہ رکھتا ہے، اگر جملہ ناہموار ہو تب بھی اسی انداز پر دہرانے میں مزہ آتا ہے، اس پر جان دینے کو دل کرتا ہے، الفاظ قرآن تو جانِ جاناں کی صفت ذاتی کا جلوہ ہیں، ان کا لسانی طواف آرزوئے زندگی ہونی چاہیے۔

امت نے الفاظ کو خراج تحسین پیش کرنے کے لیے حفظ قرآن کا مستقل فلسفہ اور ادارہ متعارف کرا دیا، آپ ہنوز مترجم اور غیر مترجم کی بحث میں ہیں، یہاں ایک خلق معری کلام کے عشق میں جوانیاں اور زندگیاں نذر کر رہی ہے اور چودہ سو سال ہو چکے، تم اب اس داستانِ عشق کا مذاق اڑاؤ گے؟ تم امت کے قرآن بیانیے سے بھٹک گئے ہو، تم شاذ ہو، اصل ملت قرآن کے آستانے پر محو

ترنم ہے اور یہ زمزمہ تا قیامت جاری رہے گا۔

برسوں پرانی بات ہے ایک بڑی شخصیت نے میرے سامنے مدارس حفظ قرآن پر تنقید کی، ان کی بڑھتی تعداد اور تحفیظ میں روز افزوں اضافے پر سوالیہ نشان لگایا، حفظ کے وسیع ہوتے دائرے کی افادیت پر تحفظات ظاہر کیے، یہ کفریہ اظہار خیال سن کر میں سہم گیا، لب کشائی کی جسارت کی جو باریاب نہ ہوئی، ناچار تلخ گھونٹ پی کر لوٹا، یہ معرفتِ قرآن کا حال ہے، لوگ دانش گاہوں میں اصحاب منصب ہیں اور حق قرآن کے شعور سے عاری ہیں۔

کائنات میں جو بھی حسن و جمال بکھرا ہوا ہے، وہ سب رب کی صفات فعلیہ کا عکس ہے، ہر دل کش منظر، ہر دل رُبا جلوہ اور ہر حسین رنگ دراصل اللہ تعالیٰ کی صفات فعلیہ کی تجلیات کا پرتو ہے، یہ سب مظاہر مخلوق ہیں اور ان کی اصل نسبت اللہ کی صفات سے ہے؛ لیکن قرآن ایسا جمال ہے جو مخلوق نہیں؛ بل کہ براہِ راست ذاتِ باری سے وابستہ ہے، قرآن اللہ کی ذاتی صفت یعنی صفتِ کلام کا ابدی حسن ہے، وہ ایسا غیر مخلوق جمال ہے جو براہِ راست رب کی ذات سے جڑا ہوا ہے، یہ رب کے جمالِ ذاتی کا جلوہ ہے۔

آپ کو مدارس حفظ کی معنویت پر اشکال ہے؟ ہم کہتے ہیں کہ دنیا کا ہر فردِ بشر حافظ قرآن ہو جائے تب بھی حق قرآن باقی رہ جاتا ہے، وہ جھوٹا عاشق ہے جو معشوق کے حسن سے بیزار ہو، اس نے ہوس، مطلب اور مفاد کا نام محبت رکھا

ہے، سچا عاشق حسنِ معشوق کی نذر اتارنے میں زندگی کا سوختہ صرف کر دیتا ہے، قرآن کی تلاوت دستورِ عشق کی مثال ہے، آئینِ محبت کا تسلسل ہے اور شمعِ ازل کی بانہوں میں پروانہ وار جاں نثاری ہے۔

مودی سے باہر

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۲۹ صفر ۱۴۴۷ھ ۲۴ اگست ۲۰۲۵ء

وطنِ عزیز میں جاری زور آزمائی سنجیدہ اور دل چسپ ہو گئی ہے، راہول گاندھی کی مستقل مزاجی نے آخرش اعتبار حاصل کر لیا، ووٹ چوری قضیہ مرکزیت اختیار کر رہا ہے، سپریم کورٹ میں پی آئی ایل دائر کر دی گئی ہے، اس ضمن میں دیگر عرضیاں بھی گزاری گئی ہیں، ایس آئی ٹی کی تشکیل کا مطالبہ بھی عائد ہے، مانا کہ صاحب کی قوت نظم کمال ہے؛ مگر چڑھتے سورج اور ڈوبتے سورج میں دنیا فرق کرتی ہے، دو ہزار چودہ میں سورج طلوع ہو رہا تھا، کورٹ بھی مینیج ہو گئی اور گجرات قتل عام میں دامن صاف نکلا، اب سورج کو ادبار در پیش ہے، کورٹ کو مینیج کرنا آسان نہیں ہو گا۔

وتعز من تشاو تذل من تشا کا دور کبھی موقوف نہیں ہوتا، تاریخی سائیکل

گردش میں رہتی ہے، زیر وزبر کا یہ کھیل چوں کہ فطری ہے؛ اس لیے بیشتر نرم خو ہوتا ہے، پہاڑ جیسی تبدیلی روئی کا گالا ثابت ہوتی ہے، انگریز اقتدار سب سے بڑی مثال ہے، وقت آنے پر فرعونی پنجے نرمی، بے ضرری اور معصومیت کے ساتھ ڈھیلے اور پیلے پڑ جاتے ہیں، کسی کو تصور تھا کہ مودی کو اس کے عین بازو میں پارلیمنٹ ہال کے اندر چور کہا جائے گا؟ مگر یہ ہو گیا، دو دہائیوں سے ان چیلینجڈ امت شاہ پر ذاتی فقرے کسے گئے، ہندوستان کی تقدیر کے بلا مزاحمت مالکان کو بر سر عالم ہدف بنایا جارہا ہے۔

واقعی ہر کرتب کی ایک میعاد ہوتی ہے، اسے لازما ایکسپائر ہونا ہے، صاحب کا اقتدار تین چالوں پر قائم تھا: پڑوسی عداوت، مسلم دشمنی اور الیکشن کمیشن مینجمنٹ، آج یہ تینوں تکیے الوداع مائل ہیں، ہمارے تلوں میں مزید تیل باقی نہیں، آخری وار وقف بل کی صورت میں تھا جو خالی گیا، ہماری مزید پٹائی سے ووٹ میں اضافہ ممکن نہیں رہا، پڑوس میں خطرہ توقع سے زیادہ نکلا، الیکشن کمیشن کی مٹی پلید راہول کے ہاتھوں ہو گئی، جب مصیبت آتی ہے تو ہر طرف سے آتی ہے، سوراخ بند نہیں ہوتے اور نت نئے کھلتے ہیں، اندر اور باہر رسوائی ہی رسوائی ہے۔

فی زمانہ سب نظریں بہار پر مرکوز ہیں، ووٹ چوری والے نعرے کا یہ پہلا امتحان ہے، متاثرہ طبقات میں استحصال کے نعرے تیزی سے مقبول ہوتے

ہیں، بہار میں اس کی زیادہ امید ہے، پسماندہ معاشرے نسبتا حساس ہوتے ہیں، حق چھیننے اور

استحصال کے خلاف لڑائی کے نعرے غریب اور حاشیے پر کھڑے طبقات میں آسانی سے جگہ پکڑ لیتے ہیں، راقم پرشانت کشور کے بارے میں رائے بدلنے کی تیاری کر رہا تھا اور اس کی نو ساختہ پارٹی میں ووٹ کاٹنے سے ووٹ لوٹنے کی حیثیت کو تبدیل ہوتے دیکھ رہا تھا کہ اسی اثنا میں راہول گاندھی کی طوفانی اینٹری عمل میں آئی، اب ووٹ چور کا بیانیہ ہے اور بہار کے تسخیر ہوتے بام ودر ہیں۔

قدرتی عوامل بھی مودی کے خلاف ہو گئے ہیں، انسان چلتا ہے اور بے خطر چلتا ہی رہتا ہے، آندھیاں اس کی راہ میں حائل نہیں ہوتیں، پھر ایک لغزش کھاتا ہے اور اعتماد کا محل زمین بوس ہو جاتا ہے، اس کے بعد گرتا ہی رہتا ہے، صحت مند انسان شوخ زندگی گزارتا ہے، ہر موقع پر ہاتھ صاف کرنے کے لیے بے چین رہتا ہے؛ پھر بیماری حملہ آور ہوتی ہے اور صحت کی کشتی ڈگمگا جاتی ہے اور ڈگمگاتی ہی رہتی ہے، پھر اسے استحکام نصیب نہیں ہوتا، مودی زوال بعینہ پروسس میں ہے، بے شک حکومت بیساکھیوں پر قائم ہوئی؛ مگر صحت مند وتوانا تھی، اس پر امراض کی یورشیں تازہ تازہ ہوئی ہیں، بس سلسلہ نمودار ہوا، جھٹکے یکے بعد دیگرے ہیں اور تھمنے کا نام نہیں لے رہے، ایک وقت کا مردِ آہن اندرون اور بیرون میں مذاقِ محض بن گیا ہے۔

فہرست⬆

ہمیں نہیں معلوم کہ مودی خاتمہ کب اور کیسے ہو گا؛ مگر خدو خال یومیہ بنیاد پر تشکیل پذیر ہیں، ہم یقیناویٹ اینڈ واچ کے مرحلے میں ہیں؛ مگر یہ مرحلہ دراز نہیں ہے، ہندوستان مودی سے باہر آنے کے لیے پک چکا ہے، ناچیز نے ایک تحریر میں عرض کیا تھا کہ عام طور پر جعلی بیانیہ دس سال میں دم توڑ جاتا ہے اور اس کی ایک جھلک گذشتہ وفاقی الیکشن میں نظر آئی بھی؛ مگر ہندوستانی مکمل بلوغ کا ثبوت دینے میں قاصر رہے تھے، پھر میں نے اس میں پنج سالہ توسیع دیکھی؛ لیکن حالیہ واقعات اس توسیع کے حق میں نہیں جاتے، تبدیلی درمیان میں جھانک رہی اور مضطرب وبے چین ہے۔

شکست وفتح تو نصیب سے ہے؛ مگر راہول کے مقابلے کی داد واجب ہے، وہ اکیلا لیڈر ہے جس نے آر ایس ایس کو نام لے کر للکارا، ہندوتوا کے سیلاب میں سد سکندری بنا رہا، ایک وقت جب مودی شاہ رعب میں ہندوستان سہم گیا تھا، مسلم لیڈر شپ ختم ہو گئی تھی، راہول اس وقت بھی ہندوتوا کے خلاف محاذ آرا رہا، وہ الیکشن پر الیکشن ہارتا تھا؛ لیکن وچار دھارا سے سمجھوتہ نہیں کرتا تھا، ماضی میں کئی بار ایسا ہوا کہ ہندو انتہا پسندی کے طوفان میں کانگریس نرم ہندوتوا کی طرف گئی اور مسلمانوں کے خلاف فیصلے لیے؛ لیکن راہول کی کانگریس میں ایسا نہیں ہوا اور یہ حد ہے اور بس بے حد ہے۔

فہرست

خشوع خضوع کی اہمیت

محمد فہیم الدین بجنوری

۲۷ اگست ۲۰۲۵ء

نماز میں خشوع خضوع کی اہمیت یہ ہے کہ اگر کھانا اور نماز ایک وقت جمع ہو جائیں تو پہلے طعام سے فارغ ہوں، کھانے کو نماز بنالینا بہتر ہے، ورنہ نماز میں طعام کے اثرات ہوں گے، طعام کے جلو میں نماز ہو گی تو خیال طعام آمیز ہو گا، یہ نماز کو طعام میں بدلنا ہوا؛ لیکن اگر نماز کے سامنے کھانا شروع ہو گیا تو کھانے میں نماز کا تقاضا فعال رہے گا، یہ آپ نے کھانے کو نماز بنالیا جو کہ بہترین آپشن ہے۔

یہ فقہی جزئیہ لمحۂ فکریہ ہے، خشوع خضوع نماز کی جان ہے، تکبیر تحریمہ سے قبل حائل اور مانع سے مقدور بھر دوری بنائی جائے، پھر جب خارج میں اس درجہ اہتمام ہے تو داخل کا اندازہ لگائیں، نیز خارج کے موانع کو دور کرنے کے بعد اندرونی رکاوٹوں سے ہار جانا یا تو سنگین لاپرواہی ہے یا طبیعت کی انتہائی کمزوری۔

محبوب تو ہمہ وقت قبلہ خیال ہوتا ہے، حینِ اشتغال کی تو پھر بات ہی کیا! وقتِ مکالمہ دوسرے خیال کی کوئی تک نہیں بنتی، نماز میں غیر نماز ہر جائیت کی انتہا ہے، نماز سے باہر دھیان رکھ کر آپ خدا کے ساتھ وفادار نہیں ہو سکتے، عین رابطے کی میعاد میں انقطاع، سیٹلائٹ کے ساتھ گراؤنڈ اسٹیشن کی بے نیازی؛ کمال

فہرست⬆

بد بختی کے ساتھ اوقات سے تجاوز بھی ہے۔

عبادت عاجزی اور فروتنی کی حد ہے، اگر دل اس جذبے سے عاری رہ گیا تو مجرد مکاری ہوئی، اس میں حضورِ ربانی کی توہین کے ساتھ ذاتی استخفاف بھی ہے، زبان پر جاری کلمات سے دل ودماغ کا لاتعلق رہنا انسان کی شعوری حیثیت کا استخفاف ہے، یہ پاگلوں کا شغل ہو سکتا ہے، عقل والے بہ ہر صورت یہ یقینی بنانا چاہیں گے کہ ان کی زبانیں وہی ادا کریں جو ان کے دلوں میں ہے، ان کی زبانیں خود کار مشین ہوتی ہیں، نہ آلۂ کار، ان کی زبانیں خالصتا ان کے ضمیر کی ترجمان ہوتی ہیں، اسی کیفیت کو شریعت کی اصطلاح میں خشوع خضوع کا عنوان دیا گیا ہے۔

❍❖❍

انجینئر مرزا ہونا کیوں آسان ہے؟

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۴ ربیع الاول ۱۴۴۷ھ ۲۸ اگست ۲۰۲۵ء

تلفیق یعنی مذاہب فقہیہ سے اپنی سہولت کے اقوال منتخب کرنا نفس پرستی کی بدترین مثال ہے، یہ حرکت دین کو بازیچہ بناتی ہے، دین کی تعبدی حیثیت ثانوی درجہ اختیار کر لیتی ہے اور خواہشات کا آلۂ کار ہونا اولیت میں آجاتا ہے،

نظامِ دین انارکی کا شکار ہو جاتا ہے، احکام شرعیہ کی حرمت ختم ہو جاتی ہے اور مسائل کھلونا بن جاتے ہیں۔

دین میں شاپنگ کی یہ بدعت غیر مقلدین نے ایجاد کی، وہ حسبِ منشا چاروں فقہ پر ہاتھ صاف کرتے ہیں اور ہوائے نفس کی معجون تیار کر لیتے ہیں، انجینئر مرزا اسمارٹ اور اپٹوڈیٹ ہے، اس نے غیر مقلدین کے خمیر کا گہرائی سے مطالعہ کیا اور تلفیق کی جگہ تخریب کی بنیاد ڈالی، یہ تلفیق سے بھی آسان ہے۔

سب جانتے ہیں کہ مذاہب اربعہ کے مابین بیشتر جزئیات میں اختلاف ہے، ہر فریق نے رد کا اہتمام کیا ہے، ہر باب کی بحثیں تیار اور مدون ہیں، بحث و تمحیص اور رد و قدح کا مواد صورتِ سمندر ہے، نئے دور کے ابن سبا کی مہم سہل تر ہے، کسی بھی ابن صیاد کو تحقیق میں توانائی صرف کرنے کی ضرورت نہیں، کعبۂ دین منہدم کرنے والے حبشی کو بس اتنا کرنا ہے کہ وہ ہر فریق کے منفی سنگ ریزے اٹھالے اور دوسرے فریق کے سر پر دے مارے، پھر یہی کام عقائد و افکار میں کرے، دیوبند کی ریاضت سے بریلویت کو مات دے اور بریلوی نکات دیوبندیت پر آزمائے، وغیرہ وغیرہ۔

غیر مقلدین کی قواعد سے فقہ، فقہا اور نظامِ شریعت متاثر ہوا تھا، انجینئر ابن صیاد کی حرکتیں دین کے اعتبار کو مجروح کرتی ہیں، اس کی اچھل کود کا ماحصل یہ ہے کہ فروع میں مذاہب اربعہ اور مذہب غیر مقلدیت، اصول میں اشاعرہ،

ماتریدیہ اور اہلِ حدیث، مسلک و مشرب میں دیوبندی، بریلوی اور صوفیا یعنی چودہ صدیوں کے دوران اسلام کا نمائندہ ہر عنوان باطل اور گمراہ ہے۔

جدید دور کے شیاطین ہوشیار ہیں، سیدھی بات نہیں کرتے، ذہنوں کو سنگین اور پر خطر دعوے کی دہلیز تک کھینچ لاتے ہیں؛ مگر دعوی نہیں کرتے، مثال کے طور پر انجینئر ابن صیاد کی دیانت یہ تھی کہ وہ اپنے موقف کی تنقیح میں جملہ اہل اسلام کی تکفیر یا تبدیع واضح الفاظ میں کرتا، پھر ہم نوپید تو ہیں نہیں، چودہ سو سال کا تسلسل اور وراثت ہیں، تو کہنا تھا کہ امت چودہ سو سال سے گمراہ ہے۔

انجینئر کا یہ کہنا کہ حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ، حنابلہ، اشاعرہ، ماتریدیہ، صوفیا، دیوبندی، بریلوی اور اہل حدیث باطل ہیں، اسی کی راست تعبیر یہ ہے کہ دنیا نے صحیح اسلام دیکھا ہی نہیں؛ جب وہ ڈیمج ڈن کا نعرہ مارتا ہے تو اسلام مخذوف منوی ہوتا ہے؛ مگر نام دیوبند کا لے گا، اسے موب لنچنگ کا پتا ہے، یا اس کے گروغامدی کو دیکھو، سو باتیں وہ نبوت کی کرتا ہے، رات دن رسول اللہ ﷺ کی تصحیح کرتا ہے؛ مگر دعوی نہیں کرتا، مرزا قادیانی کا انجام جو سامنے ہے۔

جملہ مذاہب فقہیہ اور مسالکِ فکریہ حقہ میں بعض باتیں پیچیدہ ہیں، عام فہم سے بالا ہیں، یا مستدلات باریک ہیں، پبلک سطح پر ان کی اطمینان بخش تقریر ممکن نہیں، بسا اوقات ایک مسئلہ سند میں کم تر ہوتا ہے؛ مگر شواہد میں حاوی رہتا ہے، ایسے مواقع پر قوی الاسناد میں تاویل ناگزیر ہو جاتی ہے، انجینئر ابن صیاد جیسے

لوگ ان کمزور پہلوؤں کا فائدہ اٹھاتے ہیں اور عوام کو روایت کے خلاف اکساتے ہیں۔

مذاہب کی انجینئرنگ ان کی تلفیق سے بڑا گناہ ہے، تلفیق میں بہ ہر صورت عمل مقصود ہوتا ہے، انجینئرنگ میں تخریب مد نظر ہوتی ہے، تبرا اور بیزاری محورِ انجینئرنگ ہے تو عمل یا مثبت نتیجہ کیوں کر ممکن ہے؟ مرزا نے اسلام کی انجینئرنگ کی کوشش کی؛ مگر اوقات حائل رہی، بعینہ ابن صیاد کا قصہ ہے، وہ جھوٹی وحی میں انجینئرنگ کر رہا تھا، رسول اللہ ﷺ نے رنگے ہاتھوں جالیا اور اس کی انجینئرنگ پر یہی تبصرہ کیا، یعنی یہ کہ تو اوقات سے تجاوز نہیں کر سکتا۔

منفی عمل میں انسان کی توانائیاں سو فی صد سے زیادہ دیتی ہیں، ہمارے دو بزرگ اساتذہ میں علمی اختلاف ہوا، دونوں ہی عباقرہ زماں تھے؛ لیکن ایک بزرگ اظہار اور قوتِ بیان میں رواں اور ماہر نہیں تھے، جب ان کا رسالہ طبع ہوا تو مجھے زبان کی قوت اور روانی نے زیادہ متاثر کیا، میں نے ایک دوست سے کہا کہ رسالے کی زبان دیکھو، یہ رد کے سیاق کی کرامت ہے، قلم جب رد لکھتا ہے تو جملہ اعصاب، قوی مدرکہ اور ذہانت سو فی صد فعال ہو جاتی ہے، قلم چلتا نہیں، جست لگاتا ہے اور استدلال بلیوں اچھلتا ہے۔

انجینئر مرزا جیسے ائمۂ ضلال غیر معمولی ذہانت کے حامل ہوتے ہیں، چغد گمراہی کے منصوبے کیا ہی بنائے گا! پھر ان کا موضوع تخریب ہے تو ان کی علمی،

فکری اور جملہ انسانی لیاقتیں موج مارتی ہیں، ان کی فصاحت جادو بکھیرتی ہے، قلم بہتا ہے، تعبیریں آلۂ تسخیر ہوتی ہیں، استدلال لنگر ڈال لیتا ہے، بیانیہ حصار لگا دیتا ہے اور ماحول خیمہ زن ہو جاتا ہے، منفی مداریوں کے تماشے کی چمک میں شیطان کی دست گیری کے علاوہ ان انسانی فطری صلاحیتوں کا خاص کردار ہے جو تخریب کے وقت ہی بیدار اور فعال ہوتی ہیں۔

تعبیر کی وحشت

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۵ ربیع الاول ۱۴۴۷ھ ۲۹ اگست ۲۰۲۵ء

ہمارے فتاوی میں درج ہے کہ محراب یا دیوار پر نامِ باری یا اسمِ محمد لکھنا مکروہ ہے، نمازی کی یکسوئی متاثر ہوتی ہے، میں یہ پڑھ کر سہم گیا، تعبیر بہت موحش ہے، میرے قلم سے یہی فتوی مختلف تعبیر میں رونما ہوتا، مثلا یہ کہ مسجد کے بام ودر میں اسمائے مبارکہ لکھتے وقت جگہ کا درست انتخاب کریں، کتبوں کا حسن اور نقش توجہ مبذول کرتا ہو تو مناسب دوری کا اہتمام کریں، میں اسمائے مقدسہ کی نسبت لفظ مکروہ سے احتراز میں پوری توانائی لگا دیتا۔

تعبیر کا چناؤ بہت اہم ہے، ہمارے ایک بزرگ استاذ تعبیر میں قلندر تھے،

وہ عبقری شخصیت تھے؛ مگر ان کی تقریر و تحریر موضوع بحث بن جاتی تھی، بیشتر تنازعات کا مرجع یہی تعبیر ہوتی، مثال کے طور پر وہ بنگلور کے ایک پروگرام میں فرمارہے تھے کہ دین مکمل ہوا ہے شریعت مکمل نہیں ہوئی، یہ مضمون برحق ہے؛ مگر عوامی جلسے میں آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ شریعت مکمل نہیں، لوگ دل پکڑ کر رہ گئے۔

ہمارے اساتذہ میں حضرت مولانا ریاست علی صاحب بجنوری رحمۃ اللہ علیہ زبان وبیان کے باب میں بے نظیر تھے، وہ مقتضائے حال کے نباض، لسانیات کے حکیم، سخن اور فلسفۂ سخن کے بادشاہ تھے، کبھی فرماتے یہ بجنور کا لفظ ہے، کبھی فرق کرتے کہ یہ بولنے کا لفظ ہے لکھنے میں مقبول نہیں، وہ میری تحریر میں حذف واضافہ بہت کم کرتے؛ مگر جہاں قلم رکھتے جان ڈال دیتے، دوسرے کی تحریر کو سنوارنا صبر آزما ہے؛ مگر ان کی جنبش قلم کے لیے یہ کرامت آسان تھی۔

عصر نو کے دارالعلوم میں زبان و سخن کے حوالے سے حضرت الاستاذ مولانا نور عالم خلیل امینی رحمۃ اللہ علیہ کی شہرت اور مقبولیت غالب آئی، انھوں نے اپنے تنہا قلم سے زبان وادب کی بحث میں مدارس کا پلڑا گراں بار کر دیا تھا؛ مگر لسانی تنوع اور قلمی خصوصیات میں حضرت بجنوری منفرد ہیں، حضرت امینی کا قلم بیشتر یک رنگ رہا، وہ کوہ پیمائی میں سرخ رو ہوا تھا، پھر وادی کے نشیب میں طبع آزمانہ ہوا؛ جب کہ حضرت بجنوری کا قلم ہر رنگ سے ہم آہنگ ہے، وہ ادبی شوخی میں

شبلی، شورش، آزاد اور دریابادی سے آنکھیں ملانے کے بعد علمی وادی میں پوری سنجیدگی اور روانی سے بہتا ہے، اول الذکر تموج ثانی الذکر میں سادہ اور گہرا ہو جاتا ہے۔

حضرت بجنوری فرماتے تھے کہ بات سنوار کر کہو، ایک خاتون ناچیز سے الجھ رہی تھی، میں نے اسے جھڑک کر کہا کہ صرف خاوند سے بات کروں گا، حضرت نے فرمایا کہ یوں کہتے بی بی! آپ کیوں تعب اٹھاتی ہیں؟ صاحب معاملہ سے بات ہو رہی ہے، فقہا کی تصریح دست یاب نہ ہو تو وہ مستحب کو پسندیدہ سے تبدیل کر دیتے تھے، قیدِ تحریر ایک دائمی زندہ خطرہ ہے، اسے وقتی زاویے سے نہیں دیکھنا چاہیے، سو سال بعد بھی وہ مخالف کے ہاتھ آئے تو محفوظ رہے، شواہد کی قلت کے وقت وہ حتمی حکم کو احتمال کی صورت دے کر ہلکا اور قابلِ قبول بناتے تھے۔

انجینئر مرزا کی حالیہ گستاخی دو خرابیوں کا نتیجہ ہے: اعتماد زائد اور تعبیر میں دریدہ دہنی، جذباتی افتاد کے کم علم اکثر اعتماد زائد کا شکار ہو جاتے ہیں، علامہ کشمیری کہتے ہیں کہ ابن حجر کی فلاں تحقیق غلط ہے اور ان کو فلاں استاذ کی بات سے دھوکہ ہوا، علامہ کشمیری کو یہ زیب دیتا ہے، وہ دونوں سے واقف ہیں اور دونوں کے علمی ڈی این اے پر بھی نظر رکھتے ہیں، یہی بات میں کہوں تو اعتماد زائد کی مثال ہو گی اور خوب قلابازیاں کھاؤں گا، دیسی زبان میں اسے لمٹ کراس کرنا یا

اوقات سے باہر جانا کہتے ہیں۔

مرزا انجینئر کے لوگ اسے "نقلِ کفر" کی مثال کہہ کر تلبیس سے کام لے رہے ہیں، یہ نقل کفر کا معاملہ نہیں ہے، یہ وہ نقل ہے جس پر نقل کی حیثیت میں بھی کفر کی دفعہ عائد ہوتی ہے، کسی نے رسول اللہ ﷺ کو گالی دینے کی بدبختی کی ہے تو آپ اسم رسالت کے ساتھ وہ گالی دہرانے کے مجاز نہیں، اس تکرار پر کفر کا حکم ہے، قرآن کہتا ہے کہ آیات کے استہزاء کی مجلس میں مجرد موجودگی بھی شرکت جرم ہے، نقلِ کفر اور نقلِ دشنام میں فرق ہے، اول الذکر ایک علمی وفکری ضرورت ہے؛ جب کہ دوسری حرکت استہزاء ہے، استہزاء پھر استہزاء ہے، اس میں نیت درکار نہیں۔

ناموسِ رسالت سرخ لکیروں میں بھی سرِ فہرست ہے، اس پر زبان درازی کو آپ کسی بھی عنوان سے توسیع نہیں دے سکتے، اس گالی کے اعادے کے ساتھ بزمِ مذمت بھی ممنوع ہے، اس ذکر ومذکور سے حرمتِ رسالت متاثر ہوتی ہے، آپ نقل کے بہانے نبوت کو تماشا بنا رہے ہیں، وہ نقل وقتِ اثبات دعوی سامنے لائی جاسکتی ہے، وہ بھی بقدرِ ضرورت اور وقتِ ضرورت، آپ نے سوشل میڈیا پر اعادے سے تقدس کو پامال کیا ہے، بے حرمتی کی دفعہ بالکل برحق ہے، آپ پر دو اقرار واجب ہیں: مقام نبوت سے لاعلمی اور ناموسِ رسالت کی توہین، ارباب حل وعقد یہ قول وقرار بھی لیں کہ آئندہ آپ کے بیانات ملک کی

معتبر علمی شخصیات کی تصدیق کے پابند ہوں گے، آپ کے فتنوں اور زیر بحث بلنڈر کو دیکھتے ہوے مزید دریدہ دہنی کی آزادی نہیں دی جاسکتی۔

❍❖❍

انجینئر مرزا پر عائد بنیادی دفعہ

محمد فہیم الدین بجنوری

۱۳ اگست ۲۰۲۵ء

مرزا نے دین کی بیخ کنی میں متنوع زیادتیاں کی ہیں؛ مگر بزرگان دین کا استہزا اس کی خاص محنت ہے؛ حتی کہ یہ تمسخر انجینئر کا شعار بن گیا ہے، اولیا کی بے حرمتی کو مرزا نے اپنے نعرے میں جگہ دی ہے، یہ وہم ہے کہ اس کی مراد ڈھونگی باباؤں سے ہے؛ کیوں کہ اس نے تشریح نام بہ نام کی ہوئی ہے، خواجہ اجمیری سے لے کر شیخ عبد القادر جیلانی جیسے خلاصہ ہائے ولایت کے نام مصرح ہیں، پاکستان کا قانونِ نقضِ امن اگر اس جسارت پر بھی متحرک نہیں ہوا تو وہ "بنانا آئین" ہے، جن بزرگوں کی نامزد بے حرمتی میں نے اس کی ویڈیوز میں دیکھی ہے وہ دیوبند اور بریلی کے متفق علیہ رموز دین ہیں، ان کا سر عام تماشا پاکستان میں لا قانونیت کی سب سے بڑی مثال ہے۔

اگر بالفرض اس کے اہداف فرضی پیر ہیں؛ لیکن ایک خلق ان سے

عقیدت رکھتی ہے تو قانون کی مداخلت واجب ہو جاتی ہے، یہ مذہبی اذیت کا قضیہ ہوا، ہمارے یہاں اسے آستھا کا مدعا کہتے ہیں؛ جب کہ انجینئر چن کر ان بزرگوں کو نشانہ بناتا ہے جن پر اولین وآخرین صلحاباِ زہد میں تکیہ کرتے ہیں، یہاں ایک اور باقی کا توازن نہیں ہے، یہ شخص واحد اور کل اسلام کا قضیہ ہے، ریاست کا بیچ میں نہ آنا موجب حیرت ہے، اسلامی جمہوریہ کا پہلا جزو بے معنی ہو جاتا ہے، اسلامی جمہوریہ کی ناک کے نیچے اسلامی رموز کی پامالی پاکستانی تاریخ کا سیاہ باب ہے، وہاں کی مذہبی تاریخ کا سب سے پست لمحہ مرزا کی ویڈیوز ہیں جن میں اس نے اسلام کے سینے پر علانیہ مونگ دلی۔

ہم لوگ یہاں کس مپرسی کے عالم میں ہیں، اکثریتی انتہا پسند مذہبی اذیت کے درپے رہتے ہیں، بیشتر طعنے کڑوے گھونٹ کی طرح پی لیتے ہیں، یہ جان کر حیرت ہوئی کہ پاکستان میں بھی اسلام لاوارث ہے، ایک شخص تحقیق کے نام پر سب وشتم کرتا ہے اور اسے اسپیس دی جاتی ہے، جس کا ہر بیان مذہبی گالی پر ختم ہوتا ہے اسے سر پر بٹھایا گیا ہے، اردو اختتامیے تک تو ہم گواہ رہتے ہیں، ظالم نے پنجابی تکملہ بھی رکھا ہوا تھا، اندازہ ہے کہ وہ ہمارے گاؤں کی ننگی گالی کا متبادل ہو گا، یہ افسوس ناک اعتراف ہے کہ ناموسِ رسالت اور حرمتِ اولیا کے باب میں ہمارا فریضہ بریلوی ادا کرتے ہیں، قانون شکن صرف وہ ہے جس نے اولیا کو گالی دے کر پاکستان کی ناک کاٹ لی ہے، ردعمل کا ہر نقش احسان ہی احسان ہے،

ریاست پر بھی اور عوام پر بھی۔

یہ مفروضہ ہے کہ ہر اعتراض کا جواب قرطاس و قلم میں محدود ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ جب قائل نہیں کر سکے تھے تو سیفِ علی حرکت میں آئی تھی، مجادلہ گذر چکا، اب جوابِ سیف کی باری ہے، ریاست کا فرض ہے کہ وہ اسلامی جمہوریہ کو معنی دے، جو شب و روز اسلام میں ڈیتھ ڈن کے لیے وقف رہا اور اسلام میں ڈیتھ ڈن کا اقراری مجرم ہے اسے قانون کی تلوار سے ڈیتھ کا تجربہ کرائے۔

❍❖❍

دجال ٹریلر

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۱۲ ربیع الاول ۱۴۴۷ھ ۵ ستمبر ۲۰۲۵ء

دجال کا فیس کارڈ: چہرے کے بد نما فیچرس، پیشانی پر کندہ مہرِ کفر، نین و نقش میں خسف اور مسخ یہ باور کرانے کے لیے کافی تھے کہ وہ خدا ہر گز نہیں ہو سکتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نکتے پر الارم دیا ہوا ہے؛ مگر اقوام عالم اور نظام عالم اندھا بہرا ہو کر گرے گا اور دجال کا کلمہ پڑھے گا، یہود تو قومی تعصب میں علم اٹھائیں گے، مغربی اقوام دجال کی سائنسی، معاشی اور فوجی قوتوں سے قائل

ہوں گی اور ہنود اس کی ماورائی شکتیوں کو سجدہ کریں گے۔

دجال اگر مایۂ ننگ ہو کر خدائی تسلیم کرا سکتا ہے تو اس کے معانی بہت ہی سنجیدہ ہیں، مثلا یہ کہ اقوام عالم کا مذہبی پیمانہ بودا اور بونا ہے، وہ روحانیت کے ادراک سے عاری وعاجز ہیں، انھوں نے دین کو جیا ہی نہیں، دین کے عنوان پر وہ خود ساختہ روایات سے وابستہ تھیں، بے بنیاد رسوم کی نحوست ان کے مذہبی ذوق میں حائل اور مانع رہیں، وہ خدا کے ذائقے سے محروم رہیں اور اسی محرومی میں نمٹ اور سمٹ بھی گئیں۔

یہ محض ادعا نہیں ہے، آپ سامی ادیان ہی کا جائزہ لیں، یہ کتاب اور نبی کے مدعی ہیں، آسمانی مذاہب والی نقول کا دم بھرتے ہیں؛ مگر انحراف پورا ایک سو اسی ڈگری ہے، نماز کا حال دیکھ لو، یہودی کھڑے کھڑے انتہائی غیر سنجیدہ حرکت کرتے ہیں، ہاتھوں میں کتاب بھی ہوتی ہے، نہ رکوع نہ سجدہ، عیسائیت ماڈرن ہے وہ کرسی پر بیٹھ کر چند کلمات دہرانے پر مکتفی ہے، قیام و قراءت بھی گئے؛ جب کہ ان کی نمازیں رکوع اور سجدے پر مشتمل تھیں۔

قرآن کریم نے حضرت عیسی اور ان کی والدہ حضرت مریم سمیت متعدد بنی اسرائیلی ہستیوں اور پیغمبروں کی عبادت میں رکوع وسجود کے الفاظ بالخصوص ذکر کیے ہیں؛ بل کہ امت مسلمہ کو ان کے رکوع وسجود کی یاد میں سجدوں کا حکم بھی دیا ہے، یہ از کجا تا بہ کجا کے تضاد والی تحریف عبرتناک ہے، اگر نماز جیسی

مرکزی عبادت میں گمراہی کا یہ پیمانہ ہے تو کم اہمیت والے امور کا تو ذکر ہی کیا!

یہاں علمائے امت کو خراج تحسین پیش کریں کہ انھوں نے نمازِ رسول کا تحفظ صدیوں سرخ روئی کے ساتھ کیا، دورِ جدید کرسیاں لے آیا ہے؛ مگر علم و تحقیق کی مزاحمت سد سکندری بنی اور کرسیاں حاشیہ نشین ہوئیں، ان سطور کی تسوید کے وقت راقم اطراف واکناف سے آتش بازی کا شور سن رہا ہے، یہ میلاد کی بسم اللہ ہے جو رات میں ہو گئی، صبح شہر بنگلور میلاد کی ہریالی میں ملبوس ہو گا، میاں بھائی گذشتہ ہفتے کے گنیش طوفان اور آئندہ ماہ کے دسہرہ سیلاب کی برابری کر دیں گے۔

میں نے ایک مجلس میں کہا کہ ہم نے یہ تماشا ہندوؤں سے سیکھا ہے، مجھے لقمہ دیا گیا کہ نہیں ہم برآمد کنندگان ہیں، جھنڈا لہرانا گنیش اور دسہرہ والوں نے ہم سے سیکھا ہے، یہاں محلے میں "سرکاری سطح پر تسلیم شدہ" صرف ایک بریلوی ہے، حی علی الصلاۃ تک وہی بیٹھتا ہے؛ لیکن آج دیوبندی مسجد کا گردونواح بھی سبزہ زار ہو گیا ہے، محلے میں ایک فارغ طبقہ ہے جو اجتماع اور جوڑ کے موقع پر تبلیغی ہو جاتا ہے، محرم میں تعزیہ بردار اور ربیع الاول میں میلادی۔

تاہم میلاد میں ڈوبے ہوئے افلاک کے درمیان ایک خوب صورت اور درخشاں سیارہ دیوبند ہے، جو دین کی اس گرینائزیشن کے خلاف کھڑا ہے، بے شک سبزہ کار حب نبی میں ادھر گئے ہیں؛ مگر دیوبند بھی حب نبی ہی میں ڈوب کر

محاذ آرا ہوا، ثانی الذکر کی محبت گہری ہے، جو آیت حب نبوی کے انطباق سے بہرہ ور ہے، دیوبند عہد بند ہے کہ محمد بن عبد اللہ الرسول ﷺ کی امانت ان کے فرزند محمد بن عبد اللہ المہدی کو بعینہ تفویض ہو۔

مجھے یہ اشکال تھا کہ دنیا کی قومیں دجال کو خدا کیوں کر تسلیم کریں گی؛ لیکن مذاہب عالم کی سرسری جانچ سے اشکال رفع ہو گیا، ہندوؤں کے لیے چمتکار کفایت کرتا ہے، یہ لوگ دجال کے خوارق کا آسان ترین اور فطری لقمہ ہوں گے، مغربی اقوام دین کے فیشن ایبل نسخے کو ترجیح دیتے ہیں اور دجال جدید ترین دریافتوں کا سرچشمہ ہو گا، یہودیوں کے لیے اس کا یہودی النسل ہونا یا ابتدا میں یہودی مفادات کے لیے کام کرنا حرف آخر ہو گا۔

دجال کی قبولیت میں سب سے بڑا کردار اسلاموفوبیا کا ہو گا، حضرت مہدی کی صورت میں اسلام تمام متوازی جہانوں کے لیے چیلنج بن جائے گا، دشمن قوتیں شکست خوردہ ہوں گی، اسلام کی اقدامی حیثیت بحال ہو چکی ہو گی، باطل روایتی دفاعی خول میں لرزاں وترساں ہو گا، قسطنطنیہ کی بازیافت کے بعد یورپ پر خطرات کے بادل گہرے ہوں گے، اس دوران جب ایک نئی طاقت اسلام کے خلاف برآمد ہو گی تو باطل کے ہفت اقلیم لبیک پکار اٹھیں گے، اسلام دشمنی میں وہ مذہبی زاویے کو غور وفکر کا موقع ہی نہیں دیں گے۔

"دجال واردات" تیار ہے، نیتن یاہو، بن گویر اور سموٹریچ دجال اپی سوڈ

کے ٹریلر ہیں، بن گویر جب یہ کہتا ہے کہ غزہ کو بھوکا مارو تو یہ دجال فتنے کی سب سے مکروہ کڑی یاد دلاتا ہے، دجالی ارتداد کا خاص ہتھیار فاقہ اور غذائی محاصرہ ہو گا، وہ اپنے منکرین پر بھوک مسلط کرے گا، غزہ کی غذائی لائنیں، طعام امیدواروں کے خالی برتن، پانی کے لیے ترستی زبانیں، کھانے کے انتظار میں لاغر ہوتے شکم، غذائی قلت سے نحیف ونزار جسم، بے خوراکی سے سوکھتے بچے اور انسانی ساخت کے قحط میں کراہتے غزہ کے ٹکڑے بخرے دجال حکومت کے مناظر ہیں۔

دجال سرکار میں بعینہ وہ ہو گا جو اس وقت غزہ میں ہو رہا ہے؛ لیکن غزہ نے "دجال مقدمۃ الجیش" کو آنکھیں دکھا کر نیک فال بنادی ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی امت دجال اکبر کے سامنے سرنگوں نہیں ہو گی، بھوک مع ایمان اور طعام مع کفر میں ان کا آپشن پہلا ہی ہو گا، وہ سر جھکانے کی جگہ سر دینا منظور کریں گے، ترغیب وترہیب کی کوئی حد ان کی وفاداری کو متاثر نہیں کر پائے گی، دجال کے تینوں ہرکارے نامراد ہیں خود دجال بھی نامراد ہی رہے گا۔

میلاد اور جشن میلاد

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۱۲ ربیع الاول ۱۴۴۷ھ ۵ ستمبر ۲۰۲۵ء

یوم ولادت اور آدابِ یوم ولادت اہمیت کا موضوع ہے، یہ ممکن نہیں تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ اسے ایڈریس نہ فرماتے، اس ضمن میں آپ کے واضح ارشاد نے دین اور مزاج دین کی درخشانی اور تابانی میں اضافہ کیا، فرماتے ہیں کہ پیر کا دن میرا یومِ پیدائش ہے اور اس کے لیے میں پیر کے دن روزہ رکھتا ہوں، یہ میلاد ہے اور یہی جشن میلاد ہے، دینِ اسلام کے "تہوار مزاج" سے ہم آہنگ۔

بدعت کی بد نصیبی یہ ہے کہ وہ بیشتر سراب پر پانی کا دعوی کرتی ہے، اس کا مبینہ پانی صاف اور شیریں ہے؛ یہ بعد کے مرحلے کی بحث ہو سکتی ہے، پہلی بات یہ ہے کہ خود پانی کا گمان خوش فہمی تک محدود نکلتا ہے، کتنے ہی مزارات کے بارے میں بتایا گیا کہ وہاں کوئی مدفون نہیں، ڈھونگ کی تاسیس کے چشم دید گواہ موجود ہیں۔

یہی ذہنیت شجرۂ بیعتِ رضوان پر حاوی ہو گئی تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے درخت اس لیے ختم کرایا کہ تعیین مشتبہ ہوئی، غیر متبرک سے تبرک مذاق ہے، شیعہ مزاروں کے باب میں بریلویوں کے استاذ ہیں؛ مگر ان کے تمام معروف

مزارات مختلف فیہ ہیں، سیدہ زینب کا مشہور مزار دمشق میں ہے؛ مگر قاہرہ والا ورژن بھی متداول ہے اور خوب بار آور بھی، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے تعلق سے تو دورائے کی گنجائش نہیں تھی؛ مگر کربلا کے ساتھ مصر میں روضۂ حسین کی سرمایہ کاری بھی نہایت نفع بخش رہی۔

مروجہ میلاد، اس میں جاری اضافے اور بے قابو تجاوز کا حکمِ شرعی ایک بحث ہے، اس پر زور آزمائی تاریخ بھی ہے اور تازہ بہ تازہ سالانہ مشغلہ بھی؛ لیکن تاریخ ولادت کی تحقیق اس سے زیادہ اہم ہے، اگر بارہ ربیع الاول تاریخ ولادت نہیں ہے تو دوسری بحث کی ساری قواعد زائد ٹھہری، مزید یہ جزم اور یقین ایک درجے میں افترا ہوگا، اگر تاریخ کے دوسرے دعوے درست ہیں تو بارہ ربیع الاول والوں پر مَن کَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا کی دفعہ متوجہ ہو سکتی ہے۔

میں مطالعے کا اہل نہیں، ماضی میں بھی پڑھنے لکھنے کا شغل نہیں رہا، نہیں جانتا کہ یہ بات پہلے کسی نے کہی ہے؛ تاہم جب سے یہ پہلو ذہن میں آیا سخت متوحش ہو گیا ہوں، ایسے موقع پر اللہ کا جواب مقرر ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھے ایسی خبر دیتے ہو جو میرے علم میں نہیں؛ جب کہ میں عالم الغیب والشہادہ ہوں؟ اس نوع کی بحث میں اہل علم کی روایت ہے کہ وہ احتمال کا سیاق اختیار کرتے ہیں اور حتمی تعیین کے بجائے اقوال بیان کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ پیدائش ایک علمی اور تاریخی بحث ہے، عہدِ

قدیم سے اس میں اختلاف رہا، دورِ جدید کی سائنسی تحقیقات اور فلکیاتی شواہد نے بارہ ربیع الاول کے موقف پر سوالیہ نشان لگا دیا ہے، آگے اس تاریخ پر اصرار حقائق سے منہ موڑنے جیسا ہے، ہم نے کرسمَس کی اتباع کی، کرسمَس والی صورت حال میں گرفتار ہوے، عیسائی محققین نے ثابت کر دیا ہے کہ ۲۵ دسمبر میلاد مسیح نہیں ہے، مزید دل چسپ یہ ہے کہ عیسائیوں میں بھی میلاد مسیح کا ابتدائی تین صدیوں میں کوئی نشان نہیں ملتا، اس جشن کے لیے ہم نے بھی بعینہ وقفہ لیا۔

یہ چیزیں عیسائیوں کو زیب دیتی ہیں، وہ دین کو تہذیب اور فیشن کے طور پر لیتے ہیں، تم کہاں ان کی نقل کے درپے ہوتے ہو؟ وہ تو حضرت عیسی علیہ السلام کی تصویر تک گئے ہیں، ہوش کے ناخن لو، مذہب اور تہذیب میں فرق پر متنبہ رہنا چاہیے، عیسائی فریب خوردہ ہیں یا تحریف زدہ، وہ خالق اور مخلوق کے رشتے کو بھی انسان اور انسان کے رنگ میں دیکھتے ہیں، آج کی میلاد بھی اسی التباس کی کڑی ہے، باہر بہرا کر دینے والا ساؤنڈ فعال ہے، میرے قریب پیلیس گراؤنڈ ہے جو بنگلور کا سب سے بڑا میدان ہے، کانگریس کے مسلم وزیر نے وہاں میلاد کا اہتمام کیا ہے، پانچ لاکھ افراد کی شرکت کے انتظامات ہیں، وزیر اعلی کی آمد متوقع ہے، سبز ووٹوں کے اس عظیم الشان مظاہرے کو عبادت کہنے کی جسارت کی جاتی ہے۔

فہرست⬆

الحمد للہ اسلام کو دیوبند جیسے ترجمانِ حق میسر ہیں، اس کی شفافیت اور نزاہت متاثر نہیں ہوگی، ہمیں دیوبند کی دولت بلا محنت ملی ہے؛ اس لیے قدر نہیں، میلاد جیسے افراط و تفریط کے مواقع ہمیں دیوبند کی اہمیت یاد دلاتے ہیں، مقامِ شکر ہے کہ اس نے ہمیں جامِ عشق بھی خالص عطا کیا، مرورِ دہر نے جو تلچھٹ بنادی تھی وہ بھی دیوبند کی چھلنی میں صاف ہوگئی۔

مگر تلواریں بنوامیہ کے ساتھ ہیں

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۱۳ ربیع الاول ۱۴۴۷ھ ۶ اگست ۲۰۲۵ء

اس وقت مغربی اقوام کے مابین فلسطین کی ہمدردی اور حمایت چوٹی پر ہے، تازہ تواریخ میں اس کی نظیر نہیں، فلسطین یکجہتی ہر سطح پر ہے، کھیل کے میدان، مظاہروں کی شاہ راہیں، فلمی تقریبات، پارلیمنٹ ہاؤسز، ٹی وی انٹرویوز غرض ہر پلیٹ فارم پر فلسطین حمایت کا سیلاب آیا ہوا ہے، ہر حلقہ اور اظہار خیال کا ہر عنوان نیتن یاہو پر لعنت بھیج رہا ہے، آج رائج الوقت فکر میں فلسطینی ہر دل عزیز اور ہر صہیونی مردود ہے۔

لیکن حمایت کا یہ طوفان زمینی اثر میں صفر ہے، قتل عام بدستور جاری ہے،

خون کے کھیل میں کوئی توقف نہیں، موت کے رقص کی ہر صبح خوفناک اور ہر رات خون آشام ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ دل حضرت حسین کے ساتھ ضرور ہیں؛ مگر تلواریں بنو امیہ کے ساتھ ہیں اور ایسی صورت حال میں حسینی خیمہ ماتم پر مکتفی ہو جاتا ہے، حسینی صف کو جذبات تک محدود پاکر اموی تلواریں ننگی اور بے حیا ہو جاتی ہیں، کربلا گذر جاتا ہے اور مبینہ حمایتی سینہ پیٹتے رہ جاتے ہیں۔

میں عمر کی پینتالیس بہاریں دیکھ چکا ہوں، اس میں تیس برس شعور کے ضرور ہوں گے، یہ عرصہ مظاہروں اور احتجاجوں کے عروج کا ہے، میں بھی اس قواعد کا گواہ ہوں، ملکی جلوس اور بیرونی مارچ سب پر نظر رہی، میری یادداشت میں ایک مظاہرہ بھی محفوظ نہیں جس نے فیصلے تبدیل کرائے ہوں، ہر وہ مظاہرہ جو پر امن والی سند رکھتا ہو وقت گزاری، نشستند گفتند برخاستند اور فیشن کے سوا کچھ نہیں۔

مظاہرے اس سے بڑھ کر متصور نہیں کہ ایک اتوار دس لاکھ یہودی نیتن یاہو کے خلاف سڑکوں پر تھے، پانچ لاکھ صرف تل ابیب میں، یعنی ملکی آبادی کا دس فی صد سراپا احتجاج تھا اور یہودی بچوں کی آبادی وضع کر دیں تو تناسب مزید بڑھے گا؛ مگر کوئی نتیجہ نہیں، بالکل رائیگاں اور لاحاصل، میں مانتا ہوں کہ جدید تاریخ میں چند ایک مظاہرے کام یاب ہوئے ہیں؛ مگر وہ پر امن نہیں تھے، مظاہرین نے گولیاں کھائی تھیں اور وہ سیدھے ایوان اقتدار پہنچے

تھے۔

متنبی نے مردوں والی بات کہی کہ اگر سیف الدولہ کو میری ضرورت پڑی تو مدد فرض عین ہوگی؛ مگر سینہ کوبی والا تماشا نہیں، سر بکف والی فدائیت پیش کروں گا، مغربی اقوام نیتن یاہو کے خلاف کھڑی ہوگئی ہیں؛ مگر پرامن فیشن کے ساتھ؛ نتیجہ سب کے سامنے ہے، اس وقت کا منظر نامہ دل چسپ ہے کہ پوری دنیا نیتن یاہو کے خلاف گفتار کی غازی ہے اور وہ خبیث سراپا عمل قتال، گویا انسانی قتل عام کے جواب میں زبانی جمع خرچ کو کافی سمجھا جارہا ہے۔

یورپ کے دل فلسطین کے ساتھ ہوگئے ہیں اور تلواریں ہنوز نیتن یاہو کے ساتھ ہیں، یہی ممالک یومیہ بنیاد پر اس بات کو یقینی بناتے ہیں کہ اسرائیل کو اسلحہ قلت کا سامنا نہ ہو، نیتن یاہو کو خوب معلوم ہے کہ یورپ زبانی طور پر جو بھی کہہ جائے، شام کو گھر واپسی کرے گا ہی، اسرائیل سیکیورٹی پر سمجھوتہ ممکن نہیں، وہ رسد جاری رکھے گا اور قتل عام کے لیے درکار ہتھیار بھی برابر فراہم کرے گا۔

پھر یورپ ہر لحاظ سے ثانوی ہے، اصل امریکہ ہے، حیرت انگیز ہے کہ امریکہ میں بھی بعینہ صورت حال ہے، عوام کی اکثریت فلسطین کے ساتھ ہے، مسیحی انتہا پسندوں کے علاوہ پورا امریکی معاشرہ غزہ کا غم خوار ہے؛ مگر حکمران اسرائیل کے شانہ بشانہ ہیں، امریکی حکومت کے سر فہرست لیڈران نیتن یاہو سے دس قدم آگے ہیں، صہیونی وفاداری میں حیا باختگی کی حد تک پاگل ہیں، غزہ قتل

عام کے لیے اب تک امریکہ بائیس ارب ڈالر اسرائیل کو دے چکا ہے، تقریب فہم کے لیے کہتا ہوں کہ پاکستان کی معیشت پندرہ ارب ڈالر پر گھوم رہی ہے اور یہ بہتری ہے، ورنہ پڑوس دو ارب کی آکسیجن پر بھی رہا ہے، جب دیوالیہ الارم گونج اٹھا تھا، شریف صاحب معیشت کو مناسب رفتار پر لے آئے ہیں، اس حوالے سے بائیس ارب ڈالر کے معانی سمجھ لیجیے۔

الحاصل! دلوں کی توجہ کافی نہیں، معرکے جذبات سے سر نہیں ہوتے، اس میں تلواروں کی حمایت درکار ہوتی ہے، جب تک کوئی تلوار نیتن یاہو کے راستے میں نہیں آئے گی وہ قتل عام کرتا رہے گا، ہٹلر اول کا انجامِ بد ہی ہٹلر دوم کا حل ہے اور اس کے لیے پر امن سے مبر اکارروائی مطلوب ہے۔

❍❖❍

دو نمازیں ایک وقفہ

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۱۴ ربیع الاول ۱۴۴۷ھ ۷ ستمبر ۲۰۲۵ء

کل جے پی نگر کی طرف جانا ہوا، یہ شہر بھر کو عبور کرنے کے مترادف ہے، نارتھ سے راست ساؤتھ، سہ پہر بارش غیر معمولی تھی جس کی وجہ سے عصر کی نماز متاثر ہوئی، برسات میں قدرے توقف ہوا تو مسجد تلاش کی جو کہ آسانی

سے مل گئی، بنگلور شہر میں آپ کہیں بھی پائے جارہے ہوں، کیسا ہی ہندو علاقہ ہو، مسجد پانچ سات منٹ کی رینج میں دستیاب ہے، گوگل رہنمائی کرتا ہے، شہر میں ٹو ویلر پر بھٹکنے والوں کا نماز اور جماعت کے باب میں عذر قابلِ قبول نہیں۔

اگر اہل شہر ظہر میں ایک وقت پر متفق ہو جائیں تو اجنبی نمازیوں کے لیے سہولت ہو، بنگلور میں ظہر کی جماعت کا وقت تبدیل نہیں ہوتا؛ لیکن دو وقت رائج ہیں: سوا ایک اور ڈیڑھ، جہاں جو وقت منتخب ہے دائمی ہے، تاہم یہ خیال بھی دینی کمزوری ہے، اجنبی شخص سوا بجے کے احتمال پر حاضر ہو جائے اور وقت جماعت ڈیڑھ بجے ہو تو پندرہ منٹ میں دنیا ہار نہیں جائے گا، میں فقیہ نہیں؛ لیکن خیال آتا ہے کہ ایسے وقت بعد والی سنتیں بھی پہلے ہی پڑھ لے، اب جماعت ختم ہوتے ہی اپنا راستہ پکڑ سکتا ہے، اگر حرج تھا تو ایک گونہ کم ہو گیا۔

یہ دین بیزاری ہے کہ ہم عین وقت تک گھر میں پڑے رہتے ہیں، اذان کی آواز پر مسجد کی تیاری سبقت نہیں، سبقت یہ ہے کہ مسجد آپ کے لیے کھولی جائے، اذان مسبوق ہو اور آپ سابق، اذان کے کلمات آپ مسجد میں رہ کر سنیں، مصروف لوگوں کا عذر قابلِ فہم ہو سکتا ہے، مدرس، فقیہ، محدث، مصنف، یا ملازم و تاجر وغیرہ خاص اور اضافی شغل والوں کی تاخیر سمجھ میں آتی ہے؛ لیکن جب میرے جیسا فارغ آدمی اذان تک گھر پکڑے رہے تو اس میں تاویل ممکن نہیں، یہ صاف صاف دین بیزاری ہے، متدین شخص کی علامت حدیث میں آئی

ہے کہ اس کا دل مسجد میں پیوست رہ جاتا ہے، وہ مسجد سے باہر ماہی بے آب ہے۔

بات بکھر گئی، میں عصر سے فارغ ہوا تو مغرب میں بیس منٹ رہ گئی تھیں، واپسی کا آپشن برا نہیں تھا کہ راہ میں مساجد کی کمی نہیں؛ لیکن پھر دس منٹ بعد نئی مسجد کے لیے گوگل کو زحمت دینا اچھا چناؤ نہیں ہوتا، مسجد ہی میں وقت گزاری کی اور مغرب کے بعد واپسی کی راہ لی، یہ جمع بین الصلاتین ہے، یعنی ایک وقفہ اور دو نمازیں، عہد نبوی کے اسفار میں وقفے آسان نہیں تھے، وقت طلب اور دشوار گزار، یوں دو نمازوں کے لیے ایک لنگر اندازی اختیار کی جاتی تھی، نمازیں اپنے وقت پر ہی ادا ہوتی تھیں۔

نماز اور وقت نماز اہمیت کو مساوی طور پر شئیر کرتے ہیں، وقت کی اہمیت میں سیندھ لگانا دین کے نظامِ عبادت کی بیخ کنی کرتا ہے، حنفیہ زیادہ بالغ نظر ہیں کہ اعذار پر بھی راضی نہ ہوے، دیگر ائمہ نے اعذار سے تساہل کا دروازہ کھول دیا، ایسا کرنا تھا تو حرجِ واقعی کی قید لگاتے، دہلی میں ایک بیرونی مہمان کے پاس تھا نماز کا وقت ہوا تو اس نے عصر بھی پڑھی، حوالہ امام شافعی کا تھا، فائیو اسٹار ہوٹل میں بے شغل انسان کے لیے جمع بین الصلاتین کی کیا تک ہو سکتی ہے؟ یہ تفقہ نہیں ہے، حنفیہ کی گہرائی کو سلام کہ قصر کی عزیمت پر مصر ہیں، نہیں کہتے کہ سفر نے چار کی تنصیف کی، ہرگز نہیں، سفر میں نزول ہی دو رکعات کا ہوا ہے، آپ چار نہیں پڑھ سکتے، یہاں حرج واقعی دیکھنے کی ضرورت نہیں ہوئی، سفر اور مشقت سفر نے کوئی

تخفیف نہیں کی ہے، فرض ہی دو رکعات ہیں۔

انجینئر مرزا کے فتوے نے دین کی ریڑھ کی ہڈی پر وار کیا، وہ کہتا ہے کہ بلاعذر بھی جمع بین الصلاتین جائز ہے، بارش اور بیماری کے بغیر اپنے گھر پر دو نمازیں ایک ساتھ پڑھو، پھر کہتا ہے کہ میں حدیث بیان کرتا ہوں، یہاں وہ بخاری و مسلم کی حدیث پیش کرتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ میں بغیر کسی عذر کے دو نمازیں ایک وقت میں پڑھیں، یہ وہ بات ہے جسے امت قبول نہیں کر سکتی کہ اس کے وہ معنی جو انجینئر کے شرارتی ذہن میں ہیں نظام دین کا استیصال کرتے ہیں اور نصوص قطعیہ سے متعارض بھی ہیں۔

مگر انجینئر دین میں سنگین انار کی متعارف کرانے پر مصر ہے، اہل علم نے جو توجیہ کی ہیں مرزا ان پر بہ تکلف بے چشم ہو جاتا ہے؛ حالاں کہ منسوخ والی بات اہم ہے اور جمع صوری والی تاویل تو بہت ہی متاثر کن ہے؛ کیوں کہ وہ منصوص ہے، ابن ماجہ کی حدیث میں تصریح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ میں ظہر کو اخیر وقت تک موخر کیا اور عصر کو اول وقت تک مقدم، اسی طرح مغرب کو موخر اور عشاء کو مقدم، دل چسپ نکتہ یہ ہے کہ اس حدیث کے راوی ابن عباس ہیں اور معلوم ہے کہ بے عذر جمع والی حدیث بھی حضرت ابن عباس ہی سے مروی ہے، انجینئر اس تشریح حدیث بالحدیث سے کنی کاٹتا ہے یا بے علمی کی وجہ سے نارسا ہے۔

فہرست

یہاں ایک دیگر اہم نکتہ اور ہے، چھوٹا منہ بڑی بات ہو جائے گی؛ مگر فنی لحاظ سے ترجیحی بنیاد پر لائق توجہ ہے، اس سے میرا اشارہ یہ ہے کہ قطعی نصوص سے متعارض اس قسم کی صریح روایت اگر قوی الاسناد ہے تو وہ معلل قرار پاتی ہے، فن حدیث میں ایک مقام آتا ہے جب ماہر بے بس ہو جاتا ہے، سند بے غبار ہوتی ہے؛ مگر متن نصوص قطعیہ سے متصادم ہوتا ہے، ایسی صورت میں حدیث کا سنار ذاتی طور پر مطمئن ہو جاتا ہے کہ اس حدیث میں علت ہے، گو کہ وہ علت کی وضاحت نہ کر سکے، میں بہت چھوٹا ہوں؛ مگر یہ حدیث میرے علم میں آئی تو پہلا تاثر یہی تھا کہ حدیث یقیناً معلل ہے، گو کہ علت مجھے معلوم نہیں۔

❍❖❍

قطر میں اسرائیل نے ٹرمپ کی ناک کاٹ لی

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۱۸ ربیع الاول ۱۴۴۷ھ ۱۱ ستمبر ۲۰۲۵ء

امریکی صدر کا بیان سو فی صد سچا ہے کہ اسے حملے کا پیشگی علم نہیں تھا، یہ بیان ایک مخمصے کی کھڑکی ہے، اگر وہ ساکھ بچانے کے لیے جھوٹ بولتا تو کریلا نیم چڑھا تھا، بہترین دوستوں سے فارغ ہوتا، اس نے صدق گوئی کا آپشن لیا اور اپنی عزت کی نیلامی کرائی، یوکرین میں یومیہ رسوائیوں کے بعد اسرائیل نے صدارتی

مصداقیت میں ٹھپہ چسپاں کر دیا، سپر پاور کرسی عار بن گئی، دوست مار کھائے اور آپ تماشا دیکھا کریں، آگاہی کی زحمت بھی نہیں۔

وضاحت کا متن کتنے ہی بین السطور کا نقیب ہے! مثلاً یہ جملہ کہ جان کاری ملتے ہی میں نے قطر کو فوری طور پر مطلع کیا، یہ ایک بے وقعت، کس نمی پرسد اور مجبور انسان کی زبان ہے، نیتن یاہو کو اپنی پوزیشن کا بالکل درست ادراک ہوا ہے اور وہ ٹرمپ کو سرِ بازار ننگا کر کے رہے گا، ٹرمپ نے امیرِ قطر سے کہا کہ دوبارہ یہ حرکت نہیں ہوگی؛ مگر اسرائیلی میڈیا میں گردش ہے کہ اگر قیادت بچ گئی ہے تو حملہ دہرایا جائے گا۔

گذشتہ ہفتے ٹرمپ جن امریکی ارب پتیوں سے بھیک مانگ رہا تھا وہ سب یہودی ہیں، نیتن یاہو کے چشم وابرو کے غلام، اس نے قطر میں ٹرمپ کو بتا دیا ہے کہ: ہم سے زمانہ خود ہے زمانے سے ہم نہیں، دوحہ ایڈوانچر کے بعد سے ہنوز ٹرمپ منہ دھوتا پھر رہا ہے، راجدھانی کے ایک ریسٹورنٹ میں چند خواتین نے روبہ رو ذلیل کیا، اس نے بے بسی کے الفاظ کہے، توازن کے متلاشی جملوں میں وہ بہکا بہکا نظر آتا تھا، یہ کوئی تعبیر ہوئی کہ میں دوحہ واقعے کو لے کر پرجوش یا پر مسرت نہیں ہوں، یہ عبث عبارت ہے، اسی طرح یہ بھی مجبورانہ بات ہے کہ صورت حال اچھی نہیں ہے، دنیا ٹرمپ کی بولڈ اور بیباک زبان جانتی ہے وہ ان کمزور کلمات کے معانی ضرور ڈھونڈے گی۔

فہرست⬆

روسی صدر کے ہاتھوں رسوائی اٹھاتے اٹھاتے ماند ہو ہی رہا تھا کہ دوحہ میں دن دہاڑے بمباری نے اس شبیہ کو موضوع مذاق بنا دیا جس کی نمائش وہ موقع بے موقع لازما کرتا ہے، طاقت کی علامت، خوف کا استعارہ، ڈر کا نام؛ یہ خود ساختہ پہچان، خود تعریفی بیانیہ دوحہ کے غولوں میں اڑ گیا، سوال یہ نہیں کہ اسرائیل نے مارا، اہم یہ ہے کہ خطے میں خاص الخاص ساتھی پٹا، جو مشرق وسطی میں امریکہ کی سب سے بڑی فوجی چھاؤنی کا میزبان ہے اور امریکی حوالے پر مارا گیا، وہ ٹرمپ ہی کے فارمولے پر غور کر رہے تھے، اسے کہتے ہیں مادر زاد ننگا کر دینا۔

نیتن یاہو کی دوحہ ضرب نے امریکیوں کو یاد دلایا ہے کہ مفاد صرف یہودی ہوتا ہے، امریکی مفادات جیسی کوئی چیز ایگزسٹ نہیں کرتی، وائٹ ہاؤس آفیسر درست طور پر ٹھگا محسوس کر رہے ہیں، حتی کہ اسرائیلی اہداف کی راہ میں آنے والی امریکی سیکیورٹی بھی کمپرومائز ہو گی، امریکہ کی ناک خاک آلود کی جائے گی اور اسے چپ چاپ سہنا ہو گا، صدر ٹرمپ کا مذاکرات راگ نیتن یاہو کو پسند نہیں تھا، ٹرمپ چغد اشاروں کے فہم میں قاصر ثابت ہوا تھا، نیتن یاہو نے بلیک بورڈ پر تفہیم کی، ہمارے نقطۂ نظر سے اچھا ہی ہوا، دورِ مذاکرات تمام ہو گیا، گفتگو کی روایت خود اسرائیل نے دفن کر دی، آگے بہت کچھ ہو گا، بس مذاکرات نہیں ہوں گے، عسر میں یسر کی یہ عمدہ مثال ہے۔

فہرست⬆

دوحہ زلزلے کے بعد وہاں کے وزیر کی بات بہت ہی احمقانہ تھی کہ قطر ثالثی کرتا رہے گا، یہ صدی کی سب سے ذلیل گفتگو ہے، متوقع بیانیہ یہ تھا کہ مذاکرات کی تھیلی ٹرمپ کے منہ پر دے مارتے، مذاکرات کی اب کوئی تک ہے؟ حماس کو بھی ٹرمپ ضمانت کا اصرار ہمیشہ رہا، کیا دوحہ کے بعد ٹرمپ گارنٹی جیسی کوئی چیز ایگزسٹ کرتی ہے؟ بے شک قطر جانب دار تھا؛ مگر وہ کام تو امریکی ہم آہنگی میں کر رہا تھا، پھر یہ امریکی مہم پر وار کیوں کر نہیں؟

ٹرمپ کی ناک کٹی ہے؛ لیکن ظاہر ہے کہ قطر تو پورا زد میں آیا، وہ ملک جس نے جاسوس پکڑ کر وشو گرو کے حواس خراب کیے تھے، جس کے سرمایے سے برطانیہ پر بہار ہے، جس کی معیشت پیمانہ ہے، جس کی قامت دیکھنے والے ٹوپی بھول جاتے ہیں وغیرہ وغیرہ اس کی عزت خاک ہوئی، اعتبار مجروح ہوا، ناموس زمین بوس ہوئی، خود مختاری مذاق بنی، قطر کے سامنے رد عمل کے علاوہ آپشن نہیں، میں یہ باتیں اپنی رائے کے خلاف کرتا ہوں، محض منظر نامے کی رو میں، ورنہ میرا خیال ہے اسرائیل کا کچھ نہیں ہوگا، وہ چاروں طرف مارے گا، نیتن یاہو پاگل ہو گیا ہے، ہم اشراط الساعۃ میں جو ڈھونڈ رہے ہیں اسے تلمود اور توریت میں مل گیا ہے، وہ اس درجہ پر اعتماد ہے کہ اب تاخیر کا متحمل نہیں اور اغلب یہ ہے کہ اس کا اندازہ غلط نہیں ہے۔

نیتن یاہو نے ٹرمپ کو اردگان کے خلاف اکسایا تھا؛ مگر ٹرمپ نے الٹا

جواب دیا تھا، اس وقت ٹرمپ دوسری میعاد کے تازہ نشے میں تھا، اب جب کہ نیتن یاہو اس کا سافٹ وئیر اپڈیٹ کر چکا ہے تو ترکی کے پاس وقت زیادہ نہیں ہے، آج نیتن یاہو نے حجے کر کے کہا ہے کہ جو ممالک بھی حماس قیادت کو پناہ دیں گے ہم ان ملکوں میں دوحہ طرز کی کارروائی کریں گے، سب جانتے ہیں کہ قطر کے بعد اردگان کا ترکی وہ ملک ہے جہاں یہ لوگ آمدورفت رکھتے ہیں اور رہائش بھی۔

قطر میں مسلم امہ کا اجتماع

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۲۰ ربیع الاول ۱۴۴۷ھ ۱۳ ستمبر ۲۰۲۵ء

اتوار پیر کو مسلم ممالک کے سربراہان دنیا کے سامنے اجتماعی رسوائی کے لیے جمع ہونے جارہے ہیں، ان کو انفرادی سطح پر ایکسپوز ہونا کافی نہیں ہوا، اب "مرگِ انبوہ جشن دارد" کے آرزومند ہیں، پرسوں کے اجلاس کا ایجنڈا اس درجہ طے شدہ ہے کہ اگر کوئی "نامحرم" (مثلا پاکستان، ترکی، ایران) جوش میں عملی بات پکڑ بیٹھا تو یہ اسٹیج پر دست وگریباں ہوں گے، اسلامی ممالک دور زوال کے پورے طور پر نمائندے ہیں: غیروں کے لیے نرم، اپنوں کے تئیں سخت، صدام حسین اور معمر قذافی کے دور میں عرب عماموں کے پیچ بر سر اجلاس بکھر جاتے

تھے، فکر والم سے معنون نشست کو چۂ شور میں بدل جاتی تھی۔

نیتن یاہو اقوام متحدہ میں ایک سو بیالیس ملکوں کے مخالف ووٹوں پر "خندہ زن" ہے، بین الاقوامی برادری کی فلسطینی تگ ودو کو "بازیچہ اطفال" کے طور پر لیتا ہے، اقوام متحدہ کی آبروریزی متواتر کرتا ہے، ان سطور کی تسوید کے وقت منظور ہونے والی فلسطین قرار داد نیتن یاہو نے "جوتے کی نوک" پر رکھی ہے، یعنی: "آسماں لائے ہو زمیں پر رکھ دو"، مسلم ورلڈ اتنا کم ظرف کیسے ہو گیا؟ چند سانسوں میں پھولنے اور بھولنے والا!؟ وہ تمہارے قدیم الزمان ملکوں کی عصمت تار تار کر رہا ہے، تم ایک فلسطین بنا کر کس تیر کی بات کر رہے ہو؟ قائم اور تسلیم شدہ خود مختار ملک محفوظ نہیں فلسطین بن بھی گیا تو اس کا اچار ڈالنا ہے؟

جنھیں ہنوز یہ اصرار ہے کہ قطر حملہ ٹرمپ کی ملی بھگت ہے وہ نیتن یاہو کے اسرائیل کو نہیں جانتے، دوحہ یورش کی جزئیات سے انکشاف ہوا کہ نیتن یاہو وایا واشنگٹن تک محدود نہیں ہے، اسے امریکی صدر سے اجازت نامہ درکار نہیں ہوتا، وہ امریکی سہولیات تک راست رسائی رکھتا ہے، جب وہ قطر پر حملہ کرے گا تو قطر میں موجود امریکی تنصیبات کو بلاواسطہ احکامات دے گا اور وہاں موجود افسران ان کی فرماں برداری پینٹاگون کی طرح کریں گے، گویا امریکی صدر کی خصوصیت نہیں، ہر امریکی اہل کار جانتا ہے کہ اسرائیل ہی آخری آقا، حاکم، مالک اور ولی نعمت ہے۔

فہرست

یہ بحث زائد ہے کہ مسلم ممالک کیا کر سکتے ہیں، مدعا یہ ہے کہ وہ کچھ کرنا نہیں چاہتے، "گوشۂ قفس کا آرام" ان کی معراج ہے، حلوہ کھانے والے "جندب" جمع ہیں، "جساس بن مرہ" ندارد ہیں، دوحہ حملے کے بعد اگر سیسی کا بیان یہ ہے کہ وہ ثالثی جاری رکھے گا تو یہ حد ہے، امت اور بڑا خبیث پیدا نہیں کر سکتی، قطر زلزلے کے بعد مصر اسرائیلی گیس سودے کے بارے میں فکر مند ہے، یہاں یہودی دست درازی کا قضیہ دفن ہو جاتا ہے، یہ غلام اور آقا کا معاملہ ہے، دو ملکوں والی بات نہیں ہے، غلام بھی کم بخت زر خرید نہیں، برعکس ادائیگیاں کرتے ہیں، کھربوں کا چندہ تازہ بہ تازہ ہے، لطف یہ کہ اسی عہد پر نسلِ نو جنم لیتی ہے، عبودیت بھی پشتینی ہو گئی ہے۔

اسرائیل خوراک میں خود کفیل نہیں، پچپن فیصد غذائی اجناس کے لیے بیرون پر منحصر ہے، گندم جیسی بنیادی چیزیں تقریباً سو فیصد درآمد کرنے پر مجبور ہے، بیشتر اشیاء سمندری راستے سے آتی ہیں، یہ بحری جہاز ترکی، یمن اور مصر کے ساحلوں، بندرگاہوں اور بحری حدود سے گذرتے ہیں، یعنی اسرائیل کا کھانا مسلم ممالک کی نگرانی میں سفر طے کرتا ہے اور پھر اس کھانے سے پلنے والے کتے مسلمانوں پر کھانے کی پابندیاں لگاتے ہیں اور انھیں بھوکا مارتے ہیں، بے شک ان مسلم ممالک کے پاس اسرائیل کی خوراک رسد روکنے کی طاقت نہیں؛ مگر گفتار سے بھی گئے، ایران سے سبق لے سکتے ہیں، اس کی باتیں بھی تو صہیون کو بے

آرام رکھتی ہیں، ہمارے لوگ برامان جائیں گے؛ لیکن حقیقت ہے کہ اگر یہ حملہ تہران پر ہوتا اور اسرائیلی رسد کا راستہ کہیں ایران کے ارد گرد ہوتا تو اسرائیل کو آٹے دال کا بھاؤ معلوم ہو جانا تھا۔

فضائی، بحری اور بری حدود کی بندش کوئی اشتعال نہیں ہے، قومی مفاد میں یہ اقدام کتنے ہی ملکوں نے اٹھائے ہوئے ہیں، بڑے بڑے وشو گرو قیمت چکا رہے ہیں، کمپنیاں دیوالیہ ہو رہی ہیں، چہار سو عربوں سے محصور "تاریخ کا فضلہ" آزاد کیوں رہے؟ آپ ایک غلاظت کے سامنے گھر کا دروازہ بند کر رہے ہیں، اس میں اکسانے والا زاویہ کہاں ہے؟ ترکِ تعاون بھی کوئی جرم ہے؟ پھر یہ تو جرم سے عدم تعاون کا قضیہ ہے، خیر! اسے جانے دیں، سفارتی تعلقات اور سفیروں کی واپسی تو عہد جدید کی مہذب روایت ہے، یورپی ممالک غزہ کے لیے اسرائیل کو یہ مشکل وقت آئے دن دے رہے ہیں، مسلم ممالک یہ فیصلہ کیوں نہیں کر سکتے؟

اگر پرسوں جملہ مسلم ممالک اسرائیل سے ہر نوع کا تعلق ختم نہیں کرتے ہیں تو وہ "غریب کی جورو سب کی بھابی" کا مصداق ہیں اور بحیثیت دیور اسرائیل کو حق پہنچتا ہے کہ چھیڑ چھاڑ کرتا رہے، عصمت دری بھی اور بالجبر رو سیاہی بھی، جغرافیائی لحاظ سے ہم ایسی جگہ رہتے ہیں جہاں مسلم ممالک کے ادبار کا راست اثر پڑتا ہے، ایک مسلم ملک کے پٹنے پر مقامی درندے مزید ننگے ہو جاتے ہیں، دور افتادہ مسلمان اگر تلخ نوائی کرتے ہیں تو وجہ بھی رکھتے ہیں۔

فہرست

صدقہ ایک یومیہ مینٹیننس

محمد فہیم الدین بجنوری

۱۴ ستمبر ۲۰۲۵ء

صدقہ یومیہ حصار ہے، سالانہ جزیہ، ماہانہ ادائیگی یا ہفتہ وار نیاز نہیں، رات ہوتے ہوتے ایکسپائر ہو جاتا ہے، كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ، کل جو فرشتے آپ کی حفاظت پر مامور تھے وہ آج دوسری جگہ تعینات ہیں، تحفظ اور سلامتی کی قیمت بھی ہے اور درخواست بھی گزارنی پڑتی ہے: يَسْأَلُهُ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ، صدقہ دونوں کا نمائندہ ہے۔

ان کے یہاں مالیت ثانوی درجہ رکھتی ہے، جذبہ اولی حیثیت میں دیکھا جاتا ہے، اس لیے وہ کہتے ہیں کہ کوئی بھی مقدار قبول ہے، شیء کے مادے میں تقلیل ہے، پھر نکرہ لایا گیا: (وَمَا أَنفَقْتُم مِّن شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ ۖ وَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ)(سبا:۳۹)، استطراد کرتے ہوے کہتا ہوں کہ صدقے کا بدلہ دنیا میں لازما ملتا ہے، بخلاف آخرت پر منطبق نہیں، پھر وھو خیر الرازقین ناقابلِ تردید قرینہ موجود ہے۔

یہ کمیت کی انتہا ہے، ہندوستان میں آخری حد ایک روپیہ ہے، سکۂ رائج الوقت کی ٹھیک بسم اللہ، یہاں نادار ایکس پوز ہوتے ہیں، جب انھوں نے ایک

فہرست

روپیے کا بھی ٹوکن رکھا ہے تو عذر کیسا؟ معیشت کا ان کا اپنا فلسفہ ہے، وہ اس کی سائیکل کو مقامی کفالت دینا چاہتے ہیں، پھر میں نے عرض کیا کہ مالیت اول نہیں، جذبہ اہم ہے، ان کو خوشی ہوتی ہے کہ آپ نے سیکیورٹی کی درخواست دی، یہاں درجات کے تفاوت کو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیے، نادار کا ایک روپیہ صدقِ نیت ہے، جب کہ امرا کا ایک روپیہ خدا کی سیکیورٹی کی توہین ہے۔

بہت بہتر ہے کہ یومیہ مینٹیننس کا اہتمام علی الصباح ہو، میرے شیخ ومرشد حضرت الاستاذ مفتی عبد الرحمن صاحب قاسمی دامت برکاتہم بنگلور تشریف لائے ہوے تھے، فجر کی نماز یشونت پور کی جامع مسجد میں ادا ہوئی، بعد از فراغ مسجد سے نکلتے ہوے آپ نے دروازے پر موجود سائلین کو نوازا، یہ ہماری برادری کے لیے سبق آموز بھی ہے، جو اپنے تئیں مصرف صدقہ بن گئی ہے، صدقہ گزاری ہر شخص سے مطلوب ہے اور جب رقم کی تحدید نہیں تو کم مال والا بھی معذور نہیں، یہ ذاتی مینٹیننس ہے اور ہر انسان کی ذات سے انفرادی حیثیت میں مخاطب ہے۔

دوحہ نمائش

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۲۳ ربیع الاول ۱۴۴۷ھ ۱۶ ستمبر ۲۰۲۵ء

ہمارے یہاں بی جے پی جبر کے پسِ منظر میں نوجوان طبقہ بھرا بیٹھا ہے، ہر نئے آزار پر دل مسوس کر رہ جاتا ہے، جذباتی ہیجان کے درمیان جب احتجاجی نشریہ نظروں سے گذرتا ہے تو ضبط ٹوٹ جاتا ہے، سوشل میڈیا غازیوں نے لیٹر پیڈ کو گالی بنا دیا ہے، ادھر بی جے پی سانس نہیں لیتی، ادھر ہمارا قومی لیٹر پیڈ حرکت کے لیے مجبور ہوتا ہے؛ حتی کہ یہ لفظ موجب عار اور واجب الاحتراز ہو گیا ہے، لیٹر پیڈ کی جو حیثیت اشتعال، رد عمل، طنز اور تضحیک کے حوالے سے دیسی چوپال میں بن گئی ہے، عرب فورمز اور مشرق وسطی مباحثوں میں مذمتی بیان نے وہی رتبہ بنالیا ہے، جس طرح ہمارے نوجوان لیٹر پیڈ سے حساب برابر کرنے کے فراق میں ہیں ٹھیک اسی طرح عرب نوجوان مذمتی بیان کو سولی پر دیکھنا چاہتے ہیں۔

ٹائمس آف اسرائیل نے دوحہ کانفرنس کی سرخی میں درست تعبیر چنی تھی، وہ پرسوں ہی سے اس کے عنوان میں مذمتی کانفرنس کے الفاظ استعمال کر رہا تھا، یہ فقط تعبیر کی درستگی کا قضیہ نہیں ہے، کوائف کے صحیح مطالعے کا معاملہ ہے،

فہرست

اخبار کا چشمہ مقررہ اجلاس کی سرگرمیاں دیکھ رہا تھا، کہنا چاہیے کہ وہ پسِ منظر کا تخلیق کار ہے؛ اس لیے پیشِ منظر کی تصویر کشی کر سکتا تھا، وہ تمام مراحل کی کوریج میں پر سکون رہا، گویا معمول کی مشقیں تھیں، خانہ پورا ہو گیا، نشستند گفتند اور برخاستند ضروری ہو گیا تھا، انجام پا گیا، کل امریکی وزیر خارجہ ان لیڈروں کو قطر راجدھانی میں ریپلیس کرنے والا ہے، صورت حال کا جائزہ ہو گا، کوئی تشویش ہوئی تو دور کی جائے گی، لائحہ عمل کو فائنل ٹچ ملے گا، غیر ضروری طور پر نیتن یاہو کی تسلی کی جائے گی، غیر ضروری اس لیے کہ وہ اجلاس کی سرے سے بریفنگ نہیں چاہتا، اس کے پاس فضول وقت نہیں۔

یہ تو معاصر میڈیا کی نشریات ہیں؛ لیکن تاریخ کا بیانیہ کیا ہو گا؛ یہ بھی دل چسپ ہے، اس میں ہماری قومی ناموس مضمر ہے، پچاس سے زائد اسلامی ممالک اسرائیلی جارحیت کی روک تھام کے لیے جمع تھے اور اسرائیل عین اسی وقت غزہ کے بے سہارا، بے قصور، عام شہریوں پر بمباری کر رہا تھا، ان کے فلک بوس رہائشی ٹاور زمین بوس ہو رہے تھے، لاکھوں لوگ بے گھر کیے جا رہے تھے، کلمۂ توحید کے وفادار خاک وخون میں ڈبوئے جا رہے تھے، خلاصۂ ایمان خطے کو سرخ نہر میں تبدیل کیا جا رہا تھا، خوراک کی بہتات کے عہد میں فاقوں پر مجبور کیا جا رہا تھا، اس انتخابِ امت کو عیانا و بیانا ہولوکاسٹ سے گزارا جا رہا تھا، یہ سب ہو رہا تھا اور ہمارے حکمران مذمتی اعلامیے کو معراجِ مزاحمت سمجھ رہے تھے۔

فہرست⬆

ماحول کے زیرِ اثر کانفرنس اعلامیے میں اسرائیل سے سفارتی اور اقتصادی تعلقات پر نظر ثانی کی بات کہی گئی ہے، یہ طفل تسلی ہے، نظر ثانی جیسی کوئی چیز وجود نہیں رکھتی، یہ محض چور راستہ ہے، تعلقات ابھی ختم کرو، مکمل بائیکاٹ، اسپین کے وزیر اعظم کی تقریر سے موازنہ کریں، وہ کہہ رہا تھا کہ اسرائیل کو روکنے کے لیے اسپین کے پاس نیوکلیئر ہتھیار نہیں؛ لیکن اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ ہم ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے رہیں، پھر اس نے اسرائیل سے تجارتی تعلقات ختم کرنے کا اعلان کیا، ایک فوجی سودا زیر عمل تھا اسے فوری طور پر منسوخ کر دیا، سورۂ توبہ کی حسرت تازہ ہو گئی کہ سامان سفر مہیا نہیں؛ مگر دل تبوک کی راہ میں معلق ہیں، واقعی مسیحیوں میں انسانیت ایک گونہ باقی ہے، وہ غزہ کے غم میں شریک ہیں، آج مغرب میں جو تناسب غزہ غم خواری کا ہے، مسیحیت کا تناسب بس اتنا ہی ہے، باقی مسیحی لباس میں صہیونی جانور ہیں۔

عالمِ اسلام کی سربلندی کا روڈ میپ نہایت سادہ اور عملی ہے؛ مگر حکمرانوں کی کم نگاہی، بزدلی اور نفاق نے اسے اوجھل رکھا ہے، اگر خلیجی ممالک چار ملکوں: مملکتِ خداداد، ایران، مصر اور ترکی میں سرمایہ کاری کا سیلاب انڈیل دیں، یورپ اور امریکہ سے انویسٹ منٹ انخلا کر لیں اور ان چار مسلم ملکوں کے شہری اور فوجی سیکٹرز میں انویسٹ منٹ تک محدود ہو جائیں تو یہ بلاک مغربی اور روس-چین بلاک کے مساوی نہیں ہو گا، دونوں پر بھاری ہو گا، اصل پیسہ ہے، امریکی معیشت

کی ٹانگیں کانپ رہی ہیں، امریکہ پر ممکنہ عذاب کی بسم اللہ معیشت ہی سے ہو گی، پیسہ اور ضمانتِ پیسہ صرف خلیج میں ہے؛ مگر یہ دن کے وقت کا خواب ہے اور تکوین کو بھی یہ منظور نہیں، دوحہ کارگزاری کے بعد بھی اگر ہم قربِ مہدی کی بات نہ کہیں تو پھر کیا کہیں؟

عرب لیگ کے اب تک پچاس اجلاس ہو چکے ہیں، کل کا اجلاس مختلف نہیں تھا، وہی مذمت، وہی زبانی جمع خرچ، ہاں آپ قذافی کو مس کر سکتے ہیں، مسلم امہ کا ردعمل آپ نے دیکھ لیا، اب اسرائیلی ردعمل کے لیے تیار ہو جاؤ، نیتن یاہو امت کو سانس لینے کی مہلت ہر گز نہیں دے گا، اگلا شغل تہران میں متوقع ہے اور شاید عنقریب، نیز ترکی بھی سرِ فہرست ہے، نیتن یاہو کی قیادت والی دنیا آئندہ چند ماہ میں نئے جنگی محاذ دیکھنے والی ہے، اس وقت صرف دو مسلم ملک اس ادراک میں

بالغ ہیں: ایران اور ترکی، دونوں ہی اسرائیلی یلغار کے جواب تیار کرنے میں مشغول ہیں، اسرائیل پڑوس میں ترکی ہیبت کا تحمل نہیں کر سکتا، اسرائیل اور مغربی اقوام ایران کے میزائلوں کی رینج نہیں دیکھ سکتیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ شمع قدس کے پروانوں کو اسرائیل کا وجود کسی بھی صورت قبول اور منظور نہیں ہو گا، ناگزیر جنگوں کے پھنسے ہوئے ان پیچوں میں آپ دنیا کا اور بالخصوص مشرق وسطی کا امن وامان بہ خوبی دیکھ سکتے ہیں۔

معاہدہ سرپرائز

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۲۶ ربیع الاول ۱۴۴۷ھ ۱۹ ستمبر ۲۰۲۵ء

ہمارے صاحب کے ڈراؤنے خواب جاری ہیں، ریاض کے رخ کی اچانک تبدیلی اور وہ بھی ایک سواسی ڈگری زود ہضم ہے نہ خوش گوار، یہ چائے فروش کی غیر حقیقی پالیسیوں کا بالکل فطری انجام ہے، آپ دو پیمانے ایک ساتھ مینیج نہیں کر سکتے، بیرونی عباؤں سے ہم آغوشی اور اندرونی جبوں کی پامالی تادیر مینٹین نہیں ہو سکتی، میڈیا کا گلا دبانا سود مند نہیں، سوشل میڈیا باغی ہے، انڈیا کے بیس کروڑ مسلمان وطن عزیز کا اثاثہ ہو سکتے تھے؛ مگر آپ نے محض سیاست کے لیے انھیں نحوست کے تاثر میں رکھا، چند انتہا پسندوں کی غلامی میں ترپ کے پتوں کا سودا کیا، جو ملک کے لیے امن، سفارت اور خوش حالی کے سفیر بن سکتے تھے انھیں دیوار سے لگا دیا، اب طوطے اڑ رہے ہیں تو بھگتو؛ لیکن خبر دار جو ادھر ادھر کی ہانکی، آشیانے کو آگ تم نے خود لگائی ہے، ایک وقت تمہارے غنڈوں کی برپا کردہ گھر واپسی فرعونیت نے بیس کروڑ نفوس کے لیے ارتداد کو شرطِ وفا کے مترادف بنا دیا تھا۔

دنیا نے اس دو ملکی معاہدے کا بھرپور نوٹس لیا ہے، خارجہ پالیسی گلیارے

فہرست⬆

جائزوں میں جٹ گئے ہیں، یہ کوئی سادہ واقعہ نہیں ہے، چین اور روس کے متبادل سے نبرد آزما ٹرمپ کے لیے نیا دردِ سر ہے، جس طرح ہمارے صاحب کی بد نیتی ملک عزیز کو مخمصوں سے دوچار کر رہی ہے، ٹھیک یہی کردار نیتن یاہو ٹرمپ کی عصمت دری میں متواتر نبھا رہا ہے، آج ٹرمپ کی نیتن یاہو کو نذر کی گئی جو گالی لیک اور وائرل ہوئی ہے، بہت ہی مزیدار ہے، اس کا اردو ترجمہ یقیناً بد تہذیبی اور فحاشی ہے؛ مگر انگلش تعبیر میں کوئی برائی نہیں، تاہم اس کا وہ ترجمہ ملحوظ ہو جو میرے گاؤں کے فارغ لوگوں کی تفریح ہے، اس کے گوگلی مہذب ترجمے نہ کیے جائیں، اس نے یہ جملہ بولا ہے: "He is fucking me" اگر کوئی اس کے دیسی ترجمے تک پہنچ گیا تو ہفتہ دو ہفتہ انجوائے کر سکتا ہے۔

بقول ٹرمپ نیتن یاہو جو کچھ امریکی مفادات کے ساتھ کر رہا ہے، وہی ہمارا لیڈر ملک عزیز کے ساتھ پوری تندہی سے انجام دے رہا ہے، ہمارا ملک سخت جان ہے، ورنہ صاحب نے ایسی تیسی کرنے میں کمی نہیں کی، بے پناہ وسائل پر کھڑا ہندوستان اس کا ہر بلنڈر جھیل جاتا ہے، اس میں شبہ نہیں کہ اگر گذشتہ دس سال کوئی لائق لیڈر برسر اقتدار ہوتا تو ہم چائنا سہولیات میں جی رہے ہوتے، کل بنگلور کی کمپنیوں کے سربراہان نے حکومت کو دھمکی دی ہے کہ سڑکوں کے گڑھے اور ٹریفک کے مسائل ختم نہ ہوئے تو کمپنیاں شفٹ کر جائیں گی، جیسے باقی شہروں میں جاپانی سہولیات ہوں! پورا ملک گڈھوں میں ہے، کہاں جاؤ گے؟

فہرست

آپ یہاں انفراسٹرکچر کے لیے نہیں ہیں، موسم اصل زنجیر ہے، بنگلور کا موسم بے نظیر ہے، بنگلور کا رہائشی اگر دیوالیہ ہو جائے تو موسم باقی رہتا ہے جسے وہ ہنوز انجوائے کر سکتا ہے، ہمارے یہاں زندگی کے تمام نقشوں کی تسخیر کے بعد موسم باقی رہتا ہے جو اس کے رنگ میں کبھی بھی بھنگ ڈال دیتا ہے، دیکھو اس وقت بارش ہو رہی ہے، دن بھر ہوئی، رات بھر ہو رہی تھی، متواتر دوسری رات لگ گئی، موسلا دھار آہنگ ہے؛ مگر باہر کہیں پانی جمع نہیں، پانی کا نام ونشان نہیں، یہ شہری نظام کا کمال نہیں، بنگلور بھی غیر منصوبہ بند شہر ہے، چوں کہ بنگلور کی زمین میں پانی نہیں ہے؛ اس لیے وہ بارش کی ہر فیاضی نگل جاتی ہے، یہ بنگلور کے فضائل ہیں، یہاں قدرت بہت ہی مہربان ہے، زلزلے بھی نہیں آتے، یہ کمپنیاں کہیں نہیں جارہیں، بنگلور کی خصوصیات ان کی کمزوری بن گئی ہے۔

بات یہ تھی کہ ملک میں گڈھے نہیں، گڈھوں میں ملک ہے اور سرکاروں کے پاس پیسے نہیں ہیں، یہ ملک کی تصویر ہے، دس سال بہت اہم تھے جو راجانے ضائع کر دیے، ہنوز واضح نہیں کہ ملک کی جان بخشی کب ہو گی، یہ سب انتہا پسند نظریے کی قیمت ہے جو ملک چکا رہا ہے، اس وقت دنیا میں صرف دو قومیں انتہا پسند ہیں، باقی اقوام نے اسلام کے اثر سے اعتدال سیکھ لیا ہے، ان دونوں اقوام پر قرآن نے ایک ہی آیت میں سخت تبصرہ کیا ہے، ان دونوں کے علاوہ جو انتہا پسندی کہیں نظر آتی ہے وہ انھیں کا اثر ہے، جیسے یورپ کے فقط وہ

مسیحی دہشت گرد ہیں جو صہیونیت کے زیر اثر ہیں، ورنہ سب نے اسلام کی بدولت انسانیت، انصاف اور امن کے اسباق پسند کر لیے ہیں۔

یہ دو قومیں آج بھی دنیا کو استعماری تاریکی میں رکھنا چاہتی ہیں، دنیا آزاد ہو گئی ہے، کالونیاں قصۂ ماضی ہوئیں؛ مگر یہ دونوں اقوام اس روشن دور میں بھی استعمار پر مصر ہیں، اپنی اپنی عمل داری میں کمزور طبقات پر قبضہ مسلط کیے ہوے ہیں، آج کی دنیا میں ناجائز قبضے کی مثال صرف انھیں کے یہاں ہے، انسان کی ہنوز بے احترامی ان کے علاوہ کہیں نہیں، بالکل آخری دور کی یہ سیاہی بتاتی ہے کہ مہدی آپریشن میں ان کا حساب خاص ہو گا، جس عدل کے لیے ان کا انتخاب عمل میں آنا ہے اس کی زیادہ ضرورت انھیں دو مقامات پر ہے۔

وقت کا تقاضا ہے کہ خلیجی دولت مصر کو گود لے، اگر ایران سے شیعی مسئلہ ہے تو مصر میں وہ عذر نہیں، قاہرہ میں واقعی موسم بدل رہا ہے، یہ غزہ زخم اور دوحہ زلزلے کا اثر ہے، محمد بن سلمان اس ادراک میں درست ہے کہ تل ابیب اس وقت واشنگٹن کنٹرول سے نکل چکا ہے، سیسی امریکا ئیل کا سپاری بردار ہے؛ مگر انسان کا اصل معشوق خود اس کا وجود ہے، دوحہ میں اسرائیلی دست درازی اور امریکی لاتعلقی یا بے بسی نے ذاتی خطرے کا الارم بجا دیا ہے، اس وقت مصر کا لوہا گرم ہے، مصر ہی اسرائیل کا علاج ہے، سیسی نے پہلی بار دشمن کا لفظ بولا ہے، نیتن یاہو کے پاس سرپرائز کی کمی نہیں، امریکہ صہیونیت کی راہ میں کبھی

نہیں آئے گا، مزاحمت کی چنگاری مصر کی راکھ میں دریافت کرو، ریاض معاہدہ ایک روشنی ہے، جو آگے کی راہ دکھانے کے لیے صحیح وقت پر عیاں ہوئی ہے، یہ محدود اسلامی ناٹو ہے اور اس کی توسیع وقت کی سب سے بڑی ایمرجنسی ہے۔

امریکہ کے لیے اسرائیل کا اعلامیہ صاف ہے کہ ہم تو ڈوبیں گے صنم تم کو بھی لے ڈوبیں گے، ایک جھٹکے میں چائنا نے امریکہ کو ریپلیس کر دیا، آج چائنا وایا پاکستان ٹھیک سعودی عرب میں ہے، آئندہ ایام میں چائنا کی گہرائی کا تناسب امریکہ کی سطح گیری اور پھر فرار کا فیصلہ کرے گی، پاک اشتراک چائنا اشتراک کے معنی میں ہے، یعنی سعودی عرب نے اپنا سیکیورٹی ٹھیکہ چائنا منتقل کیا ہے اور چائنا سیکیورٹی کا انطباق پڑوسی پیرہن میں ہوگا، یہاں رک کر ٹرمپ کی مذکورۃ الصدر گالی کو پھر یاد کر لو، اس طرح ہندوستان کے لیے یہ دہرا صدمہ ہے، ملک بھر کو مودی کا گھیراؤ کرنا چاہیے، اس سنگین اور جان لیوا ناکامی کے لیے برطرفی ادنی مواخذہ ہے، مستقبل کے ممکنہ تنازع میں عرب دنیا کی حمایت تو کجا غیر جانبداری بھی گئی کہ آج سے وہ فریق ہیں، صاحب نے وطن عزیز کو وشو گرو کے دعوؤں کے بیچ وشوا اچھوت بنا دیا۔

نیتن یاہو نے مشرق وسطی کا چہرہ بدلنے کی ذو معنی جگالیاں بار بار کیں؛ لیکن اس کے دوحہ ایڈوانچر نے سچ میں تبدیلی کی بنیاد رکھ دی، آج کے دو ملکی معاہدے کی فائل میں ابراہیم معاہدے کی ممکنہ سعودی عرب توسیع دفن ہو گئی،

اسرائیل اپنے وجودی خطرے کا گیت گاتا رہا ہے، آج یہ طے ہو گیا کہ دوسرے ملک پر دست درازی کی صورت میں اسے نیوکلیئر سامنا ہو سکتا ہے، اسرائیل کی سرحد پار کارروائیوں کو ایٹمی جواب درپیش ہو گا، مشرق وسطی میں تنہا ایٹمی پاور کا عہد بھی ختم ہوا، دو انتہا پسند لیڈروں کے جنگی جنون، مسلم دشمنی اور نسلی برتری کے زعم اور پاگل پن نے یہ سوغات تخلیق کی، عسر میں یسر کی اس سے بڑی مثال تازہ تواریخ پیش نہیں کر سکتیں، محمد بن سلمان سے مذہبی دائرے میں حد درجہ اختلافات ہیں؛ مگر اس کے سیاسی شعور کا اعتراف ناگزیر ہے، اس کے ایک دستخط نے شیاطین الارض میں کھلبلی مچادی ہے۔

❍❖❍

زندہ کتب خانہ

محمد فہیم الدین بجنوری

۲۶ ستمبر ۲۰۲۵ء

حضرت علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے حافظے کی تعبیر میں ”چلتا پھرتا کتب خانہ“ زبان زد عام وخاص ہے، یہ معرفت خود ان کی حیات میں عام اور مقبول ہو گئی تھی، جو کہ غیر معمولی شخصیت کا آئینہ ہوتا ہے، اس میں ایک تکمیلی اضافہ حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا، آپ نے حضرت علامہ کی وفات پر

دارالعلوم کے تعزیتی اجلاس میں چلتا پھرتا اور بولتا ہوا کتب خانہ فرما کر تشبیہ پوری کر دی، یعنی حیوان ناطق کتب خانہ، موبائل کتب خانہ، دیوبند کا زندہ کتب خانہ۔

حضرت امام العصر کے کمالات بے پایاں ہیں؛ مگر قطب الرحی کا رتبہ حافظے کے لیے مخصوص ہے، عجوبۂ روزگار حافظہ آپ کی شخصیت کا فن کار ہے، کتابوں کی فراہمی سہولت ہو سکتی ہے، کتب بینی کا شغف بھی موقع اور امکان سے زائد نہیں، یہ اور اس راہ کا کوئی بھی شغل فتح سلطنتِ علم کی ضمانت نہیں، جس طرح خونِ جگر کے بغیر نقش ناتمام ہوتے ہیں، بعینہ حافظے سے عاری کسرت بھی نتیجے کی راہ تکتی رہ جاتی ہے، وہ "فرقدین" (دوروشن ستاروں، نیل الفرقدین) تک رسائی حاصل کرنے اور فرقدین کو ہم دست کرنے میں (بسط الیدین لنیل الفرقدین) کام یاب ہوے تو اس کا سہرا بے نظیر حافظے کے سر ہے۔

حافظہ ہی فرق پیدا کرتا ہے، ورنہ راقم بھی علامہ کا لائٹ ورژن ہوتا، ایک وقت خیال آیا کہ رواتِ حدیث سے آگہی حاصل کی جائے، لسان المیزان کا ابو غدہ کی تحقیق والا نسخہ جامعہ مسیح العلوم کی لائبریری میں چمک رہا تھا، میں نے ایک جنون میں دس یا گیارہ جلدوں پر مشتمل پورا سیٹ بالاستیعاب پڑھا؛ لیکن اس دشت کی ایک بھی یادگار محفوظ نہیں، قلم برداشتہ اس بات کے استحضار میں تکلف سے گذر رہا ہوں کہ مطالعہ کیا تھا، مجروحین کو پڑھنے کے بعد مقبولین کی

واقفیت کا سودا سوار ہوا، سیر أعلام النبلا کی ہمت نہ ہوئی، اس کا ہلکا نسخہ تذکرۃ الحفاظ اٹھالیا اور اسی رو میں اس کی بھی ساری جلدیں پڑھ دیں۔

آج اس کی فقط دو باتیں یاد ہیں: حضرت عمر بن عبد العزیز کی جامع دمشق میں حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات اور علامہ ذہبی کا ایک سے زائد ہستیوں کے تعلق سے یہ دعوی کہ انھوں نے چالیس سال عشا کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی، حافظہ اصل ہے، باقی ہر چیز ثانوی ہے، ایک دور کتب خانوں کا تھا، پھر لیپ ٹاپ انقلاب آیا، اب ترقی کا قافلہ موبائل پر خیمہ زن ہے؛ لیکن حافظہ معری مطالعہ کل بھی "تراچہ مراچہ" تھا وہ آج بھی ایسا ہے اور کل بھی تبدیل نہیں ہو گا، اپنے بارے میں احساس اور تحقیق ہے کہ حافظے کی چِپ ہی مفقود ہے، پھر ہماری علمی زندگی کا کیا ہی ذکر جو میموری فری حواس پر تکیہ کناں محو سفر ہے۔

❍❖❍

غزہ ملبہ: دورِ آخر کی تمہید

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۱۶ ربیع الثانی ۱۴۴۷ھ ۹ اکتوبر ۲۰۲۵ء

الحمد للہ جنگ بند ہو گئی، اس وقت بس اتنی بات اہم ہے، تفصیل اہم نہیں، شیاطین کا غرور خاک آلود ہوا جو بہ ہر صورت قتل عام جاری رکھنا چاہتے

تھے، سات اکتوبر تنظیم کا فیصلہ تھا، اس نے اسرائیل کو جنگ میں گھسیٹا، جنگ کی توسیع اسرائیل کا منشا تھا، معاہدے نے اسے ناکام بنادیا، تنظیم اگر معاہدہ منظور نہ کرتی تو یہ نیتن یاہو کے ہاتھوں میں کھیلنے والی بات ہوتی، جنگ ہو یا امن؛ فیصلہ اپنا ہونا چاہیے، دوسروں کا مہرہ کیوں بنیں؟ فلسطین زندہ ہو گیا، ہٹلر کے عمل کی توجیہ سامنے آگئی، صہیونی چہرے کا غازہ اتر گیا، دنیا کو ادراک ہوا کہ صہیونی انسانی برادری کا حصہ نہیں، امن اور صہیون میں سے ایک ہی ممکن ہے۔

ٹرمپ نے ایک جملے میں ان لوگوں کو آئینہ دکھادیا، جن کو سات اکتوبر کی افادیت میں شک ہے، اس نے نیتن یاہو کو قائل کرتے ہوے کہا کہ آپ دنیا جہان سے نہیں لڑ سکتے، یعنی اس وقت پوری دنیا بشمول امریکی عوام اسرائیل کے خلاف ہے، یہ سات اکتوبر کی کامیابی ہے، جس کی شہادت دشمن سرخیل نے دی، مغربی اقوام نے فلسطین کو ذاتی مسئلہ بنالیا ہے؛ حتی کہ عوام جان کی بازی کے لیے تیار ہیں، پورا مغرب سڑک پر ہے، صمود بحری قافلہ اس کا ثبوت ہے، حکمران طبقہ دباؤ میں ہے، بعض سربراہان اسرائیل کے خلاف فوج کشی تک کی انتہائی سنگین بات کہہ چکے ہیں۔

سات اکتوبر سرخ روئی میں نہال ہے، صہیونیت کی ناک کٹ گئی، شیطان جس گروپ کے خاتمے کے حلف پر تھا، اسی سے یرغمالیوں کی رہائی کے لیے گفت وشنید پر مجبور ہے، اگر ستر ہزار مومنین کی شہادت ناکامی ہے تو یہ ایمانی زاویہ

نہیں، آپ نے بھائیوں کو خاک وخون ہوتے دیکھا؛ مگر ایمانی بیانیہ ان کو جنتوں میں سرشار دیکھ رہا ہے، غزہ فتح کے اتنے معانی ہیں کہ قلم ٹوٹ جائے، انگلیاں ماند ہو جائیں، فکر خشک ہو جائے؛ مگر بیان کی تشنگی بدستور رہے، تنظیم صلح نامے میں ایجاب کی فریق نہیں، وہ قبول والے کردار میں ہے، یہ برتری کی علامت ہے۔

غزہ راکھ مقدس ہے، اس کا ضیاع ممکن نہیں، سنت الہیہ پر حرف آتا ہے، اس میں نئے اور آخری چراغ کی چنگاری ہے، راقم دور آخر کی باتیں کرتا رہا ہے، یہ ہر گز پیشین گوئی نہیں، قرائن کے ہاتھوں بے بس ہیں، مہدی ظہور کی سب سے بڑی علامت صہیونی عروج ہے، ان کے لیے دنیا کی خواری مہر زدہ ہے، قرآن نے عبوری استثناء دیا ہے، وہ ایک صدی پر محیط نہیں ہو سکتا، عرفا یہ طویل دور کی نشانی ہے، صہیونی بساط ایک صدی سے متجاوز نہیں ہو سکتی، اسی سال ہونے کو ہیں اور یہ بس ہے، دوسرا قرینہ برق رفتار تبدیلی ہے، ہماری نسل نے چند سالوں میں صدیوں کا تغیر دیکھا، یہ اشارہ ہے کہ سینکڑوں والے پردے اب دہائیوں میں رفع ہوں گے۔

بہ ظاہر غزہ تمہید کا اگلا پڑاؤ ایران ہے، وہاں کی سخت گیر قیادت نے وہ پیچ پھنسا لیا ہے جس کا کوئی حل نہیں، وہ میزائل اور بم سے پسپائی نہیں لے سکتے اور مغرب کے لیے یہ سرخ لکیر ہے، بالخصوص جب کہ وہ روسی خطرے سے واقعی دوچار ہے، مغرب یہ چاہے گا کہ روس سے آخری معرکہ ہو اس سے قبل ایران

کمک ختم کی جائے، روس کے متوقع بازوؤں میں ایران سہل ہے، متوازی صف کے اعداد و شمار کم ہوں یہ اہم ہے، اسرائیل بھی اس ترجیح کے لیے زور لگائے گا، اس ریاض میں بہت حظ آنے والا ہے، تل ابیب کی وہ راتیں یاد کرو، پھر وہی رنگ جمے گا، یہ کرو یا مرو کی باری ہو گی؛ اس لیے ایران آخری درجے کا زور لگائے گا، گڑ جتنا صرف ہو گا، مشروب اسی درجہ شیریں اور مزیدار ہو گا۔

اس بار کے دنگل میں چھنٹائی ہو گی، یہودی اسرائیل کو ہمیشہ کے لیے خیر آباد کہہ جائیں گے، اس میدان حشر میں صرف صہیونی بچیں گے، وہ قوم جن پر مہدی عدل نافذ ہو گا، شجر و حجر والا انصاف، بس سموٹرینچ اور بن گویر جیسے کنویں کے مینڈک ہی رہ جائیں گے، یہودی متدین طبقہ اسرائیل سے ہجرت کر جائے گا، یہ نقل مکانی بڑے پیمانے پر ہو گی، یہ عام توبہ کی رو میں تائب ہوں گے، صہیون کی عالمی کراہیت سات اکتوبر کی دین ہے، یہودی انخلا ایرانی تحفہ ہو گا، بہ ظاہر یہی رومی مصالحت ہے، جس کے پیچھے جملہ اقوام روم متحرک ہیں، اس کا قرینہ خود حدیث میں ہے، صلح کا لفظ غماز ہے کہ وہ کسی بڑے ظلم کے ملبے پر قائم ہو گی، وہ ملبہ غزہ میں ہے۔

مراقبہ

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۲۲ ربیع الثانی ۱۴۴۷ھ ۱۵ اکتوبر ۲۰۲۵ء

اللہ کی ذات کا مراقبہ اجمالا ممکن ہے، احاطہ دار آخرت میں بھی محال ہے، البتہ وہاں زیادہ تفصیل سامنے آجائے گی، فی الحال مختصر تصور کافی ہے، یعنی وہ اپنی شایان شان ہمارے روبرو، اندرون قلب یا ہم رفاقت ہے، اندرون قلب والا مراقبہ فائق ہے، سکینتِ خاصہ رکھتا ہے، غنودگی آور ہے، جو کہ مطلوبہ کیفیت ہے، اس غنودگی میں کبھی پردے رفع ہو جاتے ہیں، باریابی ملتی ہے، حضوری نصیب ہوتی ہے۔

یہ دستک ہے جو بے فائدہ نہیں جاتی، کبھی تنبیہ ہو جاتی ہے، آپ دیدار الٰہی کے لیے بضد ہوے، نیم خوابی میں دکھایا گیا کہ سامنے کوئی بے سلیقہ بیٹھا بریانی گھسیٹ رہا ہے، ناک سے ریزش بہہ رہی ہے، یہ اشارہ ہے کہ ابھی دیدار کے لیے کوالیفائیڈ نہیں ہو، دنیا میں لت پت ہو؛ حتی کہ گندے اور بے ڈھنگے ہو

فہرست⬆

گئے ہو، مزید ریاضت کرو، وقت لگے گا، بد نمائی اور بری وضع پر ہنوز کام کی ضرورت ہے، ظاہر میں باطن مقصود ہے، یعنی روح آلودہ ہے۔

لیکن یہ بڑا لمحہ ہے، محبوب کا آئینہ دکھانا، شرطیں بڑھانا ایک دلربا ادا ہے، انھوں نے آپ کے میسج کو نظر انداز نہیں کیا، ریپلائی اپنے آپ میں اہم ہے، یہ کامیابی ہے، مقربین میں شمولیت کے لیے آپ کا فارم مسترد نہیں ہوا، زیرِ التوا ہے، ریاض جاری رہے اور اصرار سے بھی باز نہ آئیں، اگر آپ یہ اشارے نہیں سمجھتے تو واقعی نااہل ہیں، ڈیڈ اینڈ کے امیدوار ہیں، بھائی! کچھ نہیں تو یہی بسا غنیمت ہے کہ میٹھی نیند آجاتی ہے، اس کی قدر نیند کی گولیوں والے بتائیں گے۔

صفاتِ ذاتیہ کا مراقبہ آسان ہے، قرآن وحدیث میں خاص زور اسی پر ہے، وہ زندہ ہے، میری حیات اس کا فیض ہے، ہر زندگی کا سرِ رشتہ ہے، لایموت ہے، زندگی کا خالق ہے، زندگی کا مالک اور سرپرست ہے، وہ علیم ہے، اس کا علم ظاہر اور باطن کے لیے یکساں ہے، صاحب معاملہ پر بھی سبقت رکھتا ہے، ارادے کے مراحل بھی اس کے علم میں ہیں، وہ سمیع ہے، قریب سے سنتا ہے، شریکِ سرگوشی ہے، اونچی آواز کا محتاج نہیں، زیرِ لب بھی اس کی صفتِ سمع کی گرفت میں ہے، ترجمانوں سے بے نیاز، رپورٹنگ کی احتیاج سے پاک۔

وہ بینا ہے، اس کی بینائی حاوی ہے، کوئی حائل متصور نہیں، ہر ساعت اس

کی زیر نگاہ ہے، وہ لازوال نگران ہے، وہ کلیم ہے، بر سرِ خطاب رہنا اس کی شان ہے، وہ آپ سے ہم کلام ہے، اس نے آپ کی فریاد کا جواب دیا ہے، اس کی آواز حجاب میں ہے، ان کے جواب کی طرف سے مطمئن رہیں، وہ بروقت عطا ہوا ہے، وہ قدیر ہے، اس درجہ کہ ہر قوت، تدبیر اور انجام اس کے قبضۂ قدرت میں ہے، قوت اپنے اثر کے لیے اس کی قدرت کی راہ دیکھتی ہے۔

صفات فعلیہ کا مراقبہ مزید سہل ہے، یہ صفات تعداد میں زیادہ ہیں؛ مگر سورۂ شعرا میں ابا حضور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جن صفات کی یاد دہانی کرائی ہے وہ کافی ہیں، فرماتے ہیں کہ میرا رب وہ ہے جس نے مجھے پیدا کیا، وہی زندگی کی راہوں کا راہبر ہے، وہی طعام مہیا کرتا ہے، وہی سیراب کرتا ہے، ابتلائے مرض درپیش ہو تو وہی شفا دیتا ہے، وہی سلسلۂ زندگی ختم کرے گا، وہی دوسری زندگی دے گا، بس میری امنگوں کا منتہی یہ ہے کہ وہ مجھے بخش دے۔

یہ صفات فعلیہ کی فہرست میں چنیدہ رتبہ رکھتی ہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عمدہ انتخاب سامنے رکھا ہے، غرض! مراقبے کے دس نصاب ممکن ہیں، اس کی ذات بڑی، صفات محیط اور افعال غیر محدود ہیں، چناؤ میں ذوق اور مناسبت کو موقع دے سکتے ہیں؛ لیکن اہم کیفیت ہے، مراقبہ وہی ہے جو مشاہدے پر منتج ہو، یہاں مجاز میری مراد نہیں، بس مشاہدہ ہی مراد ہے، رویت ہونی چاہیے،

یہ ہدف ہے، حصول تک مضطر رہیں۔

مراقبے میں رسول اللہ ﷺ کو بھی شامل کریں، آپ کی سیرت کے ساتھ تخلیہ کریں، شریک مجلس ہوں، وردِ درود شغل دید سے جدا نہ ہو، روضۂ اقدس کا حوصلہ کریں، مواجہہ شریف میں وقوف کریں، ان کو محسوس کریں، ان کو پائیں، ان کی زیارت کریں، سلام راست پیش کریں، عشق کی دنیا میں محبوب جدا نہیں ہوتا، نسبتِ حضور نہیں تو دعوی عشق سچا نہیں، یومیہ چند ساعات رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گزاریں، یہاں ذاتی تناظر مراد ہے، عمومی اتباع کا ذکر نہیں، لازم ہے کہ شعورِ حضور ہو اور ذاتی رنگ اور طبعی آہنگ میں ہو۔

سیاسی مجلس

از قلم: محمد فہیم الدین بجنوری

۲۸ ربیع الثانی ۱۴۴۷ھ ۲۱ اکتوبر ۲۰۲۵ء

میری رہائش یا پناہ گاہ سینسن ٹاؤن کے علاقے میں ہے، یہاں ایم پی کا الیکشن کانگریس ٹکٹ پر منصور خان نے لڑا اور معمولی فرق سے شکست ہوئی، لب بام بس دو چار ہاتھ رہ گیا تھا، اسمبلی الیکشن کانگریس کے لیے رضوان ارشد نے لڑا اور کامیابی ملی، اگر منصور خان ایم پی ہوتے تو مجھے اتنا ہی فائدہ ملتا جتنا رضوان ارشد سے ہے، یعنی کچھ نہیں، انتخابات میں ہار جیت کے راست فوائد بھی ذاتی ہوتے ہیں اور نقصان بھی، رہے اجتماعی ثمرات تو اس میں جانبین مساوی بینیفیشری ہیں، اگر میرے محلے کی سڑک اپ گریڈ ہوگی تو بی جے پی ووٹر اعزازی مستفید نہیں ہوگا، اسے یہ راحت میرے ساتھ شئیر کرنی ہوگی۔

فہرست⬆

الیکشن وطن عزیز کا سب سے بڑا انویسٹ منٹ ہے، اگر تیر نشانے پر لگ جائے تو ریٹرن بے حد وحساب ہے، در اصل یہ سرمایہ کاری اور منافع؛ دونوں عوامی نژاد ہیں، یعنی خرچ بھی پبلک پر کرنا ہے اور غبن بھی انھیں کے ساتھ، سالوں قبل چھوٹے گاؤں کے بارے میں سنتے تھے کہ امیدواروں نے پردھان الیکشن میں لاکھوں خرچ کیے، وہاں ٹکٹ کے لیے رشوت دینے کا مسئلہ نہیں ہوتا، ایم ایل اے ٹکٹ کے لیے نذرانے بھی مشروط ہیں، اس طرح اسمبلی امیدواری کا میزانیہ کروڑوں میں ہوتا ہوگا، امیدواروں کے مال پر دلِ بے رحم کا سلوک کرنے والے سادہ لوح ہیں جو پھر ترقی اور بہبود کی توقعات بھی وابستہ کرتے ہیں۔

ایم ایل اے کی تنخواہ ریاستوں کے فرق کے ساتھ پچاس ہزار سے دو لاکھ تک ہے، یہ زیرا اونٹ کی سیری میں کوئی کردار ادا نہیں کر سکتا، ناچار وہ فنڈس قیمت چکائیں گے جو آپ کی تعمیر کے لیے مختص تھے، آنکھوں میں شرم کے تناسب سے وہ کٹوتی کا شکار بنیں گے، آپ کا ودھایک حیا سے فارغ نکلا تو تالاب کا فارمولا منطبق ہوگا، سابق پردھان نے ضرورت بتا کر تالاب منظور کرایا تھا، منصوبہ کاغذ سے متجاوز نہ ہوا، نیا پردھان حد درجہ مثبت نکلا، شکایت کی جگہ تطبیق کو ترجیح دی، اس نے سرکار کو بتایا کہ جو تالاب گذشتہ دنوں بنایا گیا تھا وہ گاؤں کے لیے زحمت بن گیا ہے، فوری طور پر بند کیا جائے اور اس کے لیے مالیہ درکار ہے، اس طرح نئے بجٹ سے وہ تالاب بند کیا گیا جو کبھی وجود میں آیا ہی

نہیں تھا۔

انتخابی دعوتوں کے چکن، پکوڑے، چائے، شراب، پارٹی فنڈ کے چندے، ریلیاں، جلسے اور نقد کی چند کلیاں روڈ کے گڈھوں سمیت ان تمام حسرتوں کا جواب ہیں جو عوام کا مقدر بنتی ہیں، منصوبے بنتے ہیں، فنڈز مختص ہوتے ہیں؛ مگر عرش اور فرش کی خلیج حائل رہتی ہے، افلاکِ حکومت سے گرنے والا آبشار ہمارے گاؤں تک پہنچتے پہنچتے دم توڑ جاتا ہے، تو کیا یورپ میں گھوٹالے نہیں ہوتے؟ بالکل ہوتے ہیں، آج ہی یورپ کے سب سے زیادہ ترقی یافتہ ملک فرانس کا سابق صدر کرپشن کے جرم میں قیدی بنا ہے، فرق یہ ہے کہ وہاں مال زیادہ ہے، چوری کے بعد بھی بچ جاتا ہے۔

ایسا نہیں ہے کہ کرپشن صرف بہار اور یوپی میں ہے، مہاراشٹر، کرناٹک اور تمل ناڈو جیسی امیر ریاستوں میں نہیں ہے، دونوں جگہ یکساں ہے، غریب ریاستوں میں پس خوردہ مقدار میں کم ہوتا ہے؛ اس لیے پسماندگی بھی زیادہ نظر آتی ہے، برسوں پہلے میں بنگلور میں پایا جا رہا تھا، مودی حکومت نئی نویلی دلہن تھی، جس کی مہندی میں کرپشن مخالف نعروں کا بھی ایک رنگ تھا اور وہ گہرا تھا، ایک ٹور آپریٹر کوچ کی فائل منظور کرانی تھی، پچاس سیٹیں چاہتے تھے، درمیانی شخص نے معاملہ کرایا، اس وقت وزیر خارجہ معروف خاتون تھیں، پچاس لاکھ کی رشوت طے ہوئی، روڈ میپ یہ تھا کہ رشوت بہار کے قد آور مسلم نیتا کا بھائی بمبئی

میں وصول کرے گا، یعنی رشوت دہندہ بنگلور میں ہے، تحصیل دار بہار میں، جائے وقوع بمبئی اور حکومت مودی کی۔

اس لمحے میں بہت کچھ جھانک رہا ہے، کتنی ہی فائلیں مابعد مودی کے انتظار میں تڑپ رہی ہیں، کرپشن پسماندہ ریاستوں سے ایسے ہی جوڑا گیا ہے، جیسے کانگریس کے ساتھ جوڑا گیا تھا، کرپشن سدا بہار ہے اور عالم گیر بھی، اس کا ترقی سے تعلق موت وزیست والا نہیں ہے، لگے ہاتھوں ترقی کی داستان بھی سن لو، صنعتی انقلاب اور مشینی ایجاد کے بعد ترقی کا پیمانہ بدل گیا ہے، خزانوں کی آبادی اب ترقی کی سند کے لیے کافی نہیں، چناں چہ خلیجی ممالک ترقی یافتہ نہیں؛ جب کہ تونگری میں وہ یورپ سے آگے ہیں، اگر دنیا ہزار سال مزید رہ جائے تب بھی کوئی خلیجی ریاست ترقی یافتہ نہیں ہو سکتی، ان کے یہاں انسانی وسائل کی بربادی اور پسماندگی کا یہ عالم ہے کہ لڑنے کے لیے بھی عاریت پر لیتے ہیں۔

عہدِ نو میں ترقی کے دو بنیادی سرچشمے ہیں: قدرتی وسائل اور انسانی وسائل، اس میں اول الذکر فائق نظر آرہا ہوگا؛ مگر ایسا ہے نہیں، واقعہ برعکس ہے، ترقی تین چوتھائی انسانی وسائل سے وابستہ ہوگئی ہے اور قدرتی وسائل کا کردار ایک چوتھائی میں ہے؛ کیوں کہ قدرتی وسائل لکویڈیشن (اثاثوں کو نقد میں تبدیل کرنا) میں انسانی وسائل کے محتاج ہیں، یہی وجہ ہے کہ ہم اپنے یہاں کھدائی کے لیے امریکی کمپنیوں کی منت کرتے ہیں، انسانی وسائل یعنی تعلیم،

سائنس، ریسرچ، ٹیکنالوجی، میڈیکل اور صحت وغیرہ عناصر ترقی کے مقناطیس ہیں، ان کے بغیر آپ قدرت کی فیاضی سے بھی بہ احسن وجوہ مستفید نہیں ہو سکتے۔

اس دعوے کی دلیل روس اور چین ہیں، روس قدرتی وسائل میں ممالکِ عالم کی فہرست کو ٹاپ کرتا ہے؛ مگر پھر بھی چین سے پیچھے ہے؛ کیوں کہ چین انسانی وسائل میں دنیا کا امام بن گیا، قریبی مثال اسرائیل اور عرب ملکوں کی ہے، عربوں کو قدرتی وسائل عطا ہوے اور بے حد وحساب ہوے، اسرائیل ہمسایہ ہوتے ہوے من جانب اللہ محروم رکھا گیا؛ مگر اس نے قدرتی وسائل کی تلافی انسانی وسائل سے کی، آج وہ مشرق وسطی کا واحد ترقی یافتہ ملک ہے، کہتے ہیں کہ اسرائیل کی ترقی امریکی امداد سے ہے؛ لیکن یہ بات بیس فیصد ہی درست ہے، اسرائیل نے امریکی مدد کو انسانی وسائل پر صرف کیا، وہ تحقیق، تعلیم، صحت، میڈیکل، سائنس، ٹیکنالوجی اور فوج سمیت ترقی کے تمام پیمانوں میں برآمد کی حیثیت رکھتا ہے اور بعض دریافتوں میں امریکہ سے آگے ہے۔

ہندوستان میں وہ قدرتی وسائل ندارد ہیں جن کا لکویڈیشن آسان، یقینی، مطلوب اور سکۂ رائج الوقت ہے، جیسے پیٹرول، گیس اور سونا، باقی معدنیات ثانوی ہیں یا غیر یقینی، ایسے ملکوں کے لیے انسانی وسائل ترجیح ہیں؛ مگر جب حکومت کے سربراہ کو ڈگری پروف کے مطالبے کا سامنا ہے تو انسانی وسائل میں انقلاب ممکن

نہیں، جزوی مثالیں تختہ پلٹ نہیں کر سکتیں، پھر وہ امریکہ چلے جاتے ہیں اور امریکی ہو جاتے ہیں، جن انسانی وسائل کی ڈیوٹی یہ تھی کہ وہ ترقی کی وہیل مچھلی کو اپنے کانٹے سے کھینچ کر ہندوستان لاتے وہ وسائل ترقی کی اسی مچھلی کی قوت پر کشاں کشاں باہر چلے جاتے ہیں۔

پرشانت کشور کی یہ بات درست ہے کہ تعلیم بہار میں تبدیلی کا واحد فلسفہ ہے، باقی فارمولے منطبق نہیں، وہاں صرف انسان ہیں، ان کو وسائل میں تبدیل کرنا ہی ایک امکان ہے؛ مگر وہی "دونَهُ خرطُ القتادِ" والی بات، جس پیمانے پر انسانی وسائل کو صیقل کرنے کی ضرورت ہے وہ بظاہر احوال بعید ہے، خود حکومت کو فاقہ کشی سے گذرنا ہوگا، پرشانت کشور یہ بھی کر سکتے ہیں؛ مگر وہ الیکشن ہار رہے ہیں، بہار دہلی نہیں ہے، وہ تصورِ ترقی کی تفہیم میں سردست کامیاب نہیں ہو سکتے، انسانی وسائل کا انقلاب بہار میں جاپان تخلیق کر سکتا ہے، اس دعوے پر ایقان کے لیے وہاں کی عوام ابھی تیار نہیں۔

ترقی موجودہ ہندوستان کا قبلہ نہیں، آر ایس ایس کو یہ معلوم ہے، چناں چہ اس نے دوہزار چودہ میں قیادت کے لیے اس انسان کا انتخاب کیا جس کا تعلیم یافتہ ہونا ملک کے متنازع اور لاینحل مسائل میں سے ایک ہے، مسلمانوں کو بھی اپنے ایجنڈے سے گمراہ نہیں ہونا چاہیے، اس وقت برسر اقتدار پارٹی اور مسلمانوں کے رجحان سو فی صد متوازی ہو گئے ہیں، ہم مذہب اور مذہبی تشخص

کے دفاع کی پوزیشن میں ہیں اور وہ متواتر حملہ آور، ان کے نزدیک ملکی ترقی ثانوی ہے اور ہم اولی، یہ کتابِ وطن کا سب سے بڑا سبق ہے، آپ کے لیے انتخابات بہت کچھ نہیں سب کچھ کا درجہ رکھتے ہیں، پس اس کے لیے سب کچھ کی قربانی درکار ہے، اپنی پارٹی کی بھی اور اپنے امیدوار کی بھی۔

Mata e Faheem

Majmooa e Mazameen

Mufti Mohammad Faheemuddin Bijnori

Murattib

Maulana Ahmad Qasmi Murad Aabadi

MF Bijnori Publishers